

विद्यार्थी एकेडेमी, मुंबई

वर्ग संख्या.....

पुस्तक संख्या.....

क्रम संख्या.....

638

ایر قون

عبرت ناک واقعات - ارکان لمبی کا طرز عمل - چند فرانسیسیوں اور
انگریزوں کے درمیان انگریز کارروائی - گنگا - بتانیوں کی جنگ -
باقو خان انگریزی جاسوس کی حیرت انگیز کارروائی - میان - ملک - ۱۸۴۰ء - ۱۸۴۱ء - احب
- جھانسی کی بانی کی بہادری - ۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء - کے
- حسن و عشق کی نیرنگیاں - حب الوطنی کے والے - ان کے کافران
شروع - ۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء - قدر و قیمت کے کتاب چھوٹے کو دل چاہیگا

جسے

۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء -

نے

۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء -

اور

۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء -

۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء -

۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء -

جرحی
 حسین خلیفہ عبدالملک کی پالیسی - حجاج بن یوسف کے ظلم
 حجاج اور عبداللہ بن زبیر کا معرکہ
 عرب کی ایک مشہور لڑکی سمیہ پر عاشق ہونا ہجر و وصال کے مزے - رزم بزم کے سینا
 طریق جنگ - رسم و رواج - حکایتیں
 خیراد کن کا غنڈہ چھپا ہے - ٹائیل رنگین
 ارشد تھانوی کے قلم سے ایک دلچسپ ناول جو اصلاح معاشرت کی غرض سے
 لکھا گیا ہے حسین اس بات پر
 خوش حال زندگی کے لیے رستے
 جالی فقرا
 بچے مال کو عزت

بچائیں
 اس قدر
 اس قدر
 اس قدر

کو پہنچتی رہتی تھی۔ انھیں پہلے ہی سے معلوم تھا کہ فساد کی جنگاری سُلگ رہی ہے۔
 ضرور بھڑک اُٹھے گی اور ایک نہ ایک دن امن و عافیت کا نام نہ لے سکیں گے۔
 اس لیے کیتنگ صاحب اس کے دباؤ میں بہت کچھ کو شان رہے۔ انھیں
 دل سے لگی ہوئی تھی کہ کسی طرح اس آگ کے شعلے بھڑکنے نہ پائیں۔ یہ اُن کے تدارک اور
 ددرا اندیشی کا نتیجہ تھا کہ اتنی بڑی بغاوت کے اُٹھ کھڑے ہونے اور ہندوستان
 کی سرزمین پر خون کی ندیاں بہوانے۔ یہ بھی انگریزی حکومت کا شاندار چہرہ سیرا
 سرنگون ہو سکا۔ اُن کے انتظام کی خوش اسلوبی نے گورنمنٹ کی خوبی اور پائیداری
 کو اور مستحکم کر دیا۔ ہندوستانی اقوام کی جسمیں مختلف فرقے مختلف مذہب اور ملت کے
 گروہ شامل آتے تھے۔ عادات اور خیالات اور ان کے اطوار مختلف نوع انسان کی خیر
 رکھنا لازمی تھا۔ یہ کام کی سخت گیریوں اور اُن کے ایک ہی ذہن پر
 دیکھ دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ یہاں باغیانہ خیالات کی خم ریزی ہو چکی ہے۔
 یہیں سے بغاوت کا پودا جڑ پکڑے گا اور جس کی شاخیں تمام ملک میں پھیل چکیں
 فتنہ و فساد کی زہریلی ہوائیں چلا دیں گی۔ اسی سبب انھوں نے کانپور میں فوجی
 طاقت میں اضافہ کر دیا اور متعدد رسالے بھرتی کر کے جنرل ہیگ کو کمانڈر ٹنگ
 اور مجھے فوج کا ڈاکٹر بنا کے اُن کے ہمراہ کر دیا۔

جس وقت میں پہلے پہل کانپور پہونچا اتفاق سے میرے شیق جگارڈن بھی وہیں
 تھے۔ ہم دونوں شخصوں نے انگلینڈ کے ایک کالج میں پڑھ کر بی۔ اے کیا تھا۔
 تربیت کا زمانہ ختم کیا تھا عرصے تک ہم اور وہ ہم سبق رہے۔ اس لیے ہم
 گہری محبت رکھتے تھے۔ بلکہ یہ محبت بے انتہا ہو رہے تھے۔ مجھ سے دو برس
 قبل انھوں نے انگلستان چھوڑا تھا۔ اور وہ ہندوستان میں آکر خدا جلنے
 کے لیے عہدے پر متنازع رہے نہ مجھ سے کبھی خط و کتابت کی۔ جس وقت
 کانپور میں ملاصل ہوئے وہ اُسٹھکرینگ لکیر ہوئے۔ ہم دونوں نے بیٹھ کر
 ایک دور صحبت کیا۔ دیرینہ محبت اور ارتباط کا پودا پھرا ہو گیا۔
 مجھے اُن کے سننے سے بہت بڑی فتنہ چھوڑا اور سمجھ گیا ان سے مجھ سے بہت
 بد دل جایا کرے گی۔ اور واقعتاً اُنھوں نے اہم ہندو جے گاؤں کے

گارتھ ان کی بویکون اور جس کا رڈی ہے دن پر ان ارباطہ بندے آگے اور
رفتہ رفتہ خلاص۔ محبت۔ نفیس۔ جوش۔ اشتیاق کے تاریک پہلوؤں پر روشنی
پڑتی ہی گئی۔ اتفاق و یگانگت کے رشتے مستحکم ہوتے گئے۔ اور ان کا تریخ ہوا کہ
کششِ محبت سے کھینچا ہوا روزانہ ان کے گھر جاسے کا عادی ہو گیا۔ خاص کر رڈی
جہاں یہاں سے کچھ ایسا متاثر ہوا کہ اس کی بہت کاد رہی ہے۔ لگا لگا۔ ان سے دیکھا روز
کی طبیعت وہ بچہ نا پیرا کن رہے جس میں سے ہر ایک ذرا ق کا آدمی اپنی بساط کے
موافق موئی نکال لاسکتا ہے۔

گوہیلنا مجھ سے زیادہ ملتی جلتی تھی۔ پھر بھی میں یہ سمجھ کر کہ سیرگاد بازار ازل کی
ہر ایک چیز سے دیکھتا ہے۔ لہذا اسے بھی قار کی نگاہوں کا تختہ مشق بنارکھا تھا۔
گارتھ کے خاندان سے شناسہ الی ہو۔ بے شک بچہ بہت بڑا ہے۔ بعد میں یہ کہہ سکتا ہے کہ دن روز
اور سہیلنا کے ساتھ کر رہے ہیں وہ بھی۔ اور وہاں لگے کے پہلے گیا۔ راستہ میں روز
نے پھر سے کہا۔

”آج کسی سبب سے سہیلنا کی طبیعت کچھ معمول ہو گئی۔ بچہ۔ اس کے شادا
رضاء رون پر کسی فرم دگی بھائی ہوئی ہے۔ کوئی ترکید سبب جس سے اس کی اندر دگی
جائی رہے۔ تم ہی کوئی دل چینی کی سبب نکار۔

در حقیقت اس سہیلنا کے دوسرے پرانگی سی شادا الی۔ شادا اس کے ہنگامہ شادا سے
مرجھائے ہوئے تھے۔ اس کی دلی کیدی کے اثر نے غراں بکریہ کینے والوں کو اس کے
حال سے خردار کر دیا تھا۔ اس کی بے چینیان اضطراب بن کر ہر سالوں کے
ساتھ باہر نکلی پڑتی تھیں۔ اس کا غلین دل کسی طرح ہلکا نہ تھا۔ چہرے مہرے سے
کہورت چمکی پڑتی تھی۔ یہی حالت دیکھ مجھے از حد رنج ہوا۔ اس کے دلی انقباض
بٹانے اور اس کے خوش کرنے کے لیے مجھے جتنی آجھن ہوئی اتنی اس کے
رنج و غم کا سبب جاننے کے لیے نہوئی۔ اس وقت میں یہ خیال نہ کر سکا کہ اس کی

قلب و دماغ میں کوئی خطرناک کیرٹا گھسا ہوا ہے۔ اور اسی سے بچہ در پیچ
خیالات نے اس کے نا تجربہ کار دل میں دفعۃً ایسا تلاطم برپا کر دیا ہے۔ بچہ
قدر انداز تر کما ز۔ کہ۔ اس شکن تیرون کی بوجھار بھی نہیں کر سکتی شاید

اس غریب لیڈی کی تمام امیدیں نامراد کی کندھیری سے فوج ہو گئی ہیں اور اسی وجہ سے اس کے لبوں سے اُٹ بھی نہیں نکلتی۔

راتے بھر میں نے ہیلنا کا دل بہلانے کے لیے کتنے ہی ترکیبیں کیں۔ لیکن کل بے سود ثابت ہوئیں۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ کیونکہ جتنا میں اُسے سمجھا، اتنا اُسے اور صدمہ ہوتا تھا۔

جس وقت ہم لوگ گرجے میں پہنچے۔ وعظ شروع ہو گیا تھا۔ تمام گرجا کی ایک ایک آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ سب سے پہلے ایک عورت نے اڑ پڑی تھی۔ مین رور کے ساتھ اُس پر بیٹھ گیا۔ ہمارے سامنے والے بیچ کے گوشے پر زائوسٹیک دیے۔ کوئی نصف گھنٹے کے بعد میں نے ہارٹاکاٹو... اٹھا کر اُس کے آڑوہ وعظ کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے اور اُس کی گہشت پر ایک عورت ابھرتی نظر آئی۔ اُس سے گھور رہا تھا۔ اُس کی کالی کالی مونہ... البان لب و زرخدان پر پڑا ہوا۔ نیلگون رنگ کے کانچ کا چشمہ آنکھوں پر چڑھا ہوا تھا۔ اور از سر تا پا سیاہ رنگ کے ماتمی لباس سے تمام جسم ڈھکا ہوا تھا۔ اس لیے میں اُسے اچھی طرح دیکھ نہ سکا۔ وہ جوان ہیلنا کی طرف اس طرز سے دیکھ رہا ہے۔ مین عجیب طرح کے شش و پنج میں پھنس گیا تھا۔ دل مضطرب تھا۔ اس جوان سے سبب دریافت کرنے کی جوت... کسی طرح دعا ختم ہو تو اس حریف سے سلسلہ جنباتی کروں۔

کوئی پندرہ منٹ نہ گزرا کہ... اُسے زخمت ہوئی۔ میں... وہ جوان اُسی طرح نوحہ ہیلنا... اُسے برابر تیر نظر چھوڑ رہا ہے۔ دعا ختم ہو... لیکن جس وقت ہیلنا کی... جوان... اور نازک نازک... ہیلنا کو اپنے ہاتھوں سے... سنبھالا۔ روز بھی اگر روال... نکلا۔

عوض۔ قصاص۔ پاداش۔ دیکھا تو اُس جوان کا پتہ نہیں۔ میری متعجب نگاہ اُس جانب...

وہ مقام خالی پڑا ہے۔ مجھے بخوبی روشنی ہو گیا کہ یہ آواز اسی جوان کی تھی۔ ڈوٹن سنٹ
بعد جب ہیلنا کی طبیعت راستی پر آئی اور اُس بخودی میں کمی ہوئی جس نے اُس کو
بے حس و بے حرکت کر دیا تھا تو اُس نے بڑے ضبط کے ساتھ اپنے اندر دلی جوش کو
روکا۔ مگر نگاہیں اُس جوان کی تلاش میں رہیں۔

میں نے اُسکی آنکھوں میں ایک رکا بہت سے پوچھا۔
کیون ہیلنا۔ ۹ مزاج کیسا ہے جس کی صورت دیکھ کر تمہیں ہول سا گیا تھا وہ
کسی کام آیا۔ اب کہاں ہے۔ ۹

ہیلنا نے میرے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ اس وقت اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ معلوم
ہوتا تھا اُس کے جسم میں خون نہیں ہے۔ اُس کی غیر حالت سے مجھے بھی خوف
پیدا ہوا اور فکر ہو گئی اگر کچھ دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی تو ممکن ہے اس کی
روح نفس غصہ سے پرواز کر جائے یا دق ہو جائے تو تعجب نہیں۔
جس وقت ہم لوگ گرجے سے نکلے ہیں انچ چلے تھے۔ ساحت گنتی بظلمت
کی کسلی چھپی ہوئی تھی۔ میدانوں۔ سڑکوں پر ہیناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گرجے
میں سوائے ہم تین افراد کے اور آدمی کی بوتلک نہیں باقی جاتی تھی۔ جس روز
اور ہم مشکل ہیلنا کو پاؤں سے میدان میں پہنچے۔ اتنے میں ایک عظیم و عظیم
شخص الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی کی صورت بنا۔ ڈھیلا پتلون اور سائیکل نما
انگریزی ٹوپی پہنے چلتا۔ سیٹی بجا تا خالی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آگلا۔ اور
میرے قریب پہنچ کر بولا۔

”آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟“

میں نے جواب دیا۔ گارڈن صاحب کے بنگلہ میں۔ وہ بولا۔ گارڈن صاحب
تو مجھے جانتے ہیں۔ مجھ سے اور اُن سے بڑی رسم ہے۔ اگر آپ کو کسی قسم کی عانت
درکار ہو تو میں کر سکتا ہوں۔ آپ کے ہر کام میں مدد دینے کو

اُس نوادہ کی باتوں نے مجھے عجیب گتھی میں ڈال دیا۔ میں نے سوچا کہ
ہیلنا کے ناسازی مزاج کی خبر اسے کیونکر لگی۔ اور اس طرح جان نہ پہچان

بڑی خالصہ معلوم کا مطالعہ کیا۔ کچھ سمجھ نہیں نہین آرا۔ کیوں میرے ساتھ تھوڑی جتنا رہا ہے۔ کیوں یا رنار بننے کی ہوس اسے دانسیک ہوئی۔ گزریا دہ فقیٹش کی مراد نہ تھی۔ ہیلینا کی بیماری سے باخبر یازن بھول گئے تھے۔ چاہتے تھے کسی طرح اسے ننگلہ کسا جو پڑاویں۔ حرف اتنا ہی تھا۔

”جناب کا مکان کہاں ہے؟“

وہ زمین یہاں کے ایک آفس میں کام کرتا ہوں۔ یہیں قریب ہی تو مکان ہے۔
 یہ تو ایک گاڑی سے آؤں۔

یہ تو ایسا کاٹھی کے آون
 میں نے شکریہ ادا کیا اور جواب دیا۔ آپ کا اس طرح ایک اجنبی کے ساتھ
 ہمدردی ظاہر کرنا ضرور اس قابل ہے کہ میں آپ کو فخر کی وجہ سے دیکھوں اور
 آپ کا بال بال عنون ہوں۔ بہر حال میں آپ کا شکریہ ہوں۔ آپ کیون کی تعلیم
 گوارا کرتا ہوں۔ قریب ہی تو بن گیا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ سچ جانتے گئے۔
 گاڑی کی ضرورت کیا ہے۔

اجنبی گزشتہ کتاب اور ان سے پیدا ہوا۔ روز سے اسلام ہوا آئے بھی
آج تک اسے نہیں دیکھا۔ اب تو اور بھی اچھین ہوئی۔ یا ائمہ اجنبی کوں
اور گارڈن صاحبات اور اس سے ملاقات کیسی۔ یہ تو کبھی وہاں آتا جاتا
ہی نہیں۔

اجنبی کے یکایک آنے اور اُس کے حالات سے پیچیدہ ہونے سے اُن کے دل کو ایسا پرانہ کر دیا کہ قدم قدم چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ غیر خدا خدا کر کے جبر و جہد تمام کوئی گناہ کے عذاب سے بچاؤ نہ دے گا۔ نگارِ حق کے ہنگامہ تک پہنچے۔

[illegible]

جوتانی رات سے مرتب تھے۔ اگر ہم ان کی ہر ہی بات کا تھکا کہ شب کو اپنے
 کے بعد کسی بیرونی شخص کو اندر آ نہ دینا۔ سرکاری آئین کے خلاف تھا اور محنت کے
 کسی ملازم کا انتظار تک باہر رہنا بھی جرم سمجھا جاتا تھا۔ یہ قانون اور اصول جیسے پورے
 بیحد تھے۔ اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کی سہیلی اسے فکر ہوئی کہ اس خلاف ضابطہ
 کار رہا اور اسی وقت جنرل کمانڈنگ مسٹر سیک کے کانوں میں بڑا شور مچانے
 تو بہت ہی مناسب ہے۔ لیکن شب کا وقت اور یہ پتہ تھا کہ اس کے پاس
 سہیل نہیں اسٹیفن مجبور ہو گیا اور قصد کر لیا انشاء اللہ کل علی الصبح۔ اس
 سہیل نے اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کے گوش گزار کر دے گا۔
 اسٹیفن نے اسٹیفن کی غیبت کی کہ اسٹیفن نے اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کے گوش گزار کر دے گا۔
 کے بنگلے کی راہ لی۔

بنگلے میں تھیں کہ ہی واجدہ اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کے گوش گزار کر دے گا۔
 اسٹیفن نے اسٹیفن کی غیبت کی کہ اسٹیفن نے اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کے گوش گزار کر دے گا۔
 کے بنگلے کی راہ لی۔

اسٹیفن نے اسٹیفن کی غیبت کی کہ اسٹیفن نے اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کے گوش گزار کر دے گا۔
 اسٹیفن نے اسٹیفن کی غیبت کی کہ اسٹیفن نے اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کے گوش گزار کر دے گا۔
 کے بنگلے کی راہ لی۔

اسٹیفن نے اسٹیفن کی غیبت کی کہ اسٹیفن نے اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کے گوش گزار کر دے گا۔
 اسٹیفن نے اسٹیفن کی غیبت کی کہ اسٹیفن نے اسٹیفن کو یہ پتہ تھا کہ اس کے گوش گزار کر دے گا۔
 کے بنگلے کی راہ لی۔

گارڈن کو اترتے دیکھ کر پولس افسروں نے گھیر لیا اور سیٹیفن سے کہا آپ یہیں رہیں صرف سڑکارڈن اندر جاسکتے ہیں۔

سیٹیفن نے سب سے پہلے اپنے بیٹے روکنے سے روک دیا اور کہا ہے۔
 اس کا جواب بھی نہیں دیا جاسکتا۔ بہر حال آپ کو یہاں سے تیار کرنا پڑے گا۔ پولس کمشنر۔ پیرٹنڈنٹ۔ اور پولس انسپکٹر کا ایسا ہی حکم ہے۔
 سیٹیفن۔ یہ سب کہاں ہیں۔
 پولس۔ گارڈن صاحب کی کوٹھی میں۔

سیٹیفن۔ (تقریباً کہیں) کیا سب بات کیا ہے۔
 گارڈن صاحب نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے اور میں نے یہ سب سنا ہے۔
 خاموشی اختیار کر کے۔
 گارڈن صاحب نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے اور میں نے یہ سب سنا ہے۔
 گارڈن صاحب نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے اور میں نے یہ سب سنا ہے۔

یہ لکیر اٹھوں نے اپنی پاکٹ سے کارڈ نکالا۔ یہ پانچ کمشنر کے پاس بھیج دیا۔
 چھو دیو پیرٹنڈنٹ، انگو نرو، روز سے، پر وارڈ ہو گئے۔ اور ایک صاحب نے سلسلہ
 کلام کو اس طرح جوڑ دیا۔

ادھر اسٹار گارڈن نے تم کو مانی ہے۔
 چھو دیو پیرٹنڈنٹ، انگو نرو، روز سے، پر وارڈ ہو گئے۔ اور ایک صاحب نے سلسلہ
 کلام کو اس طرح جوڑ دیا۔

گارڈن صاحب نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے اور میں نے یہ سب سنا ہے۔
 یہیں بھیجی۔ میری کوٹھی میں۔
 یہ سب سنا ہے اور میں نے یہ سب سنا ہے۔

کس جا رہا۔ صبر کیا تھا۔ جب تو جھٹک رہا تھا۔ ادب ذات ستم اگر
 تو میرے ہاتھ آجاتا اور میرا اچھا لڑکھ لڑکھ لہر کے شال تار یک کو طہر کرتا۔ نہ تو جھٹک کر
 ڈسواتا۔ اور ایک ایک عضو تراش تراش کر اوپر نکال کر چھڑک کر اس کی آجہ جینا ان اہل
 کی برداشت کر لینے کی ہمت ہے۔

اسٹیفن ہیلنا کی لاش کے پاس بیٹھا رو رہا تھا۔ اتنے مین پولس سپرنٹنڈنٹ اور
 انسپکٹر اس کے مین آئے اور کچھ دیر بعد پولس کمشنر دو سر جنرل کو بھی بلا کر لایا۔ یہ سب
 اس کے کمرے میں آئے۔ لاش کا معائنہ کیا اور انسپکٹر سے کہا۔

انسپکٹر نے جواب دیا یقیناً یہ وہی ہے جسے کچھ عرصہ پہلے یہاں لایا تھا۔ یہ کھانا
 کی جانب منظر تھا۔ اسٹیفن بولا۔

”یہ تو اس کی لاش ہے۔ یہ تو اس کا کمرہ ہے۔ یہ تو اس کا صبر کش روم ہے۔ یہ تو اس کا
 کچے مین ہے۔ یہ تو اس کا کمرہ ہے۔ یہ تو اس کا صبر کش روم ہے۔ یہ تو اس کا کچے مین ہے۔
 اب مراد لی۔ مراد لی کہ اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں
 نقاشی کرتے ہوئے اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں

چالیس صاحب کے کہ اس کا کمرہ اہل نہیں ہیں۔ اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں
 اس کو کوئی سزا دی جائے گی۔

اس نے مین اسٹیشن کا ایک چور سی آیا اور اس سے کہہ دیا کہ اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں
 ج صاحب کا ایک چور سی آیا اور اس سے کہہ دیا کہ اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں

اسٹیفن نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں اس کے کمرے میں
 یکشنبہ۔ دوپہر کا شام

مسٹر اسٹیفن
 ہنری سے نہیں کہہ سکتے۔ اس کے اوزار اور دواؤں کا کلاس فیکس ہوتا تھا
 صبر باقی ہوئی۔ غلط

ایک کسانہ ادق

ہلٹن

اس نکال دینا کہ امیر مجاہد ہے۔ کیا ہوا۔ خیر تو ہے۔

اسٹیفن۔ چھوٹا بچہ کائنات پر شیریں سر سم کھا کر مر گیا۔

اجنبی۔ (افسوس کے لہجے میں) کون ہنری با آہ اسنے کیونہ خود کشی کی ہنری تو

ماشا اللہ بہت ہی سعید رکھا تھا عقل و دیانت سے رہا است میں کس طرح ہاتھ پیر

حیف کیا اسنے زہر کھا لیا۔

بکیر اجنبی وہاں سے سرعت کے ساتھ لہجے لہجے ڈگ رکھتا ہوا کسی طرف

چل دیا۔

اسٹیفن نے گھر کو طرف عداوت کی۔ اجنبی کو طبع سے کچھ میں مسافت طر کی ہوگی

کہ سامنے۔ اس کا چہرہ ان کے چہرے سے مختلف تھا۔ اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

سے کہا تم جو کچھ کہتے ہو سنا ہے۔ دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔ اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

گاڑی مسٹر اسٹیفن کے چہرے پر لگا کر اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

چیرا سی نے لکٹ کر خیزی مسٹر اسٹیفن کے گھر کی لڑکی صاحبہ اور روزقیون اسوقت

لکٹ کر اس کے چہرے پر لگا کر اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

نور اللہ کے چہرے پر لگا کر اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

دفن کر دیا گیا۔

چیرا سی نے لکٹ کر خیزی مسٹر اسٹیفن کے گھر کی لڑکی صاحبہ اور روزقیون اسوقت

لکٹ کر اس کے چہرے پر لگا کر اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

نور اللہ کے چہرے پر لگا کر اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

دفن کر دیا گیا۔

چیرا سی نے لکٹ کر خیزی مسٹر اسٹیفن کے گھر کی لڑکی صاحبہ اور روزقیون اسوقت

لکٹ کر اس کے چہرے پر لگا کر اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

نور اللہ کے چہرے پر لگا کر اسٹیفن نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا

دفن کر دیا گیا۔

مسٹر اسٹیفن! س

ہنری کے قوت ہونے سے سب اٹھ بگڑ گیا
گھڑ کیا بگڑ گیا بن سراسر بگڑ گیا

اسٹیشن - خدا سے بہت نصیب کرے۔ واقعی بہت ہی سعید تھا فلک اس کی
ہر دلعزیزی دیکھ کر جل مرا۔ ابھی بادشاہ احمد علی کیا تھی۔ شرہ اٹھارہ برس کا سن و سال
دودھ کے دانت بھی نہ اُٹھ رہے ہونگے۔ افسوس سے

عالم طفلی مین ہنگامہ فریاد آیا
ابھی کچھ جینے نہ پایا تھا کہ جبکا د آیا

درحقیقت وہ نہیں مرا بلکہ آپ کی زندگی مردہ ہو گئی۔ آپ پر تو غضب کا ستم ٹوٹ پڑا
سننے والوں کا کلیہ پاش پاش ہوا جاتا ہے۔

کلیجہ منہ کو اٹے دل پھٹ کر اٹھے جگر تر پے
یہ وہ صدمہ ہے جو دنیا میں دلوں کو پہنچتا ہے

گر کیا کیا جائے خدا کی عزت کا اصرار کیجئے۔

پہلٹن - (آئینہ بھکر) مین نے سنا ہے کہ مسٹر گارڈن سے اور آپ بہت کچھ ربط و
ضبط ہے۔ آپ ذرا کلیہ سے کہیں۔ یہ تو کتنا کہ مسٹر گارڈن اور میں نے کہا میں
ڈال دین۔ اور ساتھ ہی یہ کہہ دوں کہ مسٹر ہیلز کی بے وقت موت سے
میں بہت ہوش نگاہی۔ اپنے پیر کے غم میں مجھ کو الجھاس تھے ہی ہیلز کی موت نے
میں نے کچھ کچھ کے پرچے پرچے اور اڑا دیے۔ یہ سب کچھ کہنا ہے۔ تیا ہوں انھیں
مسٹر گارڈن کو دیتے کیے گا۔ کہہ دوں گا۔ کچھ گاہ کسی شخص کی نگاہ ان کا غذا ست پر
نہ پڑ سکے۔

یہ کہہ کر انھوں نے بکس سے کاغذارہ نکال کر اسٹیشن کے ہاتھ میں دیا
اسٹیشن پر پہنچے کہ مسٹر گارڈن کی سرنجھی سوار ہو گیا کو جوان کے پٹ بند کرنے
سے اسٹیشن کے ہاتھ میں دے گا اور وہاں کے مسٹر گارڈن سے کہہ کر پٹارہ کیے
گئے۔ اسٹیشن پر پہنچے۔ اسٹیشن سے پھر آئے۔ اسٹیشن پر پہنچے۔ اسٹیشن پر پہنچے۔
اسٹیشن پر پہنچے۔ اسٹیشن پر پہنچے۔ اسٹیشن پر پہنچے۔ اسٹیشن پر پہنچے۔

دلوں پر جیتے جاتے ہیں۔ تعجب نہیں یہاں تک کہ ان کے دل نہ کھلے۔

دوسرا سبب میرے قیاس میں آتا ہے۔ کہ تمام لوگ جاہل اور قابل اعلیٰ اور ادنیٰ یقینی سمجھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ کا دلی ارادہ ہے کہ مذہب اور رسم و رواج میں مداخلت کرے اور سب کو یکساں کر دے اور کیا مسلمانوں کے مذہب اور اپنے ملک کی رسم و رواج پر لاڈ الے اور سب سے بڑا سبب ملک میں بے چینی کا یہی ہے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ہماری گورنمنٹ کے احکام بہت آہستہ آہستہ منظور میں آتے ہیں۔ اور جو کام کرنا ہوتا ہے رفتہ رفتہ ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے دفعتاً جبراً دین بدلنے کو نہیں کہتے مگر جتنا قابو پائے جائیں گے اتنی اتنی مداخلت کرتے جائیں گے۔ ان لوگوں کے دلوں میں یہ بات بھی سمجھی ہوئی ہے کہ ہماری گورنمنٹ کا یہ مذہب بدلنے کی تحریک نہ کرے گی بلکہ خفیہ تدبیریں۔ اس قسم کی ہونگی جن سے مذہب پر جوٹ ہو مثلاً علم عربی و سنسکرت کا اور دکن میں اور ایک ایک ملک کو ایک سو ایک بھرمار سے مفلس و محتاج بنانا اور ان کے مذہب کا بدلنا۔ مذہب ہے اس کے مسائل سے واقف کر کر اپنے دین و مذہب کی کتابیں اور مسائل اور غلط کو ترویج دینا اور لوگوں کو بے دین کر دینا۔

تیسرا ایک خط سارا میں پتہ لگا کر کم عمر عیسائی کے گئے وہ تمام اضلاع مغربی و شمالی ہند کے مذہب کا ایک ارادہ کئے جاتے ہیں۔

بعض اضلاع میں تجریز ہوئی۔ کہ کچھ بھیلناؤں میں ایک شخص کے ہاتھ کاٹا ہوا دکھانا لکھا کہ جس سے ہندوؤں کے مذہب پر بڑی بھاری آج آج ایسا کی مسلمانوں کے مذہب میں اگرچہ اتنے دن نہیں رہے مگر اسکا رنج ان میں بھی پھیل گیا ہے۔ یہ کہ ہر کار ہر ایک کا مذہب لینے پر آمادہ اور ہر طرح پر اسکی تدبیر میں ہے۔

اور زیادہ تر احتمال تو یہ ہے کہ جو شہرہ آفاق عین باوری صاحبان اسے ایڈمنڈ نے دارالامارہ کلکتہ سے عموماً اور خصوصاً سرکاری ملازموں کے پاس بھیجے جاتے ہیں۔ کہ اب تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہوگئی ہے تا برقی سے سب سے ایک ایک ہوگئی ریلوے سڑک کے سبب جگہ کی آمد و رفت یکساں ہوتی جاتی ہے۔ لہذا مذہب بھی ایک سے جو بڑا ناچا پیئے تا و قیقہ ایک ایک شین ہو جائیگا۔ مسلمانوں کی استواری و پاکداری انہو کے گی۔ اس لیے مناسب ہے کہ جو دیکھتے ہیں

باقر - کا پنور کا قصد ہے۔

سنیاسی - (سرکشیٹاٹن چٹا کر تیز نظر سے گھورتے ہوئے) کا پنور کیوں جانتے ہو بیٹا۔
باقر - (غیر کسی شک کے) انگریزوں کی حمایت کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

باقر کے اس جواب سے سنیاسی نے اس پر بھی توجہ نہیں دیکھا۔ اور اندرونی رافٹوں کی تہہ اٹھانے لگے۔ باقر نے عرض کیا۔

قبلہ کوئی ایسی بات نہ کہ جس پر آپ کا اظہارِ مین آپ سے تکلف کیا جائے؟
سنیاسی - تو مجھ پر غور کر کے انداز میں توقف کا ہے کا۔

باقر - جناب مجھے کیا جانیں۔ کچھ کام بائندہ ہوں۔ میرے بزرگ مہاجرین پیشہ کرتے تھے۔ سرکاری نوکری میں کام کرتے تھے۔ اس وقت انگریزوں کی غارتگری غیر کی ضرورت ہے اس لیے مجھے طلب کیا ہے۔

سنیاسی - معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس ہے ہو۔ مجھے بھی کچھ سنا ہے۔ یہ سنا ہے کہ روز ہوئے ہیں۔ انگریزی لشکر میں رسد کا انتظام معقول ہے۔ یہ سنا ہے کہ انھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ کسی شخص کے ہاتھ میں ہتھیار نہیں ہے۔ دروغ بیانی سے کام لیا۔ اور اصلی راز یہ ہے کہ سنیاسی ہوں۔ مجھے ان کے باقر سے مل کر کام ہے۔ کام چلے گا۔

باقر خان نے دیکھا یہ سنیاسی معمولی شخص نہیں ہیں۔ انگریزی لشکر کی خبر ان سے چھپی نہیں۔ بڑے قیاس شناس بزرگ ہیں۔ کس طرح ہماری اندر کی کیفیت تارو لگے اور دل کے پردوں میں چھپی ہوئی باتیں ان کے ہاتھ سے نکال دیں۔
”میرے قیاس شناس بزرگ ہیں۔ ان کے ہاتھ سے ان کے اندر کی باتیں نکال دیں۔ اگر آپ میری گستاخی کو بزرگانہ شہادت سے منسوب کریں تو میں اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔“

سنیاسی - (بے اختیار ہنسے ہوئے) یہ بات تو سنا ہے کہ ان کے ہاتھ سے ان کے اندر کی باتیں نکال دیں۔

باقر - آپ نے سنیاسی کے ہاتھ سے ان کے اندر کی باتیں نکال دیں۔
سنیاسی - (بے اختیار ہنسے ہوئے) یہ بات تو سنا ہے کہ ان کے ہاتھ سے ان کے اندر کی باتیں نکال دیں۔
موجودہ سنیاسی کی ہنرورستہ ہست میں سے ان کے ہاتھ سے ان کے اندر کی باتیں نکال دیں۔
سنیاسی - (بے اختیار ہنسے ہوئے) یہ بات تو سنا ہے کہ ان کے ہاتھ سے ان کے اندر کی باتیں نکال دیں۔

کئی دنوں تک انہوں نے بھین و کچھ کر رکھیں گے لیکن۔
 یہ کہہ کر کس سے لڑنے کیلئے نکالی گئی جس میں درج تھا۔
 ہاتھ دیاں پر لاشیں ڈھائی گئیں۔ ہر شخص نے کس کے کشتہ مقرر کیے گئے ہیں۔
 سرکار کمپنی سے پیش پیش ہے چونکہ وہ سرکار کمپنی کے ہاتھ میں لاشیں ڈھائی گئیں۔
 ہو چکے ہیں۔ سرکار کمپنی کے ہاتھ میں لاشیں ڈھائی گئیں۔
 کوہن اور مالک شمالی و مغربی تھیں اور باغیوں نے جو کچھ لاشیں ڈھائی گئیں۔
 بچے اور کچھ لاشیں ڈھائی گئیں۔ اور ان ناپسندیدہ لاشوں کو ہر ہمیشہ
 نظر رکھیں۔ تعجب نہیں کہ ہر دور میں ہر دور۔ یہ عقیدہ نانا صاحب باجی راؤ نانی کا پسر بننے جو
 سرکار کا خطرناک دشمن ہے پیش قدمی کر بیٹھے۔ کیونکہ اُسے ذفرہ جنگ فراہم کر لیا ہے۔
 اُسکو راستی پر لانا اور سرکار کا اقتدار اُس کے دل پر نقش کرنا باقر خان کا کام ہو گا کہ کمین
 اُسے علم بناوٹ بلند کیا تو سرکار کے ہاتھ میں ہوتی ہو جائے گی بال فعل ہماری اتنی
 ہی غرض ہے کہ باغیوں پر قابو پالیں۔ سرکار کے ہاتھ میں ہوتی ہو جائے گی۔
 ہاتھ میں ہوتی ہو جائے گی۔ ہاتھ میں ہوتی ہو جائے گی۔
 واپس جا کر رہیں ہوتے گئے۔ زیادہ تر خوش اس بات کا تھا کہ انہوں نے اس کے ہاتھ میں ہوتے گئے۔
 کشتہ میں ہوتے گئے۔ ہاتھ میں ہوتے گئے۔ ہاتھ میں ہوتے گئے۔
 قوت میں ہوتے گئے۔ ہاتھ میں ہوتے گئے۔ ہاتھ میں ہوتے گئے۔
 کو اچھے نہ دین گئے۔

باب تیسرا

”جاگڑوں اور میکیم“

باقر خان رسالہ درجنل ہیگ سے رخصت ہو کر ڈاک بنگلے میں آیا۔ اس کا رہا
 ملازمین سے اس کے تمام واسائش کا سامان کیا۔ کچھ دنوں کے بعد
 سو رہا اور رشاد کو انگریزی لباس پہن کر تھانہ فری کو لے گیا۔
 کشتہ میں ہوتے گئے۔ ہاتھ میں ہوتے گئے۔ ہاتھ میں ہوتے گئے۔
 قوت میں ہوتے گئے۔ ہاتھ میں ہوتے گئے۔ ہاتھ میں ہوتے گئے۔

تم جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ فراموش کر دیا ہے۔
سننا پڑ گیا ہے۔

یہ کہیں سے لیا گیا ہے۔ ہوتا ہوا۔ اور کیا دوسری بات ہے کہ۔ ہاں بھی شبہ پان
جھاڑی سے لیا گیا ہے۔ اور کیا دوسری بات ہے کہ۔ ہاں بھی شبہ پان

وہاں سے لے کر اس کے بعد ہر ایک پر کام فرمایا۔ پھر اس کے بعد اس کے

گاریٹون اور

[illegible]

68697

میں نے اس کے لئے ایک اور نسخہ بھی لکھا ہے۔

فت

...the ...

1. The first part of the document is a list of names and their corresponding dates. The names are: "John Doe", "Jane Smith", "Bob Johnson", "Alice Brown", "Charlie White", "David Green", "Eve Black", "Frank Gray", "Grace Pink", "Henry Blue", "Ivy Yellow", "Jack Purple", "Karen Red", "Leo Orange", "Mia Silver", "Noah Gold", "Olivia Bronze", "Pete Copper", "Quinn Iron", "Rory Tin", "Sam Lead", "Tina Zinc", "Uma Nickel", "Victor Platinum", "Wendy Silver", "Xavier Gold", "Yara Bronze", "Zoe Copper", "Adam Iron", "Eve Tin", "Frank Lead", "Grace Zinc", "Henry Nickel", "Ivy Platinum", "Jack Silver", "Karen Gold", "Leo Bronze", "Mia Copper", "Noah Iron", "Olivia Tin", "Pete Lead", "Quinn Zinc", "Rory Nickel", "Sam Platinum", "Tina Silver", "Uma Gold", "Victor Bronze", "Wendy Copper", "Xavier Iron", "Yara Tin", "Zoe Lead". The dates are: "1990-01-01", "1990-02-01", "1990-03-01", "1990-04-01", "1990-05-01", "1990-06-01", "1990-07-01", "1990-08-01", "1990-09-01", "1990-10-01", "1990-11-01", "1990-12-01", "1991-01-01", "1991-02-01", "1991-03-01", "1991-04-01", "1991-05-01", "1991-06-01", "1991-07-01", "1991-08-01", "1991-09-01", "1991-10-01", "1991-11-01", "1991-12-01", "1992-01-01", "1992-02-01", "1992-03-01", "1992-04-01", "1992-05-01", "1992-06-01", "1992-07-01", "1992-08-01", "1992-09-01", "1992-10-01", "1992-11-01", "1992-12-01", "1993-01-01", "1993-02-01", "1993-03-01", "1993-04-01", "1993-05-01", "1993-06-01", "1993-07-01", "1993-08-01", "1993-09-01", "1993-10-01", "1993-11-01", "1993-12-01", "1994-01-01", "1994-02-01", "1994-03-01", "1994-04-01", "1994-05-01", "1994-06-01", "1994-07-01", "1994-08-01", "1994-09-01", "1994-10-01", "1994-11-01", "1994-12-01", "1995-01-01", "1995-02-01", "1995-03-01", "1995-04-01", "1995-05-01", "1995-06-01", "1995-07-01", "1995-08-01", "1995-09-01", "1995-10-01", "1995-11-01", "1995-12-01", "1996-01-01", "1996-02-01", "1996-03-01", "1996-04-01", "1996-05-01", "1996-06-01", "1996-07-01", "1996-08-01", "1996-09-01", "1996-10-01", "1996-11-01", "1996-12-01", "1997-01-01", "1997-02-01", "1997-03-01", "1997-04-01", "1997-05-01", "1997-06-01", "1997-07-01", "1997-08-01", "1997-09-01", "1997-10-01", "1997-11-01", "1997-12-01", "1998-01-01", "1998-02-01", "1998-03-01", "1998-04-01", "1998-05-01", "1998-06-01", "1998-07-01", "1998-08-01", "1998-09-01", "1998-10-01", "1998-11-01", "1998-12-01", "1999-01-01", "1999-02-01", "1999-03-01", "1999-04-01", "1999-05-01", "1999-06-01", "1999-07-01", "1999-08-01", "1999-09-01", "1999-10-01", "1999-11-01", "1999-12-01", "2000-01-01", "2000-02-01", "2000-03-01", "2000-04-01", "2000-05-01", "2000-06-01", "2000-07-01", "2000-08-01", "2000-09-01", "2000-10-01", "2000-11-01", "2000-12-01", "2001-01-01", "2001-02-01", "2001-03-01", "2001-04-01", "2001-05-01", "2001-06-01", "2001-07-01", "2001-08-01", "2001-09-01", "2001-10-01", "2001-11-01", "2001-12-01", "2002-01-01", "2002-02-01", "2002-03-01", "2002-04-01", "2002-05-01", "2002-06-01", "2002-07-01", "2002-08-01", "2002-09-01", "2002-10-01", "2002-11-01", "2002-12-01", "2003-01-01", "2003-02-01", "2003-03-01", "2003-04-01", "2003-05-01", "2003-06-01", "2003-07-01", "2003-08-01", "2003-09-01", "2003-10-01", "2003-11-01", "2003-12-01", "2004-01-01", "2004-02-01", "2004-03-01", "2004-04-01", "2004-05-01", "2004-06-01", "2004-07-01", "2004-08-01", "2004-09-01", "2004-10-01", "2004-11-01", "2004-12-01", "2005-01-01", "2005-02-01", "2005-03-01", "2005-04-01", "2005-05-01", "2005-06-01", "2005-07-01", "2005-08-01", "2005-09-01", "2005-10-01", "2005-11-01", "2005-12-01", "2006-01-01", "2006-02-01", "2006-03-01", "2006-04-01", "2006-05-01", "2006-06-01", "2006-07-01", "2006-08-01", "2006-09-01", "2006-10-01", "2006-11-01", "2006-12-01", "2007-01-01", "2007-02-01", "2007-03-01", "2007-04-01", "2007-05-01", "2007-06-01", "2007-07-01", "2007-08-01", "2007-09-01", "2007-10-01", "2007-11-01", "2007-12-01", "2008-01-01", "2008-02-01", "2008-03-01", "2008-04-01", "2008-05-01", "2008-06-01", "2008-07-01", "2008-08-01", "2008-09-01", "2008-10-01", "2008-11-01", "2008-12-01", "2009-01-01", "2009-02-01", "2009-03-01", "2009-04-01", "2009-05-01", "2009-06-01", "2009-07-01", "2009-08-01", "2009-09-01", "2009-10-01", "2009-11-01", "2009-12-01", "2010-01-01", "2010-02-01", "2010-03-01", "2010-04-01", "2010-05-01", "2010-06-01", "2010-07-01", "2010-08-01", "2010-09-01", "2010-10-01", "2010-11-01", "2010-12-01", "2011-01-01", "2011-02-01", "2011-03-01", "2011-04-01", "2011-05-01", "2011-06-01", "2011-07-01", "2011-08-01", "2011-09-01", "2011-10-01", "2011-11-01", "2011-12-01", "2012-01-01", "2012-02-01", "2012-03-01", "2012-04-01", "2012-05-01", "2012-06-01", "2012-07-01", "2012-08-01", "2012-09-01", "2012-10-01", "2012-11-01", "2012-12-01", "2013-01-01", "2013-02-01", "2013-03-01", "2013-04-01", "2013-05-01", "2013-06-01", "2013-07-01", "2013-08-01", "2013-09-01", "2013-10-01", "2013-11-01", "2013-12-01", "2014-01-01", "2014-02-01", "2014-03-01", "2014-04-01", "2014-05-01", "2014-06-01", "2014-07-01", "2014-08-01", "2014-09-01", "2014-10-01", "2014-11-01", "2014-12-01", "2015-01-01", "2015-02-01", "2015-03-01", "2015-04-01", "2015-05-01", "2015-06-01", "2015-07-01", "2015-08-01", "2015-09-01", "2015-10-01", "2015-11-01", "2015-12-01", "2016-01-01", "2016-02-01", "2016-03-01", "2016-04-01", "2016-05-01", "2016-06-01", "2016-07-01", "20

[illegible]

6. *Phragmites* spp. (Poaceae)

[illegible]

لاکھوں روپے پر صرف کوئی کچھ ہی رقم تھی۔ کہ یہ رقم اسے بہت سی تھی۔ اس لیے اس نے باغ باغ
 لیغ کو اپنی رائے سے بیچ دیا۔ اور اس کی رقم اس نے اپنے دل کے لیے رکھ لی۔
 دل چاہتا تھا کہ اسے اپنے دل کے لیے رکھ لے۔ اس لیے اس نے اپنے دل کے لیے رکھ لے۔
 نوآردن کی نو بہنوں نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 شیریں کے اشعار سے اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 اور دماغوں کو منسلک کر دیا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 روش پر ہوا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 عجیب و غریب کیفیت پیدا کر رہی تھی۔

اس رفیع اثر قہر کو اپنی کوششوں سے وہ کامیاب کر کے باقر خان کی کارڈن کی
 حوصلہ ملی۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 میکس کے دفتر کے افشا کر دینے کی دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 چاہتا ہے۔ پھر اس وقت اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 مطلب سیدھا نہیں ہو سکتا۔
 پر ہر جگہ اس سے کہا۔

گاڑی ڈاکٹر کے پاس لے گئی۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔

پھر اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 اپنی رپورٹیں اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 کہ اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 پر جس سے اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 کے اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔
 اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ اور اس نے اسے دیکھا۔

ہے۔ اسی بد معاش کی وجہ سے جا بجا لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ اکثر سڑکیں میری کانام لیتا ہے
خدا جانے اس نام میں کیا جادو ہے اور کیوں اسکی یاد اسنے دلستوار کر دلا یا کرتا ہے۔ اگر کہیں
اُس سے ملے گا پھر ہو جائے یا اسکا پتہ پہنچے تو فوراً مجھے خبر دینا۔

باقور خان کے بچے کو اسنے اپنے کمرے میں لے جاکے بستر پر لیٹ رہا خیالات کا تہ تیہ کرتا تھا۔
خدا تو میری مدد کرنا۔ بڑے فضل ستارے ہیں۔ اپنے بھائی کے فرض سے سبکدوش ہو سکوں گا۔
گو مجھے خواب میں بھی امید نہیں۔ لارڈ کینگ نے نانا کو بغاوت کا بانی سبانی سمجھ کر اوپر
سخت نظر کے ساتھ رکھا ہے۔ معامیہ بتا رہا تھا اگانا بھی اسے اسکی بے وفائی پر غصہ ہے۔
اور نہ آج تک میرے خیال میں کسی کو اسکی خبر ہوگی کہ یہ شخص مجھ سے کتنا وابستہ ہے۔ مجھے
بھی آج ہی اس سے خبر ہو گیا۔ گورنمنٹ کے پاس اس نے خط لکھ کر دیا ہے۔ اسنے میری
سینکھائی ہوئی۔

اس طرح امیدواروں کے غرضتہ بھول باقری انکھوں کا سامنے کھینکے جنکی رمانی
خوشیوں سے اسنے اپنے دل پر غلبہ کر لیا۔

اس وقت کے حالات یہ تھے کہ لارڈ کینگ نے باقر خان سے ملنے آئے کیونکہ
انہیں یہ علم تھا کہ باقر خان نے اسکا نام لگایا ہے۔ اسنے اسکا کھنڈہ ہوا کر جان آئے ہیں۔
خافصا جسنے اسی انگریزی وضع اور انگریزی زبان میں اپنے احوال بیان کیے تھے۔
باقر خان نے اسکا نام لگایا ہے۔ اسنے اسکا نام لگایا ہے۔ اسنے اسکا نام لگایا ہے۔
ہیں مگر خود کو کسی طرح جھٹکیں انگریزوں سے کم نہیں۔ کچھ عرصہ پہلے اسنے اسکا نام لگایا ہے۔
جاسوسی کے لیے اپنی ڈیوٹی پورہ فیل ہوئے۔ اور انھوں نے اسکا نام لگایا ہے۔
جنرل ہیکس نے اسکا نام لگایا ہے۔ اسنے اسکا نام لگایا ہے۔ اسنے اسکا نام لگایا ہے۔
اور تانتیا توپی کا ذکر چھپو۔ اسکا نام لگایا ہے۔ اسنے اسکا نام لگایا ہے۔
کیفیت میں کسی دور کی بھی جنرل مہاراجہ کے کان میں ڈال دی۔ انگریزی میں وہاں
میں بانی پیدا ہوئے ہوتے ہیں۔ اسنے اسکا نام لگایا ہے۔ اسنے اسکا نام لگایا ہے۔
تراسے بھرتے ہیں جسے اسکا نام لگایا ہے۔ اسنے اسکا نام لگایا ہے۔
کس قدر مزہ تھاری دیکھ رہی تھیں ہوئی۔ یہ کہ کان نہیں ہے ہمارے۔

جنرل مہاراجہ کے رویے میں حرکت ہو گئے۔ بڑی دیر تک غوطے میں رہے پھر جب

زادے سر اٹھایا تو فرمایا۔

رسالہ اصرار صاحب نے فرمایا کہ یہ ہے گزشتہ بار میں اور استقلال سے کام لیا جائے تو اس آشوب اور فتنہ کو چھل سے نکلے رکھ سکے ہیں۔ ٹھہرانے کا کام نہیں ہے قحط و قائل سے کام لیا جائیگا۔ تو ساری مصیبت و آفت یکدم مین کا فور ہو جائے گی ظالمان بد کردار یہ تہہ گناہ گار ہوئے ان کے لئے یہ ہے کہ یہ بدکیش تانیتا کون پیدا ہو گیا۔ مین نے تو اس پر بھی ہنس دیا کہ یہ تو بہت ہی عجول انتظام ہوگا۔ مگر ان کینہ و رن کے لئے کچھ حال اچھی طرح کرتے رہے گا۔

باقی خان رسالہ اصرار صاحب کا استقلال اور سخن سنہی دیکھ کر چھوٹے نہ سہائے صدق عقیدت سے بعض موصوف کی تعریف کرتے ہوئے اپنے دیر سے پرانے اور گورنر جنرل لارڈ کینگس کی خدمت میں بھی اسی قسم کی ایک مہر و ضہ لکھ کر بھیج دیا۔ اس میں بھی لکھا کہ اگر وہ فتنہ و فساد کے باقیہ و عاقبت لکھ کر مین یقین اور اتھاک بھی کرواتا اقدس ضروران کاٹھو کیونکر غور و تحقیق ملاحظہ کریں گی۔ تاہم اگر اعلیٰ حضرت کے مکتوب اقبال کی تائید کے لئے یا اگر وہ صبر و استقامت میں دوسرے ہو جائے۔ فقط

وزاد ابرہہ سلطنت انگریزی

باقی خان رسالہ اصرار

خدا کی عزت کے لئے کہ یہ ہے کہ اگر وہ اس کا تہہ گناہ گار ہو جائے تو اس آشوب اور فتنہ کو چھل سے نکلے رکھ سکے ہیں۔ ٹھہرانے کا کام نہیں ہے قحط و قائل سے کام لیا جائیگا۔ تو ساری مصیبت و آفت یکدم مین کا فور ہو جائے گی ظالمان بد کردار یہ تہہ گناہ گار ہوئے ان کے لئے یہ ہے کہ یہ بدکیش تانیتا کون پیدا ہو گیا۔ مین نے تو اس پر بھی ہنس دیا کہ یہ تو بہت ہی عجول انتظام ہوگا۔ مگر ان کینہ و رن کے لئے کچھ حال اچھی طرح کرتے رہے گا۔

بنگہ تک پہنچنے میں کوئی ہم سفر نہ ہوئے۔ دربار سے آکر تاجدار اپنے
 لئے کی غرض دریافت کی۔

رسلو اور باقر خان نے اپنا نام اور پتہ نہیں بتایا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 کہ ایک ایک میں ایک ایک خاص پہاڑ پر پہنچے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 شامل۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 گارڈن۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ملاقات سے آپ کو جت پر پہنچا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔

جنرل منٹ پور نے ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔

تھیں جنکی شویان ناز۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔

کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔

مرحمت تو ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔
 ہے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔

اس کے چاروں طرف تھلی سے منہ لے کر ہوتی تھیں کہیں کہیں سیلاب، انھیں نہ پہچان سکتے تھے اور ایک کرسی پر ایک انگریز بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سالہا سالہ، کہہ رہے تھے ہی انگریزوں کو یہ خود شہر کا رہنما ہی نہیں۔

گارڈن کی عمر تقریباً پچاس سال کی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ پر ایک گلابی رنگ کا مٹکا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ گلابی رنگ میری عمر کی علامت ہے۔

باقی رہا وہ سالہا سالہ کوئی ایک گلابی رنگ کا مٹکا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ گلابی رنگ میری عمر کی علامت ہے۔

باقی رہا وہ سالہا سالہ کوئی ایک گلابی رنگ کا مٹکا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ گلابی رنگ میری عمر کی علامت ہے۔

گارڈن۔ آپ کس فرقہ سے تشریف لائے۔

باقی رہا وہ سالہا سالہ کوئی ایک گلابی رنگ کا مٹکا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ گلابی رنگ میری عمر کی علامت ہے۔

آپ ہی مشہور ہیں۔

گارڈن۔ ہاں۔

باقی رہا وہ سالہا سالہ کوئی ایک گلابی رنگ کا مٹکا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ گلابی رنگ میری عمر کی علامت ہے۔

گارڈن۔ کس لیے؟

باقی رہا وہ سالہا سالہ کوئی ایک گلابی رنگ کا مٹکا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ گلابی رنگ میری عمر کی علامت ہے۔

آپ کی عمر کتنی ہے؟

عمر کوئی خاص نہیں ہے۔

آپ کی عمر کتنی ہے؟

آپ کی عمر کتنی ہے؟

آپ کی عمر کتنی ہے؟

آپ کی عمر کتنی ہے؟

آپ کی عمر کتنی ہے؟

باقر۔ آغون سے مجھے کہہ کر بندھ کر بیٹھ کر رہا۔ باقیں استغفار کرنا ہیں۔
گارڈن۔ شوق سے پوچھے۔

باقر۔ آجکل جس کام میں مجھے لگا ہوا ہے اس میں کوئی ایسا شہسوار کا فرما
ہے جو دل کے کھوٹے نواں اور سچ بارخار بن سکے۔ سنا ہے آپ انکی ہر طرف سے
اعانت کرنے کو طیار ہیں۔ اگر قیام دے چکے ہیں۔ اور میں بھی چاہتا ہوں کہ ہر
انکا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ اسی باب میں آپ سے کچھ شورہ کرنا ہے۔

گارڈن۔ مجھے بھی آپ کی اس بات سے کمال بخیر ہو رہی کہ آپ مسٹر بیکر
کے سچے دوست ہیں۔ اور انکی جان بچا کر رکھتے ہیں۔ کہ انکی جان بچا کر رکھتے ہیں۔
ہو کر انکی جان بچا کر رکھتے ہیں۔

باقر۔ میں نے انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ میں نے انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔
کہ انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ میں نے انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔
نام برکت ہے۔ یقیناً انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ میں نے انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔
لفظ سے کام نہ لو۔ ان کی شناخت کے لئے کافی ہے۔

باقر۔ کچھ غرض ہیں۔ اگر درست ہے باب بیکر کا۔ انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔
ہے۔ اتفاق سے مجھے یہ ہو گیا تھا بیکر نے ایک وقت ایک اسم بیکر کا نام لیا اور
کہہ رہا تھا کہ اب غرض ہے۔ میں نے انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔
گارڈن۔ آپ تو تنہا کاغذ یا نہ دے رہے ہیں۔ سنا ہے کہ آپ بیکر کے ساتھ جاتے
ہیں۔ یہ سنا ہے کہ آپ بیکر کے ساتھ جاتے ہیں۔

باقر۔ اسی باب میں ابھی سفید بنا رہی۔
سفید بن رہی کا نام ہے۔ یہی گارڈن صاحب باقر خان کا منہ تھکے گئے۔
پھر کس کس کوئی گریسی کے قریب آگے۔

باقر۔ مجھے امید ہے آپ کسی رنج سے میری ذات پر مشکوک نہ ہوں گے۔ بیکر صاحب
پہلے ایک خط ان سال کرنے والے تھے مگر بعد کے سال میں انکی جان بچا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔
کہیں ایسے غلط کام ہو گئے تو راز کشف ہو جائے گا غرض لگا رہا ہے اسلئے
آغون نے سینیٹ میری کاغذ مجھے ان پر کرادیا۔

دوستان!

آپکا دوست

گارڈن

رقم پر مدد کر باقر خان کے دوا میں عجب قسم کی گتھیاں مل گئیں جن کا سلجھانا ان کے کان سے باہر ہو گیا۔ یہ اس کے بعد میں دیکھ کر باتیں کرتا تھا کہ وہ اس وقت کے خزانہ دار تھے۔ جس وقت یہ خبر سن کر ان کے دل میں بڑی غصہ ہو گیا۔ چھوٹے سے کمرے میں بند رہ کر وہ ان کے اس قسم کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ ان کے چہرے پر سرور کے شعلے میں جھپک جھپک آنسو تھے۔ جب کچھ دیر یہاں باقی رہ گئی اور ان میں کسی قسم کی وحشت نہ ہوئی، پھر جب ایک شخص نے اُن کا بار لیکر کیا اور وقت بھی اُن کے خیال میں تبدیل ہو گیا۔ اب کیا معاملہ ہے۔ کیون جھے

[illegible]

مجلسه ۱۰۰

فضل خدا شامل حال ہو اور سرکار کمینی کا اقبال یا درہو تو یہ کس حکمت کی مولیٰ ہو، میکیر کی حرکتیں ضرور ناشائستہ ہیں۔ وہ خطرناک شخص ہے اس کے علاوہ دریافت کر لینا میرا پہلا کام ہے اس کی شرمناک برعینہ زبان اور موبہ گمانیہ کے کچھ بیروٹ لگتی ہے۔ اس روز کچھ ہتاکم بخت میں کیسی دھینکا دھینکی تھی۔ خیر اب چلتا ہوں بات شد۔ مسٹر گارڈن دیکھیں کس طرح پیش آتے ہیں۔

یہ سوچ کر اس بات پر افسوس ہو رہا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ گارڈن سے ملنے چلے جب باغ میں پہونچے حیرت انگیز دوسرے شخص کے ساتھ گارڈن میں۔ وہ اس کے ساتھ آیا۔ حیرت انگیز تھا کہ علحدہ لے گیا۔ اور خدا جانے کیا سمجھایا۔ باقرخان مطلق نہ سمجھ سکے۔ کیا کتا اور علحدہ لے جانے کا کیا منشا ہے۔

پندرہ منٹ بعد وہ دونوں شخص ہمارے دوست کو ایک دوسرے کمرے میں لے گئے۔

”حضور جا لیں۔ اسی کمرے میں صاحب اب رہتے ہوئے ہیں۔“

ہوئی تھی۔ لیکن گارڈن کا نام نشان نہ تھا۔

باقرخان نے اسی بار مسٹر گارڈن مسٹر گارڈن پکارا مگر جواب نہ ملا۔

اب اور بھی سر اس کی ہوتی رہی۔ وہ اپنے اپنے کمرے میں بیٹھ گیا۔ وحشت پیشواں کو دور کی شکوک بڑھتے ہی گئے چاہا باہر نکل جائیں ایسا نہیں چاہیے میں بند کرو یا جاؤں۔ دروازہ کی طرف بڑھے۔ دروازہ بند تھا۔ اب اس کی چیرا سی۔ چیرا سی کی دفعہ ہانک دی۔

اب اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑنے لگے۔ بے ایمانی۔ جعلیہ شرارتیں۔ بظاہر مستم بڑا ہوشیار تھا۔ اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑنے لگے۔ بے ایمانی۔ جعلیہ شرارتیں۔ بظاہر مستم بڑا ہوشیار تھا۔ اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑنے لگے۔ بے ایمانی۔ جعلیہ شرارتیں۔ بظاہر مستم بڑا ہوشیار تھا۔

تو وہ ضرور ہمارے منصوبے میں رکاوٹ ڈال دینا بھی قتل نہیں دینا۔

پہلا۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں گا رڈن صاحب حاشا اس ناشائستہ حرکت کے رد میں
نہوئے۔ اگر آپ انکا پیرس والا معاملہ نہ جانتے ہوتے تو کل بھی اس کام کو منظور نہ کرتے
اور نہ اسے قید ہونے دیتے۔ پھر بھی میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ایسے کام میں عجلت کرنا اپنے اوپر
خوابی لانا ہے۔ اتنے بڑے معاملے میں جلدی کرنا کس نے کہا ہے۔ پہلے آپ اپنی جپٹ
کی صورت نکال لیں۔ پھر اس کام میں ہاتھ ڈالیں۔ جلدی کرنا محض حماقت ہے۔

دوسرا۔ برادر اتم سمجھتے نہیں۔ اس کے ہلاک ہو جانے سے بہت بڑا نفع یہ ہے
کہ گا رڈن میرے ہاتھوں کی کھڑبلی ہو جائیگا جس بل یا ہونگا یا ڈونگا۔ اور اگر یہ حیات
رہے گا تو اس کا یہاں اور جاتی مل جائیگا۔ اور پھر وہ اپنے جیل سے نکلے گا۔ کہ یہ میرے
برادر اتم سمجھتے ہیں کہ میں جیل کی پٹ سے نفرت کرتا ہوں۔ جب تک اس پھنسی چڑیا
کو لکڑی کے پنجرے میں بند نہ رکھیں تو یہ پرتو ان کے اوڑ جائے گی۔ اور ہمارے رازوں
پر پردہ اٹھادگی اس وقت کچھ نہ بڑے ڈسبنے گی۔ اور مفت میں ہم لوگ رحمت
میں پھنس جائیں گے۔ گا رڈن تو خوشی اسی میں ہے۔ یہ قید رکھا جائے قتل نہ کیا جا
قید کرے نہ اسے اس کی غرض کچھ اور ہی ہے۔ مجھے اسکی ذات سے نت نے خلیجان پیدا
ہوتے جاتے ہیں۔ اتفاق سے یہاں کل میں عین موقع برآ گیا ورنہ گا رڈن میری
ساری قلبی اس شخص سے کھول دیتا۔ اور تعجب نہ تھا آج میں پھانسی پر لٹکا ہوتا
اس نے شفیق آج یہ کام کر ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے کلور فارم کے سبب ابھی اسے ہوش
نہیں آیا۔ جاؤ اسی وقت جہنم واصل کرو۔ سوتے میں حلقہ پر پھجی رہے ہیں انکا سقد
آسان بات ہے۔

اس کے بعد سننا اٹھا اٹھا گیا۔ اتنے فانی کہ ان کے ہاتھ نہ تھکے۔ کون ذرا دلی
کی بات نہ گا کون بے گناہ غلط ہوتے رہے۔ کھلونے کی طرح کوٹھری میں
چپ ساکت۔ سمجھا پیمانہ عمر بڑھ چکا۔ یہ سن کر وہ جہان ہون میں کچھ موثر
قسمت کی۔ ان کے ہونے لگا۔ اس وقت میں مصیبت نے ظہور کیا۔ اسے اس سے
پتا نہ چلا کہ اسے ذاتی ہمارے اس کے کہ ہے۔ کون دستگیری کے کون شکر
پیش کیا۔ اس نے اس کے ہاتھ میں لیا۔ ہمارے میری غور سے جواب ہوئی کہ تو تک

نہ لے گا۔ کاش رحیل گارڈین میری یاد آجائے اور مجھ نوجوان کو اس غمخوار کے منہ سے
 چھوڑے۔ افسوس اپنی ضد اور اپنی غمخوارانہ کیفیت کے لیے اسے اتنا ہونا پڑا۔
 خدا جلے میکیر نے کہ ان کا بغض و عناد نکالا۔ میں تو سمجھا تھا گارڈین سے ملو گا غصہ
 نہیں نہ کہوتہ گا۔ اس مرد خدا کو اس ظالم کے ہاتھوں سے بچاؤ گا مگر خود ہی پھنس گیا۔

کیون اتنا گرانا رہے جو رفت سفر بھی

اے راہرو ملک عدم اٹھ نہیں سکتا

ہر داغ معاصی مرا اس دامن تر سے

چنانچہ سر کاغذ نم اٹھ نہیں سکتا

باقرضان کے لہجہ سے دلیوز شرارے نکلی ہی رہے تھے کہ اتنے میں رہا
 کے فضل کھلنے کی آواز آئی۔

باقراہستہ آہستہ کہہ کر گیا۔ یہ دیکھ گیا۔ آنکھیں نہ کھل سکیں ساتھ ہی

پیشانی پر کہے میں سمجھتا ہوں میں کہ کیا ہوا۔

میکیر نے ابا کے ہاتھ پر

”عبدل ذرا دیکھنا تو سر پر تو میری نالائی یہاں ہے ابا الگ رہا ہے۔ اسکی حالت

کیا ہے۔“

عبدل باقرہ کہتا ہے کہ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

رکاوٹ تو نہیں ہے۔ پھر بھی میرا ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

یہ وہ ہے کہ جس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

میں نے اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاتھ لکے ہوئے ہیں۔

خدا کو یاد کرنے لگا۔ اے رب بے نیاز اے کہیم کار ساز اس کفر کے ہاتھ سے بچائے۔ اے
معبود تیرا پیچہ بندہ کس پرست کی عانت میں ظالموں کے ہاتھ سے بچائے۔ اے رب تیرا ہے
آہ امیری فریاد اس وقت بھی بے اثر۔ میری گریہ وزاری اب تک ابے نتیجہ۔ تو ہی اپنے
عاصی بندہ کا نگران ہے۔ تیرے سوا داد فریاد سننے والا کون۔

باقردل ہی وہ بین و عائن مانگ رہا تھا۔ اتنے میں عبدل نے کلورافارم کی شیشی باقر
کی ناک کے پاس لگا دی۔ باقر سانس کھینچ کر چپ چاپ پڑا رہا۔ شیشی سے پلیدی
دفعہ کی بود باغ میں سرایت لگ گئی۔ وہ باغ غریب کی آگیاں اور آگیاں سے معلوم ہو گیا کہ یہ صرف
کلورافارم ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کسی اور زہریلی اور منشی دوا کی آمیزش ہے۔
کلورافارم کی بات میں باقر خان سے چھپے نہ تھے۔

کوئی دامن منت کے قریب باقر خان دم کھینچے ہوئے پڑے عبدل شیشی
پیسے چلایا۔ چلتے وقت اُس نے پھر ایک مرتبہ ناک پر باقر لگے اور دیکھ لیا کہ سانس کی
آمد و شد میں کچھ کمی ہوئی یا نہیں۔ اُسے معلوم ہوا شاید دم نکل گیا سانس چلتی نہیں۔
عبدل میکس کے پاس پہنچا بولا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ کا دشمن ٹھنڈا ہو گیا۔ اب آپ کو کچھ کی بکاوش کرنا پڑے گی۔
خدا سے کام بنا دیا۔ آپ سے آپ کچھ ڈاٹے ہو گیا۔

یہ کہہ عبدل کو کھڑی کے باہر نکلا اس کے ساتھ میکس بھی۔ دروازے میں قفل
لگا چلتے ہوئے انہوں نے اپنے دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ تیری رحمت سے اس مرتبہ
بچ گیا۔ چونکہ تمام دواؤں میں زہریلے دواؤں کا استعمال ہو چکا تھا۔ اس وقت بھوک کی شدت سے
کمزور بھی ہو گیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد میند آگئی۔

باب چوتھا

میں نے یہ کہنا ہی

کچھ رات سہ گئے دروازے کی کھٹک سے چار سے دوستانہ آواز آئی۔ آج
شیشی میں کچھ دواؤں کا استعمال ہوا۔ اب اس خبر سے سابقہ ہو گیا۔ شاید عبدل اور
میکس جان کے کانک آ رہے ہیں اور انہوں نے یہ کہنا ہی

مقام میں قدم رکھنے کا شایق نظر آ رہا ہو۔ کیا اُسے اپنی جان جانے کا خوف نہیں کیا۔ فہمی
کی سوا اور جو عین اُلجھاؤ میں مبتلا ہو رہا ہو۔ یہ سب کچھ کہیں کہیں نہیں وہ سمجھتا ہے میکس میسرے
فرز کا پیار اسی ہے۔ اب کی دفعہ بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ لہٰذا کہ باوجود اس کی کسی حالت میں
آرام نہیں ہے۔ انکی سرشت ہی نرمی ہوتی ہے۔ اُنکے جذبات ہی کچھ اور ہوتے ہیں
وہ مصیبت کو مصیبت سمجھتا ہے۔ آرام کو آرام شمار نہیں کرتے۔ وہ اپنی جھن کے لیے ہوتے ہیں
اپنی حسن۔ سعی و محسن خدمات سے بادشاہ وقت کے پیارے بن جاتے ہیں۔

جو ہود لکشا میدان اور فرخ بخش ہوا لکھتے ہمارے شیر کی نیت بدلتی۔ اُسے
سوچا۔ میکیر کو ساٹے پا کر مجھ سے کھلی نہ چھوڑے گا۔ جیسا کہ مکان اُسے گرفتار ہی کرنا
ہوگا۔ اس کے پاس نہ اسے چاہیے میکیر اس کی تو کوئی فکر نہیں۔ البتہ سڑ
گاڑوں کی صاحبزادی نے میری پانچویں سیدہ اس کے احسان سے ضرور سرجیب
ہون۔ بہر حال میکیر سے انتقام لینا ہے۔ کاش میں میکیر کو کڑیوں اور کڑیوں سے
خاندان شاد و مست نہ کرے تو کیا اُسے بھی دیکر کاسا حق شمار کرے؟ خالفت پر کمر باندھوں
گنہ گشتیوں کی پیر۔ بہر حال وہ یہ مقدمہ بازی میں مصروف نہ ہوگا۔ اور عجب

نہیں۔ پھر اسے میکہ کی پکار پڑے جانے۔ اور فرض کو جرم ثابت ہو گیا۔ عدالت نے دروغ کی باغی قرار دیکر جس دوام کی سزا دی تھی ایک سالہ قید اور اس وقت میں سبیلانہ کر کیا مضد دیکھا دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے کئی سالوں کے لیے گروہ کی بھی کاروائی کے لیے کام کیا۔ وہ سبیلانہ کے قلعہ پر چھوڑ دیا گیا جس کے بعد اس نے

اگر آج پہلے نہ آتی تو ممکن تھا وہ جفاکار میکس میری فتح سیاحت گئی۔ تیار۔ ایلے
میں حرکت و جدوجہد کا پتہ نہ تھا۔ اس نے مائیکس کی ہر اس طرح کی جو کچھ دینا
تھوڑے بار تیار کیا۔ زندہ و مرنے والے عیاں باخبر۔ اس کا لگ بھگ سترہ سو روپے کا
توڑنے کے لئے تیار کیا۔ لگ بھگ سترہ سو روپے کا لگا ہوا تھا۔

خیر و عین خیر است. انراست که بعد از اسرار است. که بعد از اسرار است. که بعد از اسرار است.

یہ سارے کچے کھجور، بیکری، بھانڈا، سب سے بڑا سب سے غلوں سے، ہاتھ سے اجڑا ہوا، اجنبی، غار کے رشتہ دار، سامنے بیٹے کی دکان، غلی، دشت، تار، پرکھتے غلی، جینے کی دکان پر پہنچے۔

کہا دو چار پیسے کا کچھ سودا دیدے۔ اتفاق سے سوائے ستوا اور چنے کے اور کوئی خوش چیز نہ تھی۔ ادھر جھوک تنگ کیے تھے۔ پیاس سے حلق خشک ہو رہا تھا۔ اپنے دوستوں نے غصے سے بنگے۔ خالصا صاحب نے دو تین پیسے کے ستوا اور چنوں سے پیٹ کو دھوکا دیا۔ پانی پیا۔ حواس بجا ہوئے۔ بدن میں توانائی آئی۔ دکاندار سے ہتھیار کر کے پر معلوم ہوا کہ پاس ہی پولس اسٹیشن ہے۔ دس کانسٹیبل اور ایک داروغہ رہتے ہیں مکان کے حالات دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مسٹر گارڈن کی کوٹھی میں شرب کے وقت ایک صاحب مع چند رفقا کے آئے ہیں۔ خوب دھما چوڑی مچی رہتی ہے۔

خالصا صاحب نے بوجی ار صاحب کا نام کیا ہے۔

بھئی نے کہا۔ نام تو مجھے معلوم نہیں۔ مگر میں انگریز۔

خالصا صاحب۔ میرے آقاے نعت۔ جہاں کے رہا میں ملازم ہوں آج کل یہاں آئے ہوئے ہیں۔ مگر کیا کریں گے ان کے آنے کے بعد ہی مکان پر چوری ہو گئی تھی اسی لیے میں میکس صاحب کو بلا کر آیا تھا۔ خیر تو ایک کام کر سکتے تھو۔ یہ لایو ایک واپس کی مٹھائی چکھنا۔ ذرا تھو۔ ساتھ چلو۔ سڑک پر بگڑے رہنا جب صاحب بہادر نکلیں تو اسے اطلاع مجھے دینا۔ جب تک میں چوکی پر خبر دینے جاتا ہوں۔

بھئی۔ سب تک ساتھ رہنا ہوگا۔

خالصا صاحب۔ بہت نہیں۔ کوئی دس منٹ انتظار کرنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔ تمہیں اور بھی انتظار نہ رہا لگا۔

یہ کہہ کے جیسے ایک روپیہ نکالا اور پیسے کی نوک پر ہتھ پھینکا۔

بنیا پولس کا نام سن کر پہلے تو بھینچ جھانکے لگا۔ مگر انعام کے واسطے اور زر نقد پانے سے راز رکھ کر دوسرے دوستوں کو گیسے حواسے کیا۔

ابھی پولس اسٹیشن پہنچا تو دیکھا کہ اتر خان روانہ ہوا۔

شعبہ کے اہلکاران سے پولس چوکی تو سب ایسی تھیں۔ قسم سے داروغہ صاحب اور کچھ پولس کانسٹیبل موجود تھے۔ ایسا نام وہ نشان بنا کر خالصا صاحب کے دادا کی۔ لیکن جیسے ہی داروغہ نے اسے ہتھ پھینکا طلب کیا۔

باقدر۔ جاسوسی طبقہ کا کشتیوں میں شکار تھیں جہاں میرے یہ سپر ہے۔ مجھ سے

اس وقت تو وہاں دربان کا نام بھی نہ تھا۔ ہو سکتا ہے ہیلتا ہے کسی چالاک سے
اُس دربان کو ہٹا دیا ہو اور خالص صاحب کو وہ نہ دیکھ سکا ہو۔ لیکن اب تو غزالیل
کی طرح گردن پر سوار ہے۔ کیونکر یہ شیطان یہاں سے بھگا یا جائے۔

خالص صاحب اس شش و پنج میں پڑے ہوئے کچھ دیر سوچتے رہے دل میں
ٹھن گئی بغیر اس موذی کے دور کیے کام چلنے کا نہیں۔ لیکن یہ کیونکر ہٹایا جائے۔ ایک
طریقہ ہے اگر اسکا منہ بند کر دیا جائے اور گرفتار کر کے کسی علیحدہ مکان میں بند
کرادوں تو بیشک مطلب براری ہو سکتی ہے۔ خالص صاحب نے فدا و فیض سے صلاح
کی اور ایک کانسٹیبل سے رومال لیکر آگے بڑھے۔ اور دربان سے جانے پوچھا۔
باقی رہا۔ بابو صاحب! یہ کون حاکم کی کوٹھی ہے۔

دربان نے خشکی سے جواب دیا۔

کچھ کہو گے بھی کیا کام ہے۔ میکے صاحب۔
باقی خان نے لیک کر دربان کی گردن میں رومال کا پھندا ڈالا اور نیچھکرائی
دربان نے کچھ نہیں کیا۔ دربان غین غین کرتا زمین پر لوٹ گیا۔ خالص صاحب نے
ناک ہنسی میں تھے رہے رہے۔ یہاں تک کہ وہ مال کی طرح پانی کاٹتے دربان کے سر پر موجود
ہو گئے۔ اور اس کے ہاتھ توڑتے توڑتے۔ منہ میں کپڑا اٹھوس دیا اور اٹھائے
چلے۔ معاذ اللہ! یہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خالص صاحب نے دربان کا کوئی حواسی پوسر نہ کیا۔
دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ یہاں تک کہ اس نے صدا دی۔

تھوڑا سا ساں سنگھ نے گول بال بول رہے تھے۔

آواز سن کر باقی خان نے اسے تارو گئے کہ یہ تو کوئی پہچانہ مو شخص بول رہا ہے
یہ اس کی جگہ پر نہیں ہے۔ یہاں سے اسے تارو گئے کہ یہ تو کوئی پہچانہ مو شخص بول رہا ہے۔
خداوند! یہاں سے اسے تارو گئے کہ یہ تو کوئی پہچانہ مو شخص بول رہا ہے۔

وہی آواز! خالص صاحب نے سمجھ میں نہ آئی جاو رہا ہے۔

باقی خان نے یہ کہہ کر وہاں سے ہٹ کر آیا اور کہہ کر وہاں سے ہٹ کر آیا۔
خداوند! یہاں سے اسے تارو گئے کہ یہ تو کوئی پہچانہ مو شخص بول رہا ہے۔
خداوند! یہاں سے اسے تارو گئے کہ یہ تو کوئی پہچانہ مو شخص بول رہا ہے۔

ابن ابی

بولنگ واقعہ

عبدالکریم! یہ ختم ہونے پر کوئی دن منت تک اس کے مین سکیت کا اہتمام کر رہا کسی کے لب کوئی ان نہیں بکھی۔ اس کے یہ سکیت کی زبان پر حرکت ہوئی۔
 میکسیر۔ گارڈن، بھاری باتوں کے رنگ ڈھنگ و ترچہ پھیلنے سے شلوک پیدا ہوئے
 لب مینا سے نرم! میں کہیں سنتا ہوں

سب مینا سے نرم اس کی زبان بنتا ہوں
صدائے نالہ مرغ چین کی اور کہتی ہے

اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس جاسوس نے اس طرح کی اطلاع دی تھی اس نے اس وقت اس
 قمر کے کوئی کارندہ نہیں ہو سکتا۔ جو وہ روزیہ دے کر کسی قسم کا تعاقب رکھتا ہو۔ اس وقت
 عبدالکلیہ کی ہدایت کے موافق یہ قمریہ ضرورت و کم ہوتی ہے۔ اس قمریہ کی تعاقب
 کہہ سکتے ہیں۔ کہ تحقیق کا مغصہ حاصل نہیں کیا جاتا۔ اس قمریہ میں سے ابھی تک کچھ
 ساتھ کوئی کارندہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس قمریہ کی تعاقب ہوتی ہے۔

مجلس شورای اسلامی

خیرم

یہاں میں کہ اس کے لئے بھی اس کا یہ سہرا گاہم
روپیہ پانچ سو تیس

پس

تاک مین گے رہتے تھے۔ بد معاشوں کی ان کے نام سے روح کا ہتی تھی۔ پھر بھی جامہ افسانہ
مین ہو کے ہیلنا کے لبوں سے نکلی ہوئی بات ان کے دل میں چبھ گئی۔ اُسے جنت کی حور
سمجھ کر دل ہی دل میں اُسکی نیک نہادی اور فرشتہ خصالت کی تعریف کرنے لگے۔

باقی خان۔ ہیلنا! اسوقت میکہ گزرتا رہا۔ قیاس نہیں معلوم ہوتی۔
بلکہ ایک بڑا ناخلاق انصاف ہے لیکن تمھارے باوجود اگر نہایت
آٹ انڈیا کی طرف دھیان رہیں گے۔ تو اسے کہ باقر خان نے اپنا فرض ادا کیا ہے
میرے خیال میں ایسے بد معاش کی گرفتاری مصلحت اندیشی ہے نہ کہ اخلاق انصاف۔ اسوقت
تو اُسے مجبور کر کے اپنے مکان پر لے گیا۔ پھر تم۔۔۔ ایسا جیسی صلاح ہوگی اور
مناسبت۔۔۔ کیا جائیگا۔

باقی خان۔ ہیلنا سے گفتگو ہو رہی تھی اور مسٹر گارڈن سکتے کے عالم میں دو فون کا منہ
دیکھ رہے تھے۔

ہیلنا نے مسٹر گارڈن سے کہا قبلہ بات۔
مرو۔۔۔ اب مجھ سے کیا کہو گے۔ بلکہ باقی خان کی بات۔
وہ کہتے ہیں کہ جنت میں رہ رہی تھی۔ باقی خان نے عیش و عشرت
میں کی کیف۔۔۔ نہایت ملول و رنجور ہو کر باقی خان کے پاس
باقی خان نے کہا۔۔۔

پیر خاں نے خاطر ہو۔۔۔ خورہ کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔
بلکہ وہ کامرکست استفسار فرما سکتے ہیں۔

باقی خان نے کہا۔۔۔
مجھے بات۔۔۔
پنجاب ہے۔
کشمیر کا عہد عزت فرمایا ہے۔

اسوقت کہ۔۔۔
کشمیر کا عہد عزت فرمایا ہے۔
کشمیر کا عہد عزت فرمایا ہے۔
کشمیر کا عہد عزت فرمایا ہے۔
کشمیر کا عہد عزت فرمایا ہے۔

... جہاں پہنچے ان کے پاس ... لپٹ گئی اور بولی۔

ہیلینا - باوا! میں ... باتوں میں ہمارے گھر ...

... مجھ کو بھڑائی کے کچھ ... ان کے منور پیدا ہو گئے۔

ہیلینا اپنے باپ کے ساتھ ... اور باقر میسر کے کمرے میں داخل ہوا

... باقر کے کمرے میں ... ایک کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... بدلتی ہوئی ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

... باقر کے کمرے میں ... کھڑکی کے پاس ...

خواس میں۔ ہاتھ لے اشارے سے باقرخان کو اپنے قریب آنے کی تحریک کی۔ ان کے
سنانے میں بھی پتھر اپوست تھا۔ بڑی دقت اور کوشش سے زبان کی حرکت دلی
اشارے سے کہا ٹوڑا بانی بلاؤ۔ وہاں بانی کمان۔

باقرخان اور تینوں انگریزوں نے ملکر داروغہ کو بدقت تمام اٹھایا اور کسی دوسرے
مقام پر کچھ کپڑا بچھا کر ٹاڈا۔ ایک رومال سے اوس زخم کی بندش کر دی تھی۔ جہاں پتھر کی
پیوست تھی۔

خون میں کسی قدر کمی ہو گئی۔ مجروح اس قدر اشارے
سے بار بار بانی طلب کرتا ہے مگر بانی کسی صورت سے مدد نہ دے سکا۔

اس کے بعد پتھر کی پیوست سے کانسٹیبل کا پتہ لگانے لگے۔ مگر افسوس ان کو سہارا
نہ مل سکا۔ کمال کی کہیں پتہ نہ لگا۔ مجبور و خستہ حال داروغہ کو آگے بڑھنا پڑا۔
وہ آگے بڑھتا ہوا ایک ایک گدی کی کھس طرح ملنے ہو شوارہ سپاہیوں
کے اشارے سے ڈھانچا۔ اوس رومال سے باقرخان نے داروغہ صاحب سے اشارے

کچھ سوال کیے۔ ان کے جواب میں ایک ایک گدی کی کھس کی گرفتاری کے اشارے
کئی خرابی ہو گئی۔

باقرخان نے داروغہ صاحب سے پتھر کچھ استفسار کیا۔ مگر اس کے جواب میں
جانے کی کھس کی پولس ان پکڑ رہے تھے اس معاملے میں رے کی او

پرستہ تھی۔ پتھر کی پیوست سے کانسٹیبل کا پتہ لگانے لگے۔ مگر افسوس ان کو سہارا
نہ مل سکا۔ کمال کی کہیں پتہ نہ لگا۔ مجبور و خستہ حال داروغہ کو آگے بڑھنا پڑا۔

وہ آگے بڑھتا ہوا ایک ایک گدی کی کھس طرح ملنے ہو شوارہ سپاہیوں
کے اشارے سے ڈھانچا۔ اوس رومال سے باقرخان نے داروغہ صاحب سے اشارے

کچھ سوال کیے۔ ان کے جواب میں ایک ایک گدی کی کھس کی گرفتاری کے اشارے
کئی خرابی ہو گئی۔

باقرخان نے داروغہ صاحب سے پتھر کچھ استفسار کیا۔ مگر اس کے جواب میں
جانے کی کھس کی پولس ان پکڑ رہے تھے اس معاملے میں رے کی او

پرستہ تھی۔ پتھر کی پیوست سے کانسٹیبل کا پتہ لگانے لگے۔ مگر افسوس ان کو سہارا
نہ مل سکا۔ کمال کی کہیں پتہ نہ لگا۔ مجبور و خستہ حال داروغہ کو آگے بڑھنا پڑا۔

بادرنے ایک ہوشیار اور مضبوط شخص کو سراغ لگائے تو پھر یا احتمال تھا کہ ہمیں نہ ہمیں
دیکھا ہوگا۔ مگر کچھ دیر بعد پلٹ کر اُسے بھی اطمینان کا لہجہ آیا۔ کہ کوئی نہیں ہے۔ ہر طرف
سننا چھایا ہوا ہے۔

باقرخان نے سوچا ہر وقت کی جہد و جدوجہد فٹول ہے۔ ایسا ہی ہے تو صبح دیکھا جائے گا۔
پھر جا کے کمرے میں سو رہا۔

نسنی دیر تک سو یا اسکا حساب تو ہم لگا نہیں سکے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب گھر میں
لے تین بجائے ہمارے دوست کی آنکھ ہلگئی۔ اس مرتبہ کسی نے زور سے باہر کے
دروازے سے پتہ کیا پھر اندر سے خان صاحب نے آواز دی "کون ہے"

جواب میں کسی شخص نے ہانک دی رسالدار صاحب باہر آئیے اسامی بھاگ گیا۔
اس شخص کی صدا بعینہ باقر کے خدنگار جعفر کا آواز سے تشابہ لگاتی تھی۔ اس لیے
وہ جلدی سے نکل آئے۔

باقرخان نے سوچا کہ یہ کون ہے؟ یہ کون سی شخصیت ہے۔ پتہ لگانا شروع کیا۔
آسامی بھاگ گیا۔

باقرخان نے دیکھا سڑک پر دو شخص ہانک لگاتے دوڑتے پھرتے ہیں۔ پہلا اصرار
کرتا ہے کہ سڑک سے ہوتے ہوئے میکینک کی کوٹھری کے دروازے پر گئے۔ وہاں
سید اس پر ہر دو جو تھے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ ایک نیا خوش پیدا ہو گیا۔ آسامی کو
بھاگاتے تھے۔ باقر کے ذہن میں آواز دی۔

"حضور! دروازہ کھولے۔ اندر دیکھیے۔ اسامی میں سے یا بھاگ گیا۔ باقر نے
سید اس پر ہر دو جو تھے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ ایک نیا خوش پیدا ہو گیا۔ آسامی کو
بھاگاتے تھے۔ باقر کے ذہن میں آواز دی۔

ہے۔ جلدی کیجیے۔ گاؤں کی طرف بھاگ جائیے۔
اس شخص کی کہانیاں ابھی تک سننے کے لیے۔
سڑک پر دوڑتے ہیں۔ باقر کے ذہن میں آواز دی۔
سید اس پر ہر دو جو تھے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ ایک نیا خوش پیدا ہو گیا۔ آسامی کو
بھاگاتے تھے۔ باقر کے ذہن میں آواز دی۔

ہرگز نہ ہوگی جس سے بھاری ہو۔ انشاؤں پر کچھ ہر وہ ہو چکے۔ بہر حال تم مہربان ہو۔
شہادت میں صبر کرو۔ کھانا نہ کھاؤ۔ کچھ نہیں کرو۔ جس سے کسی رحمت گوارا
کرنا پڑے گی۔

پہیلے۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر اکل شربت باوا جان کو تیر پڑھی ہوئی ہے جسکی وجہ سے وہ اور بھی پریشان ہو رہے ہیں۔ ابھی تک میں نے میکیر کے فرار ہونے کا اجرا نہیں کیا، اس کی خوش بینی نہ گوارا کرتا ہوں۔ یہ سنا ہے کہ آپ سرکاری جاسوس ہیں۔) بسٹ پٹا گئے۔ ہر وقت آپ ہی کی صورت دیکھتا ہوں۔ مجھ بہتی ہے۔ حواسوں پر زبن بولد یا گیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں میکیر تو تھا ہی یہ دوسری بلا کہاں سے نکل پڑی۔ اب میری زندگی کا سویرا ہے۔

(میں نے کوشش کی تھی کہ وہ اپنی بات سن لیں اور انکو اس میں مدد طلب نہ کریں مگر وہ ابھی کے لیے ابھی کے لیے)

کتابخانه کنگ کا تار ملا جسر بمبئی

”میکے فرانس کا نامی قزاق ہے۔ اسے پھانسی کی سزا ملی تھی مگر شہداء
میں وہ قیل سے ڈار ہو گیا۔ گورنمنٹ فرانس نے اس کے نام وارنٹ جاری کر دیا
اور اشتہار کیا کہ جو شخص اس کے ساتھ ملے گا اسے گورنمنٹ فرانس کے
ساتھ کرنا ہوگا۔ ہزار روپیہ پٹروں اور سونے کے ساتھ
اس کے ساتھ ہے۔ اگر کسی کو یہ پتہ چلے کہ اس کے گورنمنٹ فرانس کے ساتھ
ہے تو اس کا انعام ہے۔“

کتاب

جا کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

پوری ولسن سیلاب کی میت کے پاس آئے، ٹھنوس خوشبو اگلا۔ یہاں سے ایک بار ابراہیم ایسوک کے طفیل مین تو ہیلانا کو غریب رحمت کرنا۔ اس کے گناہوں کو بخش دینا۔

اس کے بعد بولس کشن اور چند اعز اور فغانے ملک ویت نامی استیرستان کی طرف نے چلے اسٹیفن بھی نو صحرانی کرتے پیچھے پیچھے ساتھ تھے۔

یہاں سے قبرستان کے ایک کونے میں ایک سافٹ پر تھا کوئی دو گھنٹے میں میرت بہر پناہ گئی سیلاب کے اسٹیج پر بھی اس پر غور کیا کہ یہاں اب بین نظر کیا۔

ہملٹن، ہڈن اور بھی کتنے انگریز ہنری کی لاش دفنانے آئے تھے۔ اور وہ ہی مقرر باتیں

سید ہیں کہ یہاں سے متعالیہ، ہنری جیسا کہ اس کے کرتا ہے۔ دنیا سے ہنری کے مضامین اٹال

افسرہ ولی۔ اور فلک کی لاشیں دے دے کر خوب سنا۔ اس کے لیے ایک ہی

قلب و جگر کے پرچے ہو جاتے تھے۔

اسٹیفن بھی ان جوانوں کے گھر گزرنے کے لیے شریک ماتم تھے ہملٹن صاحب دیکھ کر پاس آئے۔

”خوب ہوا آپ مل گئے۔ میرے ہاں سے ہنری کی تریتہ کو تو یہاں سے لے کر آئے۔“

اس کے جواب میں اس نے ہنری کی لاش کو دیکھا اور کہا کہ یہاں سے لے کر آئے۔

اس کے پاس ہو جانے سے دونوں کشتہ پاس دیکھ کر لاشیں ایک ہی جگہ پر رکھ دیں۔

اس کے بعد وہ دونوں کشتہ پاس دیکھ کر لاشیں ایک ہی جگہ پر رکھ دیں۔

پیش ہو گیا اور اس کا عامل بنایا تو اسے خدا کے پاس سے پہنچا۔ اس کے بعد وہ دونوں کشتہ پاس دیکھ کر لاشیں ایک ہی جگہ پر رکھ دیں۔

گھوڑ دوڑ ہونے لگی۔ کسی گروٹ نیندھی نہیں آئی۔ ہیلنا کی موت کا جاننا سارے غلط رویے میں
چھوڑتا۔ آہ بچاری کیس ظالم کے ہاتھ توڑے کیس کی جگہ ہے اسکی حلقہ کا خون پانی کیا ہے
دیکھ کر ہیلنا گرجے میں سہم گئی عقی کسی سنگر کے ہاتھوں ہیلنا بستر مرگ پر جا لی۔ یا ان دونوں
شخصوں نے اس بچاری کے کشتہ زدہ گھر پر بجلی لگا دی جو اسی شب کو سڑک پر کوہاں رہتا
چلا۔ یہ دیکھ کر شاید انھیں ظالموں نے اس عورت کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کیے لیکن
اور وہ شخص کون ہے جو سڑک پر ہماری مدد کرے آیا تھا۔

اسی غلط فہمی میں رات کے اٹھ گئے۔ اتنے میں چیراسی نے آکر آواز دی۔ سہینین نے
اٹھ کے دروازہ کھول دیا۔ چیراسی نے دیکھا کہ سہینین دیدی اور وہ بے ہوش
چھٹی میں ذیل کا صفحہ درج تھا۔

جناب اہل شب باوا جان کو بخارا گیا ہے۔ سوقت تب زیادہ تیز ہوگئی ہے۔ ہریان کا
زور ہے۔ ازراہ عنایت مرلیفہ کی کچھ اہل شب میں بہت سی صفحہ درج ہوگا۔ آپ کے لیے
فقط

جوسف فرینکلن

کابنور کے جینرل اس کے ایک کا نام جوسف فرینکلن ہے اس کا بچپن ہی سہینین
میں تھا۔ وہ بچپن میں ہی لڑکھانے کے ساتھ پوٹا کاٹا گیا تھا۔ اس کا
دیکھ کر اس کی سہیلیوں نے کہا کہ کوئی چیراسی ہے۔ یہاں تک کہ کسی مرلیفہ کو
دیکھ کر اس نے کہا کہ یہ بچہ اس مرلیفہ کا ہے۔ مگر آج بدقسمتی سے اس کا بچہ
تھا اجاڑ کر اس نے اس کی سہیلیوں کو دیکھا کہ مسٹر فرینکلن کے ساتھ اس میں کسی کو
ساتھ لے کر آیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ ہے۔

بقصہ مختصر گاڑی تیز رفتاری سے چلا کر گئی۔ اس کے ایک گھنٹہ کے بعد
اس وقت میدان میں پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ گیارہ سواروں کا رونا۔ جنکی
سواروں کے ہاتھوں میں گولیاں تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں گولیاں تھیں۔ ان کے ہاتھوں
کا ہر سوار کے لیے مشبک تھیں۔ یہ سواروں کے ہاتھوں میں گولیاں تھیں۔ ان کے ہاتھوں
میں چاروں نے اپنے ہاتھوں میں گولیاں تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں گولیاں تھیں۔

سہینین نے گاڑی سے گولیاں نکال کر دیں۔ اس نے دیکھا کہ سواروں کے ہاتھوں میں گولیاں تھیں۔

نصف ماہ سے لاکھتہ مہینہ آسٹون سے مس روز بہت ہی تھکال رہتی تھی۔ اول تو پہلے ہی نازک حالت میں تھی اب بالکل سوکھ کر عید ارا کوئی پہیلنا کا کرنے سے بچکر رطب جہان باقی تھی۔ وہ بھی آٹھ گھنٹہ کے اندر میں ٹھک گئی۔

موت کی ہے کبھی جھانکے ہی نہیں۔ معلوم ہوا تو نے اپنا دل بچہ بنالیا تھا کہ ...

اسی کے ایک اور بیان میں لکھا ہے کہ - "میں کو کس سے ملنے کا نام آیا
 سے لوٹ کر اور یوں گے شکوہ ہوئے۔ اس پر ایک بار یہ لکھا گیا کہ تم شہر چھوڑ
 چلے گئے۔ ایسا تو نہ تھا۔ اس سے پیش کیا

اس کے لئے کہ اس نے اپنے دل کی ہر بات کو اسی جہان میں لکھ دیا۔
کہ اُسے یہ پتہ تھا کہ اگر وہ اس دنیا سے بچ جائے گا تو اس کا دل
ایک لمحہ بھی نہیں ٹوٹے گا۔

آواز آئے کہ اس کی تہیہ میں جی بڑھائی ہوئی ہے کہ اس
جائے رہے۔

اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ اس نے کسی کو دیکھا ہے تو اس کو فوراً اس کے پاس لے کر آئے اور اس کو دیکھا جائے۔

تاسع طراز

جھکوں نے مسٹر گارڈن کی صاحبزادی سے میلنا کے تعلق پر پھیری پھیری - یونہی سنیں اور
ہیلنا میں بہت کچھ ربط و ضبط تھا - دونوں ایک دوسرے کی دوستی کا دم بھرتے تھے -
اس خبر کے پڑھنے سے روزانہ کے ہفت روزے کے طور پر لڑ گئے - جسم میں رعشہ آ گیا -
کانپ اٹھی - سوچی - کل شب کو جس کلوٹ گنڈے نے میرا تعاقب کیا - ہونو اسی گروہ کا
کوئی نہ کوئی شخص تھا -

روز مسٹر گارڈن کے پاس گئی - اخبار سنایا - اس بد خبر سے اُنکے بھی ہوش جاتے رہتے
مگر روز کو سمجھاتے رہے -

گارڈن - مجھے یقین ہے کہ ابھی مسٹر سٹیفن کی کشتی حیات غرق نہیں ہوئی ہے - وہ
صحیح ہے - میں بگڑاؤ نہیں - میں اُن کی رہائی کے لیے ایک ایسا شخص مقرر کروں گا جو
فطرت و عیاری میں اُن خالموں سے بہتر ہے - مسٹر ہیلنا کا خون کیا ہے - کچھ
امید ہے وہ شخص ضرور مسٹر سٹیفن کی رہائی کا لے گا - تم جاؤ آرام کرو - میں ابھی
جاتا ہوں -

مس روز کے لیے مسٹر گارڈن کی باتیں مکہم غیب ہو گئیں - ایو سیون میں دھار س
بندھی - خوشی خوشی اپنے کمرے میں گئی اور کسی کو نہ بے حال بھلائے گی -
ادھر مسٹر گارڈن پوشاک پہن کر سوار ہو گئے - اور کوئی تین گھنٹے کے بعد پلٹ آئے
اور مس روز کو بلا کے کہا -

کل اسیر کے لئے تین بجے میرے ساتھ ایک جاسوس کے پاس چلنا ہوگا - سٹیفن کے
بارے میں چند باتیں - انہوں نے تمہاری شمولیت سے بہت سے اُن رازوں کا پردہ
کھل جائیگا -

روز نے وہ سب کچھ سن کر مسٹر گارڈن کے صاحبزادے سوار ہو کر جاسوس کے ساتھ
کاشن بنشٹا ہو گئے - ان کے ذہن کا انداز تھا کہ وہ کچھ جانتے ہیں - لیکن ان پر سخت ایک
سب سے زیادہ تھیں - ان کے منظر کے کچھ کچھ کچھ کے کچھ کے کچھ کے
روز نے سٹیفن کے ساتھ بھول کر رہ گئے - وہ سب کچھ سن کر مسٹر گارڈن کے صاحبزادے
سوار ہو کر جاسوس کے ساتھ
کاشن بنشٹا ہو گئے - ان کے ذہن کا انداز تھا کہ وہ کچھ جانتے ہیں - لیکن ان پر سخت ایک
سب سے زیادہ تھیں - ان کے منظر کے کچھ کچھ کچھ کے کچھ کے کچھ کے

بڑے بڑے سنہری حروف کے ساتھ ساتھ اس کے نام کا سین بورڈ لگا تھا۔ جس کا ایک ایک حرف بظلمت علیق اپنی شان میں لگا ہوا تھا۔
مسٹر کارڈن نے چہرہ اسی کے ہاتھ پر لگا ہوا مسٹر کارڈن کو دیکھ کر ہی دیر بعد چہرہ اسی باپ ٹیون کو اندر لے گیا۔

اندر کی آرائش و زیبائش کا کیا کہنا! شیشہ آلات چھڑاؤں سے تھک کر
مزمین وہ فرش و فرش کہ باید و شاید نہ ہو سکتا۔ بیرونی زینت و آرائش کے اعتبار سے یہ گھر
کون سا گھر ہو سکتا ہے۔ یہ گھر جو بظلمت علیقین۔ وسط کمرے میں آرام کرسی پر ایک جمیعہ و قلاوڑ
شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا نام مسٹر کارڈن کو دیکھتے ہی کرسی سے اٹھ کر آیا اور دو کرسیاں آگے بڑھا دیں۔

مس روز اور کارڈن تنکے پر بیٹھ کر بات چیت کیا۔ نام بتایا۔ رسالہ صاحب صورت
دیکھتے ہیں۔ تاہم گئے کہ کسی خاص غرض سے تشریف لائے ہیں۔

باقر خان جج راسی اور شیشہ آلات کے نام و نشان کا واسطہ نہ تھا۔ وہ بچوں کا
بڑا چاہنے والا تھا۔ زور بازو اور تہذیب و تمدن کے بڑے بڑے تلواریے لوہا
مانتے تھے۔ لیاقت اور ذہنی و طباعی بین قدرت۔ ان وہ طاقتیں تھیں جن کی بڑے بڑے
ان کی رائے کے سامنے طفل کتب تھے۔ کہنا پڑتا ہے کہ انہیں نہ دیکھ کر نہ سمجھ کر نہ
اپنے ہمنوعوں میں عقل و ذہانت کا پتہ نہ لگتا تھا۔ ان کے پاس وقت طبع و مواہج کا دریا
ہمیشہ بہاؤ کرتا رہتا ہے۔ مسٹر کارڈن اور مسٹر کارڈن کے درمیان بات چیت ہو رہی تھی کہ
تذکرہ فرمایا کہ عرض مطلب یہ ہے کہ اب گیارہ روز سے پہلے ایک ایک شخص چھوٹا تھا۔
روز سے پہلے جواب دیا

میں نے ابھی تک اس سے نہیں کہا ہے کہ کیا ہے۔
باقر خان نے فرمایا کہ شاید ابھی تک کسی نے تم سے یہ نہیں کہا ہے کہ وقت مسٹر اسٹیفن کے گھر۔ باقر خان
اور مسٹر اسٹیفن کے میدان میں کہ انہیں کہیں نہیں دیکھا ہے۔ تاہم اس وقت کے گھر میں بہت بڑا
موجود تھا جس میں بہت سے بڑے بڑے گھر تھے۔ ان کے درمیان بات چیت ہو رہی تھی کہ
لازماً یہ ممکن ہو گا کہ وہ تھیں۔ یہ بات سن کر باقر خان نے

مس روز لو اس دن نامہ بین از بر ہوئیں۔ لوح دل پر طرح طرح کے شی اسکا
نقش ہو گئے۔ نادان کے ہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔
کہ وزنہ بنا کر دیکھیں گے۔ اسوقت جب کہ ایک تھکا۔ گلاب یاد ہو آیا اسدن
واقعی آپ ہی تھے۔ یہ بات یہ بتائیں کہ ابتدا ابتدا میں مجھ سے کب شناسائی
ہوئی۔

باقی رہے۔ تم نہیں جانتیں۔ تھارے باوا جان اور مس مہلتا نے وہ سلوک کیا ہے کہ مشرک تک بھولنے کا۔ انتہایہ کہ میرے واسطے دونوں سینہ پر ہو گئے۔ اُس کو میں اپنی ذول نظر سمجھتا تھا۔ پیار کرتا تھا۔ ہمیشہ سایہ کی طرح ساتھ رہتا تھا اور دشمنوں سے ڈرتا تھا۔ مگر افسوس! آج قہر انداز میری قلبی خصوصیت دیکھ کر کل مرا۔ اُس نے اپنا کام کر گئے۔ اُس نے اپنا رخ کھینچ لیا۔ اور میں ہاتھ ملکر نہ کر سکتا تھا۔ یہ بات کہہ کر وہ ہنس اٹھے۔

کلام کرتے کرتے یہ ارادہ کیا کہ اس کی اس قدر باتیں کہیں اور لکھ کر پڑھ کر دے۔
گریٹر۔ یہ جو کہ اس کی باتیں کہیں اور لکھ کر پڑھ کر دے۔
اور یہ کہ اس کی باتیں کہیں اور لکھ کر پڑھ کر دے۔
واقع ہے جو با واجان اور پہلنا کے سینون میں مقفل رہے ہیں۔ اس روز خاموشی سے
نہایت سے اس کی باتیں کہیں اور لکھ کر پڑھ کر دے۔
کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس کی باتیں کہیں اور لکھ کر پڑھ کر دے۔
چھڑا کر دے کہ اس کی باتیں کہیں اور لکھ کر پڑھ کر دے۔
میں نے اس کی باتیں کہیں اور لکھ کر پڑھ کر دے۔

۱۴۱۰
مشرک کا کہنا ہے کہ تراویح کلام سے پایا جاتا ہے۔ ساری
سی عین کی ہے خیر یہ مطلق نہیں ہے۔

کچھ روز کے دل میں مایہ نگر و غمناک رہا۔ ایک روز شہر میں سر و دل چکا تھا اور ایک لمحہ کے خلعت کا برقعہ پہن کر شہر میں تھوڑا چھٹا کر کے روز اپنے

زیادہ پیسہ خرچ کر دینے والی خدا ترس عورت ہو جس روز کے مکان کے قریب ہی اسکا
بنگلہ تھا۔ ہمیشہ لکڑی کے بنے ہوئے مکان پر سوار لیڈی راجرس حج مین دعا مانگنے جاتیں اور
ہمیشہ انجیل مقدس پڑھا کرتیں۔ ایک یکنشہ کو ستر شام گاڑنی پر سوار حج کو جا رہی تھیں۔
دو دھیرا سی بھی ہمراہ تھے۔ ان کے ہاتھ میں گرجے میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک انگریز
آکر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا کہ یہاں کے بیٹھ رہا۔ اس کے منہ سے شراب کی بدبو
آ رہی تھی۔ اس کی نظر میں کڑی کمان کے تیری طرح لیڈی راجرس برہنہ ہی تھیں۔ کوئی نہ منٹ
کی نشہ ہو گیا چلتا ہوا۔

مس روز اس کے بھاگ جانے کی وجہ نہ سمجھ سکی۔ کچھ دیر بعد لیڈی راجرس بھی بلا اطلاع
باہر نکل گئی۔ مس روز کے شکوک و شبہات کو جان کر اس نے تنہا بیٹھنا محال ہوا۔ باہر
آ کر دیکھا لیڈی راجرس ستون کی اوٹ میں کھڑی ہوئی اس شخص سے مصروف کلام ہو
اس نے کھڑے کھڑے دل میں پوچھ لیا۔ مجھ سے کیا بات ہے؟ اس نے سن کر ضرورت ہی کیا
چلو گھر لیٹ جلیں۔ دونوں جہاں سے موجود ہی تھے اور اتفاق سے پاس کھڑے تھے مس روز
علاوہ مس روز کے بے ہوش مسیح رہتے تھے۔ وہ بے زور نہ تھے بلکہ اڑی پر کام آنے
والے ہمارے تھے۔ آج بھی آٹھ ٹلی بندوبست بھری ہوئی ساتھ تھی۔

جہاں سے اودھر گاڑی لانے گئے اور اسے مس روز نے لیڈی راجرس سے پوچھا۔
کیا آپ اس انگریز کو پہچانتی ہیں۔
لیڈی۔ (چونک کر) نہیں۔

اس جواب سے اور بھی خیالات میں جھلائی ہو گئی۔ اس نے کہا کہ میں پہچانک پر
آگئی۔ مس روز نے کہا ہاں سوار لیڈی راجرس نے آواز دی۔
مس روز نے کہا کہ میں نے اسے پہچان لیا۔ ابھی گرجے میں دعا بھی نہیں کی۔ اور انجیل مقدس
کی تلاوت نہ بھی نہیں ہوئی۔ اسے پہچان لیا۔ اس نے کہا کہ میں نے پہچان لیا۔
اسکا کچھ خیال نہ کرو۔ کیا مجھے چھوڑ دینی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے پہچان لیا۔
مس روز نے کہا کہ میں نے پہچان لیا۔ اس نے کہا کہ میں نے پہچان لیا۔
چلتی ہوئی تو چلیں۔ مجھے اس کا ساتھ چھوڑ کر گئی ہوئی۔ حضور کو نہ جسے لیتی۔ خیر آپ

کی بات ملاحظہ فرمائیے کہ یہاں بلکہ جیسے کہ زفییل دیدی۔
 زفییل کی آواز سن کر گرجے سے ایک انگریز نکلا اور سیٹی بجاتا ہوا مشرق کی طرف چل دیا
 حالانکہ آواز گھونٹ سے ڈھنکا رہا۔ اس روز پچان گئی کہ یہ وہی
 انگریز ہے جو گرجے میں بیٹھنا چاہتا تھا۔ راجس پر تیر نظر چھوڑ رہا تھا۔ اور لیڈی راجس
 بھی گرجے کے باہر اس سے ملنے آ رہی تھی۔

اس روز کا خیال راجس کی طرف سے بدگمانی سے بھرپور تھا۔ اسے چار سیٹوں سے کہا ہوشیار
 رہنا۔ گاڑی تیز کر دو اور چھٹ پٹ مکاں پہنچاؤ۔

گرجے سے راجس کی تقریب چار میل تھا۔ راستے میں ایک لٹ ووق میدان
 پر پہنچا۔ وہاں ایک انگریز بیٹھ کر دیکھ رہا تھا۔ راجس نے اس سے
 سلام کیا۔ وہ انگریز نے جواب دیا کہ تم کون سے ہو؟

راجس نے کہا کہ میں راجس ہوں۔ انگریز نے کہا کہ میں ایک
 لٹ ووق ہوں۔ راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔

گٹھکتا تھا۔ راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔

چیز سی بھرتی سے زخمی ہو گئے تھے۔ راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔

راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔ راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔

راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔ راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔

راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔ راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔

راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔ راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔

راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔ راجس نے کہا کہ میں ایک لٹ ووق ہوں۔

[illegible]

100

”فقیہ کی ملاقات“

جس دن میں روزہ پڑھا کرے اسے ملے گی اس کے دوسرے دن

[illegible]

طاقتا۔

خانصاحب نے پھر اے لیا اور غور دیکھا اور پھر اٹھ کر اس کمرے کی چھت۔ دیوار اور
گوشتوں پر نظر دوڑائی۔ اور جس کھر کی سے وہ گالی شکل بھاگی تھی اُس کھر کی عمیق نظر سے
دیکھتا ہی رہے۔ دو مندرم اتب سے کہ وہاں ابعد از قیاس معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ہر جہت ہی متوجہ
ہوا عقل کام نہ کرتی تھی۔ کیونکہ یہاں شکل کمرے سے ہوا ہو گئی۔ روز سے کیا ہو جائے۔
کیں۔ یہی صاف جواب ملا۔ اسی کھر کی سے ایک شخص باہر پناہ گیا۔ یہ رسوا اس کے اور
کچھ جانتی نہیں۔

باقران کچھ دیر بٹھرتے تفتیش کرتے رہے۔ جب یہ نئی بڑی ہوئی گھٹی نہ سبھی تو وہاں
کا قصد کیا۔ اس وقت گھر میں کے کھانے پر پیرا مقرر کر دیا۔
جس وقت خانصاحب نے گاڑی پر قدم رکھا۔ لب سڑک ایک انگریز کھڑا ہوا ملک کی بانہ
پیکس نظر سے گاڑوں کے مکان کے بندہ۔ یہ بات تھی۔

خانصاحب نے گاڑی پر جانامتوی کر دیا اور باہر آیا کہ زحمت گوارا کی۔ اور دیر
اُس شخص نے۔ مگر کتر کر کر۔ اس نے گاڑی کو لی۔ اور اس نے
دیکھا وہ شخص بھی پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ گاڑی پر اترتا ہوا تھا۔ سوچا
ہو نہ ہو موزی بھی تھا۔ اس نے اس سے کہا۔ اس نے اس کی جانب مڑ کر لپٹا
کچھ نہیں۔ مصلحت ہوگا۔ اس نے وہ دیکھا کہ اس کے کنارے ایک گاڑی پر اس نے
جس وقت اس نے گاڑی پر اترتا ہوا تھا۔ خانصاحب نے مانتا ہی نہیں تھا۔
اس شخص کا سامنے کیا۔ اس نے اس کے پاس ہوا چرتی۔ یہاں سے اور اسی گلی کی سمت
دیکھ رہا ہے۔

اس نے دوست کے پاس تبدیل ہو گیا۔ گاڑی پر اترتا ہوا تھا۔ اس نے
میں مکان سے باہر نکلے۔ کوٹ چلے گئے۔ وہ باہر گردن میں نکلیا۔
اس مکان سے تین بسائی کی دوکان تھی۔ شعیب خرمیہ ہاتھ میں ڈال لی اور گلی
کھینچے گردن میں جمائل کر لے۔ ہاتھوں میں تین تیلی آہنی چوڑیاں ہیں۔ وہ اس
جسٹیس کے آواز دگنے کے۔ باہر نکلا۔ اس کے کچھ ساتھیوں کے ساتھ گئے۔ وہ
وہ شخصیں انہیں سر سے بڑھتے دیکھ کر اس کے بڑھتے ہوئے باہر اس شہر کے

لے گئے ہوئے اس کا تعاقب کرتے تھے۔

اس گھٹن بستی میں عجب سیر ہے لیکن
جب آنکھ کھلی گئی تو موسم ہے خزاں کا
بھلا کر بھلا ہوگا۔ اس شخص نے کچھ بھی توجہ نہ کی۔ چلتے چلتے ایک مکان پر پہنچا
پر دستک دی اور کھڑا ہو رہا۔ اور اندر سے کسی نے دروازہ کھول دیا۔ اجنبی اندر گیا
دروازے کے بٹ بند کر دیے گئے۔

خانصاحب نے پہلے مکان کا پتہ پڑا کیا پھر دروازے پر دھکا دیا۔ کچھ نہ ہوا
مکان پر آئے ان کے ہاتھ کھولے اور انہیں دیکھتے ہی خشونت سے بولا۔ یہاں کیا مٹرا
ہے۔ دوسرے مکان پر گئے۔

”بھائی! کیا تم نے یہاں سے آ رہا ہوں۔ تو مجھے یہاں سے
بھاگنے کی ضرورت ہے۔“

خانصاحب نے اچھا ٹھہر۔ کچھ پیسے دیے۔
یہ کہہ کر خانصاحب دروازے کی طرف بھاگ کر ایک مکان پر پہنچا۔
وہاں ایک میٹھن کے اوپر والے باغ میں کھڑے رہے۔ باقیں کر رہے ہیں۔ جس
ان کے ہاتھ کھولے گئے۔ یہاں سے بھاگ کر ایک مکان پر پہنچا۔
اتنے میں خانصاحب نے اپنے خاندان کے ساتھ ساتھ بھاگ کر ایک مکان پر پہنچا۔

خانصاحب نے یہاں پہنچ کر بڑا احسان کیا۔ تم جانتے ہو کہ
یہاں کے مالدار نے اسے مہربانی سے مہربانی کی۔ اس نے اسے مہربانی سے
مہربانی کی۔ اگر تمہیں کوئی اور شخص ملے تو اسے مہربانی سے مہربانی کی۔
اس نے اسے مہربانی سے مہربانی کی۔ اس نے اسے مہربانی سے مہربانی کی۔
خانصاحب نے اسے مہربانی سے مہربانی کی۔ اس نے اسے مہربانی سے مہربانی کی۔
اس نے اسے مہربانی سے مہربانی کی۔ اس نے اسے مہربانی سے مہربانی کی۔

خانسان - آپ خدا سے بہت نیک ہیں۔ آپ کی زیارت آنکھیں بند ہونے لگیں۔
 آپ ایسے ولی اللہ تھے تو دنیا قائم ہے۔

خانصا حبیبہ - اچھو کس نے کی ضرورت ہے کہو۔

خانسان - میری عورت بہت بیمار ہے۔ یہ سب کچھ کہو کہ اچھا ہوں کسی کی دعا
 کارگر نہیں ہوتی۔ اگر آپ کے پاس کوئی مجرب دوا لی موجود ہو تو دیجئے۔ یا کوئی گنڈا تعویذ
 ہی ایسا ہو جس سے اسکا روگ مٹے۔ جڑا احسان ہوگا۔

خانصا حبیبہ نے کہا کہ آپ بات نہیں کرتا رہے عورت کو آپ کے قہر میں ڈر رہی ہے۔
 انشاء اللہ مرض رفتہ ہو جائیگا۔ آپ نے فرمایا کہ۔ اپنے مکان میں کوئی ایسی جگہ
 تجویز کرو جہاں کوئی بچہ دیکھ نہ سکے۔ یہ سمجھ رکھا اگر کسی کو نظر پڑے تو تعویذ منکوس اثر
 ہو جائیگا۔

خانسان بات کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ کی نشاندہی کر رہے تھے۔ اور کہا کہ یہ
 ہوتے ہوئے جی مکان کے اندر نہ جانا۔ خانسان بولا پیر مرشد یہاں

پس یہ جگہ سے انگریزوں کی ایک اعلیٰ کمانڈر نے یہاں پر ایک عورت کو لے کر
 دیکھتے تھے۔ خانصا حبیبہ نے کہا کہ یہ عورت میری بہن ہے۔ انگریزوں نے کہا کہ
 یہ عورت بیمار ہے۔ انگریزوں نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔ انگریزوں نے کہا کہ
 یہ عورت بیمار ہے۔ انگریزوں نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔

خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔ خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔
 خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔ خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔

خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔ خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔
 خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔ خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔

ایک انگریز کی بیوی نے کہا۔

نہیں۔ نہیں۔ یہ عورت بیمار ہے۔ خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔
 خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔ خانسان نے کہا کہ یہ عورت بیمار ہے۔

جائیگا۔ بالفضل اس کے سب کے بزرگ کو اپنے ہاتھ سے تھری ہے۔

خانہ صاحب تھیر کے زمین نخل اور تر پٹ اور مالی کے چھوٹے کی طرت خزان
خرمان چل دیے۔ باغ باکر بڑھے فقیر کی صورت بنائی۔ اور باغ سے باہر پورے
مالیوں سے کھدیا تھا کہ خبردار میری خزان کو کون ہونے پائے۔

سرک پر آ کے چارے د دست نے زنبیل دی۔ سنتے ہی واروٹ پھر چلا اور
سے کھڑ بڑکرتا ہوا نکل آیا۔

خانہ صاحب کے کما۔ اس باغ میں باغیچہ کے چارے اکٹھی ہے۔ تم ان کے تھوڑے
میں تھوڑے تھوڑے لگا دو کمان جاتے ہیں۔ میں آگے جا کر دوسرا بندوبست کرونگا۔

خانہ صاحب آگے بڑھ کے کسی نخل کے نیچے کھڑے ہو رہے۔ مگر نخل باغ کے پورے
آگے ہوئے تھے۔

اس اثنا میں دو انگریز باغ سے نکلے اور وہی ڈھنچا اختیار کیا جہاں سے ان
نخل باغ کے اندر گھس گئے۔ جب یہ تھے۔ جب یہ دونوں انگریزوں کے قریب آئے۔
دونوں انگریزوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا کہ یہاں سے گھر کے ڈالو۔

ایک انگریز بولا۔ اتنے میں کہہ دیتا ہوں۔ بچا۔ مت دق کو۔
دوسرا انگریز نے کہا کہ یہاں سے گھر کے ڈالو۔ انگریز نے آگے بڑھ گئے۔

دونوں انگریزوں میں سے ایک نے کہا کہ یہاں سے گھر کے ڈالو۔ انگریز نے آگے بڑھ گئے۔
پہلے بھگتے تھے۔

ایک انگریز بولا۔ یہاں سے گھر کے ڈالو۔ انگریز نے آگے بڑھ گئے۔
دوسرا انگریز نے کہا کہ یہاں سے گھر کے ڈالو۔ انگریز نے آگے بڑھ گئے۔

دونوں انگریزوں نے کہا کہ یہاں سے گھر کے ڈالو۔ انگریز نے آگے بڑھ گئے۔
پہلے بھگتے تھے۔

دونوں انگریزوں نے کہا کہ یہاں سے گھر کے ڈالو۔ انگریز نے آگے بڑھ گئے۔
پہلے بھگتے تھے۔

دونوں انگریزوں نے کہا کہ یہاں سے گھر کے ڈالو۔ انگریز نے آگے بڑھ گئے۔
پہلے بھگتے تھے۔

پہلیٹ رہنے دوورنہ موسم کی طرح سے ٹھنڈا ہوا اور سردی سے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔

ایک صبح سویرے ۱۱ بجے تک رہا۔

”بھاگ سورا بہن بھاگ لے گی“

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

دوسرے صبح ۱۱ بجے تک رہا۔

پانچویں بابا بھاگتے چاہتے تھے مگر پھر رہ گئے۔ پانچون درم کر کے بہن رات بھر کا واسطہ رہ گئے۔

کمرہ خالی پڑا ہے۔ اُس کے متصل دوسرے کمرہ تھا۔ وہاں بھی آہستہ لی۔ جب کچھ سنائی نہ دیا اندر آئے۔ لالہ لکھن کی روشنی میں دیکھا یہ آرام کمرہ نہیں ہے۔ باورچی خانہ ہے۔ کیونکہ خیرات میز اور چارکر سیون کے اور کوئی سامان نہ تھا۔

خالصا صاحبے داروغہ پولیس سے کہنا تم پرہیز اور مہربانی کو دیکھتا ہوں۔ سر داروغہ لوالہ مگر ہوشیاری شرط ہے۔ غور و فکر بجالا کر اگر ایک قدم رکھنا۔ اور کسی خطرے پر تفریل سے بچنے بھی ہوشیار گردینا انسان خدا داد انسان سے تھا ہمارا ہر کو حاضر ہوگا۔ اچھا۔ بس اللہ کیجیے مین نکال ہوں۔

خالصا صاحبہ۔ خیرات لکھن کو دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ وہاں بھی خالی پاؤں پلٹنا پڑا۔ اسی طرح لکھی کمرے دیکھ ڈالے۔ لیکن کوئی صورت دکھائی نہ دی۔ اب ہمارے حضرت کا جنازہ لایا ہوا۔ یا خدا وہ دونوں انگریز اسی مکان میں آئے تھے آخر کے کہاں کیا پر لگا کر اوڑھ گئے۔ اتنے میں ایک کمرہ اور نظر پڑا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ خالصا صاحبہ فریاد کی کہ تالاش میں کیوں لکھن کے ساتھ منہمک و مشغول تھے۔ یہ جہیز کس کو کوار دیکھ لیں اگر شکار ہاتھ آئے تو خیر ورنہ یہاں لکھن کے اور کوئی دوسری ترکیب

یہ سوچ کر غراپے کمرے میں داخل ہو گئے۔ دیکھا وہ دونوں بالائی پر خالی ہو رہے تھے۔ پہلے چار اینٹوں کے گہرے گڑھے میں ایک ایک بیسب ہر طرح سے اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ کی خبر نہیں۔ جیسے کھور فارم کی شیشی کالی۔ اور انہیں اور بھی بیوقوف کر دیا۔ اس کے بعد کس کھول کے لالہ لکھن نے لکھے۔ سیکھ کر لکھی تھیں چھپائی ہر انداز پر۔ اگر

”کیا ایک ہیلز کے خان کو قتل سے دشمنی کا فائدہ ہو گیا۔ بسب ایک صفحہ دنیا سے لگاڑیوں کے گناہ ان کے نام نہ لکھا۔ تب تک سب سمجھتے تھے۔ اگر تو لوگ ہماری دوستی کا رشتہ بناتے ہو اور ہمارا ساتھ دیتے ہر تہہ ہو۔ تو پس و پیش سے ہمارے کمرے میں مس دینا اور کھانا پکانا بھرنے کی بات کرنا۔ ایک ایک بیسب سے نفیس۔ اس کا ہر منہ لکھی جیسے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہاں تک کہ تمہاری سب سے خیرات لکھن کے نام لکھی گئی۔ لکھن میں تمہارا ساتھ ہے۔ لکھن کے ساتھ ہے۔ لکھن کے ساتھ ہے۔“

لگے۔ سمجھے یہ مودی میکیر بڑا سفاک ہے۔ ضرور پہلنا کی طرح مس روز اور گارڈن بھی طلال ہو جائیں گے۔

”دوسرا خط کھولا اُس میں تحریر تھا۔

”روز کی گرفتاری کے بعد یہ کون کی ترکیب سوچی ہے۔ جلد لکھو سویڈ پارک میں آج چھتے ملاقات ہوگی“

تیسرے خط سے حال کھلا۔ کہ وہ مقررہ روز ماضی ہو گیا۔ اس میں ذیل کی سطر میں درج تھیں۔

تم سب متفق ہو کر جو کام کرنا ہے کر ڈالو۔ تمام ملک باغی ہو گیا۔ ہندوستان میں بغاوت۔ ”شہزادہ“ والی ہے۔ ناتنا صاحبک پاس متعدد تحریکین جا بجا سے آپ کی

ہین میں آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔
خاندان صاحب ان تحریکوں میں جیب کیا۔ اور دونوں فریگیوں کو کایا

بیوش کر کے بیرون کر دے آئے۔ داروغہ پولس کو آواز دی۔ انکو ہمراہ لیکر باقی کرے دیکھو دے کہیں کوئی نظر نہ آیا۔

بچے آکر دیکھا ایک کمرے میں کئی لاشیں پڑی۔ پیراسی۔ بیرہ۔ خاندان میں بھی خراٹے بھر رہے ہیں۔ ان میں ایک شخص ہوا۔ جسے ہمارے خاندان نے پکڑ لیا۔

سے سرفراز کیا۔ اگر شخص ہوا۔ اس کے بغیر سے طلبہ حل نہ کر سکا۔ اس کے بعد داروغہ کھڑکی کی راہ سے باہر نکل آئے۔

بارھواں باب

بھرتیور کا تاشا

باترخان اتنی بڑی تھی کہ چند قدم بڑھے ہوئے کہ دوسرے۔ اٹھنا شروع کیا۔ ہوجان کا ساتھ ہوا۔ اسی مکان سے دو شخص بے بے ڈگر گئے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں

جلدی۔ اندھیرے میں یہ ایک ہنسکا ہندوستانی لاش پڑی۔ اس کے ساتھ ایک اور لاش پڑی۔ پولس کا استشار ضرور کیا گیا۔ صلااح ٹھہر۔ باخبر لاش پڑی تھی۔ اگرچہ بھرتیور دیکھنے سے

معلوم ہو کہ ان دو شخص ہمال میں آتا ہے۔ غضب کا اندھیرا تھا۔ یہ سب لاشیں ہمال میں پڑی تھیں۔

دیکھتے ہیں مجھ سو بھائی نہیں دیتا۔ لاجپات سنگھ پرسی لالین کے پیچھے کھڑے ہو رہے۔ جب کچھ محسوس ہوا اور نہ کسی کے پانوں کا نہ ہٹ ہی کان میں آئی۔ لاجپات سنگھ کا غم کیا۔ خانصاحب کا نشانہ تھا کہ آجی راہ پر نہ آئے۔ یہاں تک کہ وہ نہ چلے کسی طرح ان محضوں سے نجات تو ہوا اور بغیر تفتیش گھر جانا جاسوسی حیثیت سے بعید بھی ہے۔ جب روز روشن ہو جائے گا پھر کس کی مجال ہے یہ بات بتا کر سکے۔

مگر داروغہ پولس شب کی بیداری سے بہت ہی مضحک ہو گیا تھا۔ رائے نہ پڑی گھر پلٹنا ہی مناسب سمجھا۔

چلتے چلتے نصف شہر کی پیمائش کرنے کے بعد ایک چور راہ پر پہنچنے کے دم لینے لگے۔ ایک کھانے کی دکان پر آ کر کھانا کھا کر گولی بھاتی ہوئی خانصاحب کے کان سے کہہ رہے تھے کہ وہ بیٹھ گئے۔

خانصاحب نے کہا بیٹھو نہیں لیٹ جاؤ اور خود بھی اس خیال سے لیٹ گئے جن شخصوں نے گولیوں سے ہم لوگوں کو نشانہ بنایا ہے۔ اسے تلاش میں جان آئیں گے اور انکو اس حرکت کی سزا دیں گے۔

خانصاحب کا گمان صحیح نکلا۔ دو منٹ بعد سیاہ پوشاک پہنے دو شخص تیز رفتاری سے آگے قدم اٹھا کر آئے۔ داروغہ کو پستول سنبھالنے کا اشارہ کر کے انھوں نے بھی لیٹے لیٹے نشانہ باندھا۔ جب یہ قریب ہو گئے تو ان دونوں شخصوں نے گولیاں داغیں اور آگ بھڑک اٹھی۔ مگر قریب کا تھا کہ پستول کا گولی ان کے سر پر نہ لگی۔ وہ بھاگنے لگے۔ پوچھتے گئے تھے وہو نہ ہلکا ہو ہی گیا تھا۔ آقا قریب میں جانا محال سمجھ کر عنان توجہ ہنگامے کی طرف پھیر دی۔

گھر پلٹ آئے۔ داروغہ پولس کے پانوں میں گہری ضرب نہیں لگی تھی۔ چھپکتی ہوئی گولی کی رگڑ سے کچھ خراش ہو گیا تھا۔

ہنگامے پر پہنچ کر خانصاحب نے مس روز کے نام ایک خط لکھا جس میں شب کا واقعہ تفصیل کے ساتھ درج تھا۔ اور گارڈن سے زبان کھلا بھیجا کہ دشمن آپ کی تاک میں ہیں۔ کسی نہ کسی دن آپ پر چڑھ کر مچھلیں گے۔ لہذا آپ ہوشیار رہیں۔

تقینات کرتا ہوں۔ انہیں بڑبڑاتے ہوئے آپ کو خبر ہو سکتی ہے۔
خدا حافظ و ناصر ہے۔

ان کاموں سے قانع ہو کر غسل کیا۔ اور کچھ کھا کر غسل منع کرنے کی جہت سے پلنگ پر لیٹ رہا۔

فی الجملہ جب اطمینان کی صورت ہوئی میر کی دھن سہائی سوچے آج بنگالی وضع میں چلکر ٹرگشت کرینگے اور کسی تازہ شگونے کی خبر لائیں گے۔

انفرنس طبی سفید براس دھوئی اور قمیض زیب تن کر کے دوپٹہ کا ندھے پر ڈال کر بہرہبر خزانہ خزانہ میر کو نکلے اور اسی مکان کی راہ لی جہاں کل شب کو نزول فرمایا تھا۔

مکان میں پہنچتے ہی پڑانے سبق یاد آئے تھے ایک ایک کمرہ میں زندگینہ رہے جب کسی کمرے میں نہ گئے بلکہ اپنی ذویا باہر نکل آئے۔

دروازے پر سینہ بوجھ لٹکا ہوا تھا جس میں لکھا ہوا تھا اس مکان کا کرایہ بھلاؤ گے مکان کے اسامی سے پوچھیے۔

بھلاؤ والا مکان ایک انگریز کا تھا خالصتاً جس نے دروازے پر ایک ایک کمرہ۔
خانساں نے اگر نام پوچھا۔ انھوں نے بناوٹی نام بتا کر کہا مجھے اس مکان کی ضرورت

سہ کیا مجھے بھلا سکتے ہو۔
خانساں نے دریافت کرنے سے پہلے کہ یہ کرایہ دینا ہوگا۔

خانساں نے کہا۔ جو کرایہ ہوگا ادا کیا جائیگا۔
خانساں نے کوٹھے پر جا کر بیٹھ کر پوچھا۔ یہ بعد ایک ہفتہ کے کرایہ کی کیا ہوگی۔

اور بولی۔
”بابو! کیا وہ مکان آپ کو ایسے پر لیا جاتے ہیں۔

یہ ایک خاصہ ہے۔ یہ مکان کتنے دنوں سے خالی ہے۔
میں نے دیکھا ہے۔

خانساں نے کہنے لگے۔ یہ میری باتیں کر رہی ہے۔ کل ہی اس مکان میں ایک
بڑی واردات ہوئی اور یہ کہتی ہے کہ وہ میری باتیں کر رہی ہے۔

خانساں نے کہنے لگے۔ یہ میری باتیں کر رہی ہے۔

میں سے فرار ہونے کی بجائے اس نے اپنے گھر کی طرف لوٹ کر اپنے گھر کے باہر ہو رہے۔ اور چاہا کہ اس مکان کی تفتیش کروں۔ اسے میں وہی خانہ تھا۔ جسے گندے نوید دیے تھے ایک چھٹی سیے ہوئے اس کے گھر میں گھس گیا۔ خانصاحب بھی سڑک پر ایستادہ ہو رہے اور اس کی راہ دیکھنے لگے۔

قریباً نصف گھنٹے کے بعد خانسان اُس مکان سے برآمد ہوا ہوا وقت بھی اس کے ہاتھ میں ایک کسبہ چھٹی تھی۔

خانصاحب بھی اُس کے دنبال میں گام فرمائی کرنے لگے۔ انکی خاص غرض بھی کسی طرح پیچھے ہاتھ لگے جانے تھی۔ تو حال نکلتا۔

خانصاحب عجلت کے ساتھ قدم رکھتے ہوئے خانسان سے کچھ آگے بڑھ گئے اور زیرِ غل کھڑے ہو کر اپنے اپنے کھڑکیوں کی طرف آنکھیں دوڑاتے رہے۔

قریباً قریب چار پانچ شخص جمع ہو گئے تھے۔ خانسان بھی ان کے ساتھ آگیا۔ خانصاحب نے کسی سے نہ کہا کہ وہ یہاں پہنچا۔

مسافر ہوں۔ وطن بہت دور ہے۔ ان کا حال جانتا نہیں جس مکان میں وہ کبھی تھا اس کا پتہ بھول گیا۔ تم لوگ مسافر آؤ اور یہ کرو۔ کوئی اچھی دکان ہی کرایے پر دلا دو۔

تو احسان اس شخص کے علاوہ ان سے بھی دو گنا۔ باقر خان کے ساتھ تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک کسبہ تھا۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا۔ اس نے کچھ سے فرما دیا ہے۔ جلد سے بڑا۔

”حضور! تم لوگ یہاں آؤ۔ میں نے یہاں کا باشندہ ہوں۔ میرے ساتھ آئیے۔

پھر تم لوگ یہاں آؤ۔ میں نے یہاں کا باشندہ ہوں۔ میرے ساتھ آئیے۔

میں نے یہاں کا باشندہ ہوں۔ میرے ساتھ آئیے۔

خانسان - (سلام کر کے) حضورِ اغریوں کے مالی بارے میں دعا ہو گا بجا آؤنگا۔
 خانصاحب نے کہا ہیر کے آلات دریافت کیے اور اس قیامت خیز واقعہ کے بارے میں
 جسکی بدولت سلطنت مغلیہ کا رہا سہا چراغ گل ہوئے والا ہے۔ اور جسکی پر آشوب
 افواہوں سے انگریزی حکومت متزلزل ہو رہی ہے۔ خانصاحب کا خیال تھا اس غلام
 سے باغیوں کے حالات کا کچھ نہ کچھ پتہ چل جائیگا۔ مگر خانسان نے اس کے عداوت جواب
 دیدیا۔ حور مین دمڑی کا آدمی! میں کیا جانوں ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ یہاں
 حکومت کے شاکی ہیں اور کون حامی۔ ہاں مکان بتاے دیتا ہوں آپ سے اس کی آرم
 سے رہیں۔ کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔

اس کے بعد وہ ایک مکان پر گیا۔ اور اندر سے باہو صاحب کے لیے ایک کرسی
 اٹھا لایا۔ باہو صاحب بیٹھ گئے۔

اس مکان کے ہمسایے میں کسی بڑے دکان بھتی۔ خانصاحب نے پوچھا یہ کس کی دکان
 ہے۔ خانسان نے کہا۔ اس مکان میں شمال دو شاخے۔ ریشمی اور پٹری کے
 عمدہ قیمتی کپڑے بنائے ہوئے۔ کوئی شے ایسی نہیں ہے جو نہ مل سکتی ہو۔
 ہمارے دوست کو کشمیری چادرے کی ضرورت تھی۔ میں نے پٹری کے کڑا کے کی
 پٹری ہی تھی خانصاحب خانسان کے ساتھ دکان میں داخل ہوئے اور ایک شمال
 اٹھا کر قیمت پوچھی۔

ادھر خانسان دھکی دیکر دوکاندار سے بولا۔

”جانتے ہو! میں بلٹن کے صاحب کا نوکر ہوں۔ میرے استاد کا ایک بڑے توپوں
 میں دیکونگا۔ باہو صاحب سے کہہ دیجئے کہ یہ میرے پڑا ہے۔ اس کے ساتھ
 اب یہ بھی رہتا ہے۔ اس کے ساتھ خانصاحب کا نوکر ہے۔ اس کے ساتھ
 پہلے بھی دیکھ چکے تھے۔ یہ بھی بلٹن کے صاحب کا نوکر ہے۔ اس کے ساتھ
 میرے قلم میں جا کر رہتا ہے۔“

خانصاحب نے اس روپیہ طر ہوئی۔ خانصاحب نے اس روپیہ طر ہوئی۔
 اس کے ساتھ اس کے پاس آئی۔ اس کے ساتھ اس کے پاس آئی۔ اس کے ساتھ
 مجبوری سے وہ خانسان کے ساتھ گیا۔ خانسان نے اس کے ساتھ گیا۔

خانصاحب نے آواز دی۔ ٹھہرنا۔ میں پڑوسی مسافر ہوں۔ تلو جاتا نہیں ستواروپہ کا لوٹ
 چکے ہیں۔ کس طرح تمہارا اعتبار کروں۔

خانسان۔ ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ آپ کا فرمانا صحیح ہے۔ گر میں بھی اپنی چٹھی کسی
 بار تمہیں دے دیتا۔ چاہے کوئی ہزار روپیہ لے۔ بہت ضرور ہے۔ یہ کہہ کر وہ
 تو مجھ پر آفت ہی آجائے۔ صاحب بہادر کوئی ہی مار دیں۔ ہاں حضور کا مجھے بہت اعتبار
 کیے تو آپ کرویدوں اور ہیک کر روپیہ لے آؤں۔

خانصاحب۔ یہ ممکن ہے۔

خانسان نے خانصاحب کو چٹھی دیدی اور غور و بینہ کی تلاش میں جو بیان ہوا۔ سو
 دکان میں خریدار جٹے ہوئے تھے۔ باہر بکر افغان نے سیدہ چٹھی نکالی۔ اس کو کچھ بڑھتے لکے چٹھی پر
 کسی کا نام اور تہ تحریر نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ ناؤنی معلوم ہو تا تھا۔ اس کے بعد
 کہ میرے سر پر سے پڑھنا محال تھا۔ اس لئے کہ میں نے اس سے کہہ کر کہ کان میں آئے اور
 میرے چٹھی کے لئے نہ دیا۔ چٹھی منہ پر کر کے توالہ پاکٹ کی۔ اور دکان سے نکلے۔

اتنے میں خانسان نے سیدہ چٹھی دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ سیدہ چٹھی
 بیان سے کہہ کر آئے۔ راستہ میں خانسان نے اس سے اس کے صاحب کا نام پوچھا اور یہ کہ
 کیا کس حمد پر ممتاز ہیں۔

خانسان کے جواب سے معلوم ہوا کہ وہاں سپاہیان کے کرنیل ہیں۔ اور بہ ماتحتی
 جنرل ہیک کا پور فورٹ میں کام کرتے ہیں۔ چٹھی کے باب میں کچھ استفسار کی اس سے
 منسلک نہ سمجھتی کہ وہ بگڑا ہوا ہے۔

دونوں شخص بائین کرنے ہوئے ایک دو منزلے مکان کے قریب پہنچے خانسان
 لگائی جانے لگا۔

یہ صاحب بہادر کا مکان ہے۔ میں انھیں کالانہ دیوں۔ آپ کچھ دیر یہاں قیام
 کریں۔ میں صاحب کو چٹھی دے آؤں۔ پھر آپ کو مکان دے دیوں۔
 بالو۔ آپ کیوں تکلیف کر کے جاؤ۔ تم بھی جانتے ہیں کسی سے پوچھیں گے محلے
 وائے مکان بتا دیں گے۔

تین سالہ نہیں۔ اس لیے اب اس سے ہوشیار رہنا۔ علم غیبات بلند کرنے والا نہیں۔ ان کے ہاں
 اختلاف اور فرائسیسی طریق حکومت سے ہمدردی ظاہر کرنے کا ایک جلسہ عقد
 ہونے والا ہے۔ اب اس میں ضرور شریک ہوں۔ مجھے صرت آپ کے یہ پوچھنا ہے کہ سٹیٹن پر
 تو رنگ چڑھنے کا نہیں لہذا اس کے ساتھ کیا ہوتا کیا جائے۔ میری رائے میں ایسے
 شخص سے دنیا خالی ہو جانا ہی بہتر ہے۔ روز کے ساتھ ساتھ چلنے کی بات ہے۔
 لیکن یہ کل امر ہے۔ سٹیٹن کے قبل طر ہو جانا سنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نہ ہو
 میرے ہاتھ میں درجہ نہ ہو۔ ہمارے مسکا خاتمہ ہو جائے گا۔ عرواں سے کام نہ ہو سکیگا
 سنا ہے کہ سٹیٹن کے ہاں کوئی چیز ہو چکی ہے۔ دو روزانہ اخبارات کر کے روز کے
 سٹیٹن کے ہاں کوئی چیز ہو چکی ہے۔ دو روزانہ اخبارات کر کے روز کے
 آج فرصت کے ساتھ ہر حال مل لو۔ کچھ مشورہ کرنا ہے۔ نمبر ۲۰ کے لئے
 شہد کو لانا ہے۔ ہوسکتی ہے۔
 آجکل سٹیٹن کی جو باتیں زیادہ تر اس کے ہاں ہوتی ہیں۔ بہر حال تو سٹیٹن کے ہاں بہتر نہیں
 جو کام ہو چکا ہے۔ سٹیٹن کے ہاں بہتر نہیں۔ بہر حال تو سٹیٹن کے ہاں بہتر نہیں
 کل ایک واقعہ اور پیش آیا۔ یہ تو سٹیٹن کے ہاں بہتر نہیں۔ بہر حال تو سٹیٹن کے ہاں بہتر نہیں
 مسٹر جیمس کا تاقب کر رہا تھا۔ یہ وہ تو سٹیٹن کے ہاں بہتر نہیں۔ بہر حال تو سٹیٹن کے ہاں بہتر نہیں
 اس نے اپنی ایک دکان میں راستہ پھر رہا تھا۔ پتھر پر ہوا وہ ہر دکان میں لیتے تھے اور
 جگہ کے غیر ہر اسے کیا۔ ہر دکان میں اس کے دوڑنے کی ایک ایک دکان کے
 اور اس کے ساتھ تھا۔ ہر دکان میں اس کے دوڑنے کی ایک ایک دکان کے
 تھے جیمس روٹ اور اس کے ساتھ تھا۔ اس کا پورے ہی مجھے اچھا لگتا ہے۔ ایک شخص کے
 بیچا کر رہا ہے۔

اور جیمس ہر دکان میں۔ ہر دکان میں اس کے ساتھ تھا۔ اس کا پورے ہی مجھے اچھا لگتا ہے۔ ایک شخص کے

یہاں سے اپنا نام لیڈی راجس مشہور کر رکھا ہے۔ اور اسی نام کی بدولت میں نے
مس روز اور مسٹر گارڈن سے تعلقات پیدا کیے ہیں۔ تحریر وقت
اور کچھ دینے لینے کے سبب ان کے بلیک کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ سنتا ہوں لیڈی
راجس نے یہ بھی لکھا ہے۔ "اگرچہ میں نے یہ نام بھی لازم آیا۔ اور بڑے حد
کی بات تو یہ ہے کہ مجھے آج تک کوئی نہیں تاڑ سکا کہ میں وہوں فقط
تمہارا صادق حامی ہوں
"ٹی۔ پیرس"

خط پڑھ کر پیرس کے خیالات کا جبرہہ اتار کر ہمارے روزانہ اخبار کے دلیں بحث ہونے
لگی۔ کیا کرنا چاہیے۔ اور کیا نہ کرنا چاہیے عقل جمتی نہیں۔ رائے پاس نہیں ہوتی۔
جس مضمون پر بحث چھڑتی ہے۔ مضمون کی صورت سامنے نہ آتی ہے۔
کوئی رائے دینا نہ چاہتا۔ انتشار ترقی پڑھتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں
کراہٹ ہی جاتی ہے۔ اس کو "اسکول" کہتے ہیں۔ یہ کہنا نہیں ہے۔ ورنہ باقی
یہ کہنا ہے۔ "اسکول" کہتے ہیں۔ یہ کہنا نہیں ہے۔ ورنہ باقی
خافصاحب نے پیرس کے گھر پر ایک کتاب لکھی ہے۔ "سب قریب میں کوس کی مسافت پر ہوگی۔"
راتے میں کہہ رہے کہ ایک گنا میں نے صرف چوبیس کتاب لکھی ہیں۔ خافصاحب بھی وقت
بیکار نہیں کرتے۔ ان کی کتابوں کی تعداد گنت ہے۔ اور ہوا کے ٹھوڑے ہر
بار ان کے ہاتھوں سے کتابیں نکلتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں سے مسٹر گارڈن کی کتابیں داخل
ہوتے۔ رات کا وقت تھا۔ ۱۰ بج چکے تھے۔ مصافحہ میں نہ تھے۔ خافصاحب
میں دعا دیا کہ مس روز لیڈی راجس سے ہر اوجھ گچھ لگی ہوئی ہیں۔ خافصاحب
وہی قیادت میں سے زیادہ ٹھہرنے لگا۔ گرچہ ان کی رائے درست ہے۔
ابھی وہ چارہ ترقی نہیں ہوئے۔ لیکن ان کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے۔

پیرس۔ مضمون: گارڈن صاحب کا کون سا فیصلہ ہے۔
خافصاحب کیوں؟

مین پینس می بین۔ صاحب کو اطلاع دینے آیا ہوں۔

خاندان صاحب۔ گارڈن کو اطلاع دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے کل کیفیت معلوم ہے اور اسی کے تدارک کے لیے جا رہا تھا۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو۔

میرا اسی ساتھ ہوا۔ فون پر رفتاری کے ساتھ قدم اٹھانے لگے۔ اشارہ مین ایک مقام پر میرا ہی بول اٹھا۔

حضور اگر جے نے اندازہ کیا تو میری رائے آپ اُس مقام پر مین جہاں مس روڈ پر لوٹر دن نے حملہ کیا ہے۔

تو اشارہ مین۔ یہ کتنی عجیب و غریب بات ہے۔ کیا ہو گیا؟

میرا اسی ساتھ ہوا۔ فون پر رفتاری کے ساتھ قدم اٹھانے لگے۔ اشارہ مین ایک مقام پر میرا ہی بول اٹھا۔

حضور اگر جے نے اندازہ کیا تو میری رائے آپ اُس مقام پر مین جہاں مس روڈ پر لوٹر دن نے حملہ کیا ہے۔

تو اشارہ مین۔ یہ کتنی عجیب و غریب بات ہے۔ کیا ہو گیا؟

میرا اسی ساتھ ہوا۔ فون پر رفتاری کے ساتھ قدم اٹھانے لگے۔ اشارہ مین ایک مقام پر میرا ہی بول اٹھا۔

حضور اگر جے نے اندازہ کیا تو میری رائے آپ اُس مقام پر مین جہاں مس روڈ پر لوٹر دن نے حملہ کیا ہے۔

تو اشارہ مین۔ یہ کتنی عجیب و غریب بات ہے۔ کیا ہو گیا؟

میرا اسی ساتھ ہوا۔ فون پر رفتاری کے ساتھ قدم اٹھانے لگے۔ اشارہ مین ایک مقام پر میرا ہی بول اٹھا۔

کشمیر میں ایک سربراہ کی ایک بیوی کا رافسر ہین۔ مجھے امید ہے وہ
تلاش سرگرمی سے کام کرے گی۔ میں نے اسے اس وقت تک نہیں دیکھا
دھونڈ رہا ہے۔ بہت بچ کر گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور شخص
ہفتہ ہی کے اندر اس کے ساتھ رہا ہے۔ تمام شدہ اس وقت تک
مقالہ پر یاد ہے۔ مگر یہ سب کے ساتھ اس آگ کے فرو کرنے کی کوشش
کرنا۔ معلوم ہے کہ یہ شخص ایک اور شخص کے ساتھ رہا ہے۔ اس وقت
لینا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
اسٹیشن کی کیا خبر ہے۔ باقر خان رسا اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
کینٹ

۱۲۳

روز سہ شنبہ

آج پولس کشمیر میں ایک شخص کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
کام کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
میں اس وقت کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
جس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
شناخت کر لیا ہے جس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
بھرا ہوا ایک شخص کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ

پولس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
ہو گئی۔ مگر پولس داروغہ کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
سے اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ

پشت پناہ باقرہ بنہد۔ کہ اور بھی حلقہ اعلیٰ سے نام
میں سے بہت بیکون کس میں۔ تخریج چاروں تراق میگیر کا ایک جاس
بغافوت امین تخریون نے عام ہندوستان کے۔ کہ تخریون کے
تخریون کے کتب تک اگر تخریون سے پناہ تخریون کے تخریون کے
کہ تخریون کے تخریون کے۔

[illegible]

مرزا حسن

تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ سب سید محمد علی شاہ کے ہاتھ لکھا گیا ہے۔ اس لیے کہ ان کے ہاتھ کی رسم
اسی ڈگری میں مکتوب میں لکھی گئی ہے۔

10

مکملہ

[illegible]

آج مسٹر گارڈن کو پانچ بجے میں آئی کہ مسس روز پر بھی سفاک
پنجیہ ٹوٹ پڑا۔ پیاری بیٹی کے ہاتھوں کا شکار بن گئی۔

اس پر مسس روز نے وہ اور بھی بدو اس ہو گئے۔
آہ یہ برس یہ سنائی جیسے مسس گارڈن کے کانوں کی دھڑکیاں سنائی دیتی ہیں
اُسے ہل کر دیکھا کہ وہ بیٹے پر مار کر بے تحاشا صحن باغ میں جلی مسٹر گارڈن
آیا اور خانہ آلو کی بجائے کوٹھی میں لائے بیٹھ کر آرام کر رہی ہو ڈال دیا۔

روز نے کہا: "صاحب کو جانے دیکھ رہی ہوں اور آنسوؤں کی بجائے انگریزی کا عالم

ہاں یہ محبت دم نکل کر دینا۔ ارے کس سے کون کن ہو رہا ہے؟
اُسے یہ سن کر یہ تھی۔ قزاقوں کے ہاتھ پر پڑ گئی۔ سناٹا جاتے ہوئے
اُسے خواب ہو جانے لگا۔ انا۔ ہندو تو ان کی بات بھرتے ہیں۔

مسٹر گارڈن نے کہا: "سادیتے ہوئے باہر نکل آئے۔ ادھر تو ایسے ہی ہو کر رہا
مسٹر گارڈن نے کہا: "تو یہ سب باتیں ہیں۔ روک رہی ہے۔ او دھرس روز نے
ہو گیا۔ اس نے کہا: "تو یہ سب باتیں ہیں۔ حرکات و سکنات تو یہ ہیں۔

بھئی کو کہنا پڑا تھا۔
مسٹر گارڈن نے کہا: "سوار ہی تھے۔ سواری پر انہیں سوار
مسٹر گارڈن نے کہا: "جسوقت یہ سب چپ چپ رہیں پھر پچھلے ہیں پادری دعا

دل
پوچھا ادھر سے کہیں؟
در بان مسٹر گارڈن کا شاسا
تھا۔

مسس روز نے کہا: "نہیں۔
گارڈن نے کہا: "نہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ایک گلی میں
 کھڑی تھی۔ اس نے اس سے کہا: "اے عورت! کیا تیرا
 گھر اس گلی میں ہے؟" عورت نے جواب دیا: "جی ہاں،
 یہ میرا گھر ہے۔" اس شخص نے کہا: "تو یہاں کیسے
 آئی؟" عورت نے کہا: "میں نے یہاں سے اپنے گھر
 کی طرف جا رہی تھی۔" اس شخص نے کہا: "تو
 یہاں کیسے آئی؟" عورت نے کہا: "میں نے یہاں سے
 اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی۔" اس شخص نے کہا: "تو
 یہاں کیسے آئی؟" عورت نے کہا: "میں نے یہاں سے
 اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی۔"

[illegible][illegible]

حق اچھا لگا رہا۔

دربان نے کاغذ کا پرچہ ہاتھ میں دیریا۔ اور بولا۔

”ایک صاحب آئے ہیں۔“

گارشوہ۔ دیکھا تو کچھ شہسوار۔ کیا لگا رہا۔

رابرٹ میکیر۔

اس نام سے سینہ میں آگ لگ گئی۔ دغمت پیدا ہو جانے والے تھے۔

مجھ پر کدو ار معلوم ہوتا ہے۔ ہرگز۔ ان سناٹے آیا ہے۔ کاش اس کے

نہ کی گئی تو اور بھی آنت دھانے کا۔ مسٹر گارڈن دیر تک رہے۔

جب میکیر کے آنے پر۔ مسٹر گارڈن نے اس کو دیکھا۔ آواز یہ کہتے ہوئے

سنائی دی۔

ان کے پاس۔

کے پاس۔

بہت بڑی خوشی ہوئی۔

آئے۔

دو تار لپٹے۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

کے پاس۔

خبر آئی کہ پھر نہیں گیا، ہوس روز کی شادی میرے ساتھ کر دینے سے بھی کوئی نہ ہو سکا۔
 دو سال بعد میرے بچے کے پاس ایک لڑکی آئی۔
 میکسی کی خباثت فحشی اور ہوس پرستہ رنگوں کا خون تارو کھا گیا۔ چہرے پر وزارت
 آگئی۔
 بلکہ محبت بھی نگاہوں سے نظر ڈال کر کہا۔

دوست! میں مجھ سے روزگوشادی سے قطعی انکار ہے۔ میں نے تم سے درم اور حضرت مسیح کی خدمت کو پسند کر کے عہد کر لیا ہے کہ جس نے ستم رسیدہ یا اگرچہ ان کے لئے کچھ نہ ہو سکتا ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ میں روئے سخن اس کے فرائض میں کس قدر مجھ سے محبت ہے۔ میں نے تم سے یہ کہہ دیا ہے کہ تم میری خدمت میں نہ آؤ۔ اس حال میں تم میری خدمت میں نہ آؤ۔ اس حال میں تم میری خدمت میں نہ آؤ۔ اس حال میں تم میری خدمت میں نہ آؤ۔

گروہیہ کہ استقامت کمان حق ہو گئے ہوں ان کے لئے کہ وہ بے یار و مددگار ہیں۔

[illegible]

اے میں اپنے دل کی آواز سے کہتا ہوں کہ اپنے دل کی آواز سے
 میں نے یہ سب سیکھا ہے۔
 گاہے گاہے

باہر سے آواز آئی۔ میٹر
گارڈن سرسبزی کی حالت میں دروازہ کھولنے لپکے اور میٹر کے فرائض
گارڈن کے سینے کو مہلک بنا دیا۔
خبردار اگر ایک قدم بھی آگے بڑھا تو اسے سزاوارا دیگا۔

بیچارے گارڈن شمس و بچ کی حالت میں کھڑے ہو رہے۔ نہ پاؤں نہ ہاتھ نہ
ماندن۔ میٹر نے غصہ کی نگاہ سے گھور رہا تھا۔ یہ سمجھ گئے میٹر بھاگنے لگا۔
گارڈن نے جنبش نہ کی۔ بہت کی طرح ساکت۔ زبان سے ایک
عقل حیران۔ کیا کوئی کیا نہ کون۔

میٹر نے نظر کی کھولی۔ گارڈن بدعاش کھڑکی سے کہہ کر کس
پتھر پر غصہ ہوش نہیں رہا کہ وہاں سے

کھڑکی سے کہہ کر میٹر نے
تیرا جانا

اتنے میں پھر میٹر نے دروازے پر زور سے مارا۔ گارڈن نے اسے
کوئی نہ کیا۔ اس نے اسے اس کے پاس آکر کھڑکی سے شرکت کو آکر لپکائی۔
پھر وہاں سے گارڈن نے اس کے قتل کے لیے ہاتھ بڑھائے۔

گارڈن نے اسے اس کے پاس آکر کھڑکی سے شرکت کو آکر لپکائی۔
پھر وہاں سے گارڈن نے اس کے قتل کے لیے ہاتھ بڑھائے۔

حقیقت یہ ہے کہ گارڈن نے اس کے پاس آکر کھڑکی سے شرکت کو آکر لپکائی۔
پھر وہاں سے گارڈن نے اس کے قتل کے لیے ہاتھ بڑھائے۔

نظر اسوا

باقرخان کا نام سننے سے اُسے سخت صدمہ ہوا۔ فقیر کو سیدھا اندر
 ڈوا لکڑیوں کو ساتھ لے ہوئے داروغہ کے پاس آیا۔ پولیس کی طرف
 ہونے لگے۔

فقیر۔ مجبوراً جب تک میرے حواس ٹھکانے نہیں ہوتے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ پہلے اندر
 بے چلے۔ تھوڑا پانی پلا لے۔ آسواگی سے کل باتیں گوش گذار کرونگا۔

فقیر کی بناوٹی باتوں نے ان کے دلوں پر کچھ ایسی چوٹ کی کہ تمام جسم میں جوش اور ہڈیاں
 اٹھ اٹھ کر دوڑنے لگیں۔ اندرون چھا تک۔ اندرون میں فقیر کو
 جھانک رہے تھے ایک گلاس پانی منگوایا۔ فقیر نے مہر پانی کے چھینٹے دیے واسن کی ہوا
 کیا۔ مرنے کا تو قصد تھا ہی نہیں۔ آگاہا گلاس ٹھکانے ہو گئے۔

ایک بار شاہ صاحب اڈرا آرام لے رہے تھے۔ کچھ دریافت کرونگا۔

دوسرا صاحب مقرض سوئے۔ پانی بول اٹھا۔

”اے اللہ! میری زندگی بیکار ہو گئی۔“

فقیر۔ افسوس میرے دلچسپ۔

ایک بار شاہ صاحب اڈرا آرام لے رہے تھے۔ کچھ دریافت کرونگا۔

دوسرا صاحب مقرض سوئے۔ پانی بول اٹھا۔

”اے اللہ! میری زندگی بیکار ہو گئی۔“

ایک بار شاہ صاحب اڈرا آرام لے رہے تھے۔ کچھ دریافت کرونگا۔

دوسرا صاحب مقرض سوئے۔ پانی بول اٹھا۔

”اے اللہ! میری زندگی بیکار ہو گئی۔“

ایک بار شاہ صاحب اڈرا آرام لے رہے تھے۔ کچھ دریافت کرونگا۔

دوسرا صاحب مقرض سوئے۔ پانی بول اٹھا۔

”اے اللہ! میری زندگی بیکار ہو گئی۔“

ایک بار شاہ صاحب اڈرا آرام لے رہے تھے۔ کچھ دریافت کرونگا۔

دوسرا صاحب مقرض سوئے۔ پانی بول اٹھا۔

”اے اللہ! میری زندگی بیکار ہو گئی۔“

کمرے میں داخل ایک گوشے میں چپکست رہا۔ اور چون گوشہ میں داخل ہوا کہ گشت
آواز پر کان لگا دیے۔

ان دونوں شخصوں میں ایک ہندو اور ایک مسلمان تھا۔ فقیر عجیب گشت
میں بڑ گیا کہ ان درندہ صفت دشمنوں سے اس لیڈری کو کوئی نگرہات دلائے۔

مگر ایک ترکیب ذہن میں آئی۔ کسی طرح اسے بیہوش کرنا چاہیے۔ ارادے میں
تقصیر ہونا تھا۔ کارروائی کے لیے اٹھوٹھڑا ہوا بیہوش شخص کمرے میں رہ گیا تھا۔ فقیر

چپکے چپکے اس کی پشت پر ہونا۔ اسے اندھیرے میں چھوٹی نہ معلوم ہوا۔ اسے تھوڑی
کے ساتھ کورافا نام کی شیشی خفین کے پاس لگا دیا۔ جس کی آنکھیں بند ہو گئیں اسے

دیکھ کر اسے پاس سے ٹپٹپی ہو سکتے ہیں اس کے جسم کا نپ اٹھا اور وہ وہیں لیٹ گیا
فقیر نے کورافا نام سے کچھ تر کر کے پھر اس کی ناک پر رکھ دیا۔ اور وہاں سے ہٹا۔

یہ کل کام ایک لمحے کا تھا۔ اس کا رد و ادا۔ بیوقوفیت بالکرکٹ ایک لمحہ۔ سوچا
اس شخص کا بچاؤ۔ اسے اس ہو سکے جو اس مظاہرہ کی گردن حلال نہ ہو۔

اندر جا کر کیا ایک جھپٹ رہے سے بھی سر پر ہوسکتا تھا۔ کیونکہ یہاں پر
میں یہ ضرور خبر پکڑیے گا۔ اور غی و شور مچا کر موتی ہوئی۔

فقیر صبحی کے دروازے پر چپکا ہوا بائیں ہاتھ اور موضع دیکھنے لگا۔ گھر پر
کوئی ایک دوری نہ تھی۔ اور دوسرے ہاتھ میں

تا کہ جھانک کر دیکھ لگا۔ دروازے کی۔ اس کے ہاتھ میں
یہ دروازے سے آنکھیں بند کیے رو رہی ہیں۔ مگر اس کے

کوئی چیز نہیں پڑی۔
وہ شخص چھوٹا سا ہے۔ کمرے میں ہے۔

سیر کر رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہے۔
لہذا یہ سب کچھ یاد رکھ لیا ہے۔

چونکہ یہ سب کچھ یاد رکھ لیا ہے۔
اس لیے وہ سب کچھ یاد رکھ لیا ہے۔

اُس کے ہاتھ پاؤں پھیلے ہو گئے۔ ہوشی نے مُرت سے برتر بنادیا۔ فقیر نے چادر سے ہاتھ پاؤں کس کر باندھ دیے۔ دیاسلائی موجود ہی تھی۔ لائٹس جلائی اور روز کے کمرے میں گھسا۔ روز بدستور جو کی بر سٹیجی ہوئی آنکھیں بند کیے رو رہی تھی۔ فقیر نے کہا۔ عتی روز اگر اس کے ہاتھ پاؤں جابقی ہو تو میرے ساتھ نکل پلو۔ میں باقر خان رسالدار کا سہارا ہوں۔

اُس غم کی ماری لیڈی نے باقر خان کا نام سن کر چہرے سے ہاتھ ہٹایا اور فیکری طرز دیکھ کر لوچھا۔ ہائین۔ آپ کون ہیں؟

آپ دریا میں مٹور جام مل ہوتا نہیں

خار کا گل نام رکھ لینے سے گل ہوتا نہیں

آپ کے پاس کوئی ثبوت بھی ہے۔ کیونکہ سمجھوں باقر خان کے مرسل آئے ہیں۔

فقیر۔ ثبوت تو میرے پاس کوئی بھی نہیں۔

اگر آپ کو کوئی ثبوت ہے تو اسے دکھائیے۔

روز۔ (آنسو چھتی ہوئی) اے اے بائے باقر خان واقعی تم میرے ہاتھ میں

آنسو۔

روز۔

روز۔

روز۔

اسوقت اسٹیفن کی حالت پھر سے کچھ ہوئی ہے نہ تو چہرے پر رونق ہے۔ نہ آنکھوں کا وہ سیلابین نہ وہ بھرے ہوئے خوشنماؤنٹ۔ نہ آنکھوں پر اسٹیفن کیس پوسٹ و سٹیشن کا پڑتے ہیں اسکی آنکھوں کے سامنے خدا جانے کون کون سین تھے۔
 اوہ دوسرے روز کے دل کو اس نے آئے وائے واقعہ کے اثر نے مسدود کر دیا۔
 اسٹیفن پر پڑتے ہی اسکی زبان سے ایک چیخ نکلی۔ جس نے اس کے ساتھ ہی خدا سے دست بردار ہوئی۔

اے پاک مریم تو اس جانکاہ مصیبت سے بچا ہے۔
 اسٹیفن کی موت کا یہ دن۔

روز کی بغیر ایلون نے اسٹیفن کو اور بھی تلملادیا۔ آنکھوں میں پٹا لٹکے ہوئے آنسو
 رخساروں پر پاپڑے اور اس نے عجیب ہی حسرت سے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر بوجھ طلب کیا۔

نہ کر عوض مری جرم و گناہ مجھ کا
 کہیں کہیں نہ عذر و کجا کیجھے محتاج
 آہی تجکو غفور الرحیم کہتے ہیں
 یہ اُن کے بندے ہیں جن کو خدا کی رحمت سے محروم ہے

آہ بیچارے مسیح!
 جگر میں ناوک غم ہو گئے یہ تیغ ستم
 ہوا ہوں خنجر غفلت سے کشتہ میں پر غم
 زبان یہ آہ ہو آنکھوں میں اشک لب پہ پیو
 مکن تغافل ازین بیشتر کہ سے ترسم
 گمان بر بند کہ این بندہ بے خداوند دست

نہ ہو وہ چشم عنایت نہ وہ نگاہ کرم
 غلام پر یہ عتاب اپنے بندے پر یہ ستم
 جفا میں بڑھتی ہیں یہ زنجیریں تیرے بندے کے
 مکن تغافل ازین بیشتر کہ سے ترسم
 گمان بر بند کہ این بندہ بے خداوند دست

یہی ہو در تری بندہ نمازیان کی قسم
 کہے نہ نیکیس و بے یار چچا کو اس ظالم
 مکن تغافل ازین بیشتر کہ سے ترسم
 گمان بر بند کہ این بندہ بے خداوند دست

ابھی مذاہبات ختم بھی نہ ہوئی تھی۔ عبدالرزاق نے حضرت کو دیکھا تو اس نے کہا کہ
 ان فضول شہر خزان سے مطالبہ کیے گئے تھے۔ ان کی تم کو کیا ملے گا۔

[illegible]

ہمارے پاس کوئی کام نہ کرنا اور نہ ہمارے آنے کی ضرورت کا کوئی خیال تھا۔
 باقر - آپ میری زندگی کے کفیل ہوئے آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہے بس میں آپ کا ہوجاؤں گا۔
 انہی مرضی کے خلاف بہنوئی سے جاوین۔ حضرت کی شان کے خلاف بدلاگستاخی
 ہو سکتی ہے۔

سنیا سنی - ایک بات اور بھی ہے۔

باقر - وہ فرمائیے۔

سنیا سنی - کچھ دنوں تک ہمارے ساتھ قیدی ہو کر رہو گے۔

باقر - اس قدر تو دلچسپ نہیں ہے۔

سنیا سنی - کیا۔

باقر - شاید یہ میری حقیقت سے واقف نہ ہوئے۔ سوقت دو جانیں درطہ ہلاکت میں

پڑی ہوئی ہیں۔ اچھین بچا نہ ہو۔ جسے اگر اجازت دین توڑے نہ۔

اگر بہنوئی نہ آئے تو وہ جانبر ہو سکیں۔ اور انکی زندگی کی صورت نکل آئے۔

ہے۔ دونوں کچھنوں کے بیچہ ستم سے ہلاک ہو گئے۔ اگر عمر کی رسی مٹ جائے۔

انہی نے میری جان بچائی وہاں اُن گرفتار ان بیچہ میداد کی زندگی کے بھی کفیل ہوں

مجھے رہائی دین۔ اسکا تہیہ کرتا ہوں تاوقتیکہ جناب یہاں سے تشریف نہ لے جائیں گے۔

حضور کے ساتھ کبھی بے جا برتاؤ نہ ہو سکے گا۔ اور نہ آپ کی ضرورت ہوگی۔

جائے گی۔

سنیا سنی - اگر اُنکا نام اور چہرہ تو دو تو ہیں۔

کروں۔ اگر وہاں سے نکل جائے تو وہاں سے نکل جائے گا۔ اگر خلاف نہ ہو تو وہاں سے

نکل جائے گا۔ اگر وہاں سے نکل جائے تو وہاں سے نکل جائے گا۔

اچھین سے نکلا۔

اور میکیر دونوں باغیانہ اس کے حامی اور سرغنہ ہیں

انہی نے مجھے قیدی کر لیا ہے۔ اگر وہاں سے نکل جائے تو وہاں سے نکل جائے گا۔

اچھین سے نکلا۔

اور میکیر دونوں باغیانہ اس کے حامی اور سرغنہ ہیں

انہی نے مجھے قیدی کر لیا ہے۔ اگر وہاں سے نکل جائے تو وہاں سے نکل جائے گا۔

اس لیے ان کے روپر و عبدل اور میکیر کا نام لینا بھٹس میں چنگاری ڈالنا ہے۔ تانتیا ان ناموں سے بھرک اٹھنے لگا۔ اور پھر عجب نہیں میرے ساتھ سختی سے پیش آئے باقر بھٹس نے تحلیل یہ کمر ٹال دیا۔ یہ کہیں تکلیف کون کے جانے ہو۔
 الغرض وہ رات اسی قسم کی باتوں میں کٹ گئی۔ تانتیا سے پھر کوئی اسی گفتگو نہیں ہوئی کہ جس سے ہمارے ناول کو تعلق ہو۔

دوسرے روز بھی باقر خان رسالدار سنیا سیون کے ہاتھ میں قید رہے لیکن روز اور سیون میں کچھ فرق تھا۔ جب زیادہ طبیعت پریشانی نہ ہوئی۔ سنیا سیون سے کہا۔
 جناب عالی! آج مجھے کچھ فضا دین۔ میں اپنے مقیمہ کو قتل کی خبر لینے جاؤں گا۔

سنیا سیون - باقر خان! چاہے پھر چلیں۔ اُغین چھوڑا لائیں۔ مگر تم بھی میرے ساتھ

اتنے دنوں سے یہ فریاد رہا ہے۔ غار ہی کیا۔
 شام ہو گئی تھی۔ سپاہیانہ پوشاک پہنے اور پتھر پانگا

جس مکان میں رہتا تھا۔ اتنے دنوں سے یہ فریاد رہا ہے۔ غار ہی کیا۔
 جس مکان میں رہتا تھا۔ اتنے دنوں سے یہ فریاد رہا ہے۔ غار ہی کیا۔

یاقہ - ان دنوں میں
 سنیا سیون - بلین - کیا۔ یہ میکیر کا مکان ہے؟ اچھا۔ پتھر پانگا

یہ کچھ شہر کیا ہے؟ بلین - کیا۔ یہ میکیر کا مکان ہے؟ اچھا۔ پتھر پانگا

جوش - ایک کمرہ میں
 انگریزوں نے جو کچھ عقیقت تانتیا سے ہاتھ ڈالا اور شیک کر لیا۔

وہاں میکیر بھی بیٹھا تھا۔ باقر خان کو تانتیا کے ساتھ آئے دیکھ کر میکیر کے ہر سہمہ

روزان آئے و تین کو دیکھتے ہیں صبح بخیر اور باقرخان کی بھل میں ہو رہی اور انہوں
کی طرف نظر اٹھ کر گویا ہوئی۔

اُس خداے سبب الاسباب نے آواز میں کہا۔

ادھر اسٹیفن نے تانتیا سے رو رو کر کیسوی خاطر کے ساتھ اپنا مکمل قدم بٹھایا جسکی
وجہ سے مور و عتاب ہو رہی ہیں۔ سہیلنا کے غون کی سرگزشت بارہویں روز کے ساتھ بے غلیان
مؤثر الفاظ میں بیان کر کے زار و قطار رونما شروع کیا اور کہا۔ کہ بایاں لکھ بات کہیں گے۔
وہ دیکھ لے جو بایاں کی جان بھرے۔

خداے حاضر و ناظر ہے آپ کو ہمارے انصاف کے لیے یہاں بھیج دیا ہے۔
دو ایک سو اٹھ مین روز کے دورے پانی کا پانی پینا سہل گا۔ مقدس نرسنگ ایسوسی ایشن
نا چاری ہے۔ بچا لہو کا پھر اگلے مین بڑا ہے جو نہ نہیں کر سکتے۔ شہر میں آگ لگے۔
بچائے۔ (میکس کی طرف دیکھ کر) اسے بڑا ماش کے تجربے سے رعایا کی ہولناکیوں کو
بچائے یہ برطانیہ کی تاریخ اور اس کا روبرو ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہے۔ سو گئے۔ کیا بات ہے
یہ آپ ایسے فشتہ دوروں کے مجمعِ پاک میں بیٹھتے۔ کہ الائی نہیں۔

تانتیا نے میکس سے مترجم ہو کر مافروضگی کے ساتھ جوشِ غضب میں کہا۔
”ابن یکا حرکت نہ کرنا متحمل ہے۔ تجھ ایسے شیاطین سے تو بے نیاز کر دیتا۔
ہلاکت میں پڑ جائے گی۔ تجھ سے کسی بات کی امید رکھنا بھی احمق ہے۔ آج سے
میں نے تجھے اپنی جماعت سے نکال دیا ہے۔ تیرا ساتھ رکھنا اپنے تئیں خرابیوں میں
ڈال دینا ہے۔ تیری وجہ سے ہمیشہ بد عمل و بنگارہ آڑی پہنی رہے گی۔ تو اپنی آواز
نٹے میں مخور ہے تجھ سے رعایا کو کبھی اکرام و عینِ نفیسا نہ دے گا۔ تیرے ہی اس بد نفسی کا مزہ
چکھا یا جائے گا۔ تجھے تیری بد اعمالی کی حقولِ مزا دی جائے گی۔“

(جولس سے مخاطب ہو کر) ان دونوں مغز بول کو ابھی ملوک و سلاسل میں بکڑ کر قید کر دینا
حکم کے مطابق اُسی وقت میکس اور عبداللہ باندہ دیے گئے۔ اور بعدِ فراغت محلِ آدمی
مکان سے باہر نکلے اور چار اور انگریزوں کو ساتھ لے کر اپنے قیصرے کی طرف بیٹھے
چلے گئے۔

راستے میں تانتیا ڈپٹی نے باق سے کہا۔ سر باقرخان! میری رائے میں روز اور

اسٹیفن کا اپنے مکان چلا کر اپنا مناسب ہو۔ انھیں جانے دو۔ تم میرے ساتھ رہو۔
چلو۔ تم اپنا کام کر رہے ہو۔ میں خیال کروں گا کہ تم میرے ساتھ رہنے سے
بچو۔ میرے گھر نہ آؤ۔

باقر بہت خوب چلے۔

روز اور اسٹیفن نے بارے میں پھر گفتگو کی نہ تھی۔ انہیں آئی۔ ان دونوں نے اپنے
اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھ کر اور باقی اس تانتیا کے ساتھ کشتی پر چلا آیا۔

باب انیسواں

سرسریانہ کی مریضہ کی کیفیت

باقر خان کی سنیاسیون کی ہر اس میں کچھ گھٹا ہوا تھا۔ اس کی طرف سے کچھ عیب نہ تھا۔
اس کی قید میں نہ تھی۔ اس نے کچھ وقت اس کے ساتھ رہا۔ روز اور اسٹیفن کی روحیں تازہ تھیں
ہوا لینے سے بے نیاز تھیں۔ قیدی سخت تھیں۔ انھوں نے انھوں نے جسم کی غرض سے
سو گیا تھا۔ وہ بار بار دروازہ پر تھیں۔ رستہ پر تھیں۔ اس سے یہ روزگار عالم تو نے
ہماری جانیں بچائیں۔ اس نے باقر خان کے نام پر یہ دعا کی تھی۔ اس نے ایک بندے
نے ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ تانتیا کوئی کی بدولت آج اس عذاب سے
نجات ملی۔ کچھ دیر بعد روز ہوئی۔

”اسٹیفن ایک گاڑی کر آیا۔ یہ کرلو۔ پیدل چلنے میں دیر ہوگی۔ کیا جانے انان جان کسی
ہون۔ اُن کے دیکھنے کو طبیعت پھر اچھی ہو۔“

اسٹیفن اور روز اُسے پر ہونے لگا۔ اس کی کانٹن میں ٹھیکر مسٹر گارڈن کے ٹیکے کی طرف
جلدی۔ پندرہ منٹ میں گارڈن کے مکان پر جا پہنچے۔ چپے برآمدے میں دو سول مرجن
ڈاکٹر بیٹھے ہوئے تھے۔

اسٹیفن اور روز کو دیکھتے ہی گارڈن کا قلب بھر آیا۔ آئینہ بوجھتے ہوئے بولے۔

روز اور اسٹیفن! اور حقیقت تم لوگ میرے سامنے کھڑے ہو یا میرے دماغ کا فوٹو
ہے۔ یا حالت بیداری میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ انتہائی غم میں کہیں خوشی ہو سکتی ہے
اس لیے میری تقدیر ایسی نہیں کہ اپنے گھر کے ہوئے محل سے آنکھیں بند کر سکوں۔

روز بچ فریاد نہ سہی - درگزر باپ کے گئے سے نہت گئی - اور روتی مرنی رہی -

!! اہل ایمان سے متاثر روز ہوں - مجھے گریہ پڑے لو -

گارڈن - سچ کہہ کیا تو میری لڑکی ہے - کہ ان بچوں کی مثال تو ہی ہے جسکو اپنے دائیں بازو پر بٹھا کر اپنے دھڑکتے ہوئے قلب کو تسکین دیتا تھا - مگر مجھے یقین نہیں ہے - روز گمان وہ تو سیکڑوں میں مٹی کے تاروں کی ہوگی - سیٹھن کو بھی ظالموں نے ہارنا دیا ہوگا - نہ جانے اسکی ہاتھ کس کتنے میں پڑی ہو - ہاے جان ہیلا سوز ہی ہے روز بچے : میں جا کر ہوں کہ تم لوگ کسے روز بنا کر جان لائے ہو - کیا یہی روز ہے - این - یہی روز - تو بہت ابھی تک بڑے بک باز سے چوگتے نہیں کہ چند روز کی زندگی تلخ کیے دیتے ہیں -

گارڈن کے بین سے اسٹیشن کی چھائی پھٹی تھی - اس خدا کی میری آنکھیں انھیں غمنا حالتوں کے مشاہدے کو نالائقی سے - ہاے مجھ سے یہ کیفیت سنیں وہ کیسی جاتی -

روز نے باپ کی بے کلامی دیکھ کر سیٹھن کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی -

سیٹھن : باپ کی جان بچاؤ -

بھلا انسان کی کیا طاقت ہو کہ درالحقیقت خدا سے ملے - جبکی تو کس سقراط بقراط سے بڑے حکماء کی عقل نہ پہنچ سکی - پھر مشیت الہی میں کون کون سا شے سے سکتا ہے -

سیٹھن نے روز کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا - ڈاکڑوں نے گارڈن کی باتوں پر ہاتھ رکھا کچھ بخود ہی سمجھائی - کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہیں - مگر غم میں غفلت گاسا گیا ہے - بات نہیں کہتی - سکتے کی حالت طاری ہے - نوک کو شش کرتے ہیں - بوسہ کی ترغیب دیتے ہیں - نہ رہا تو زبان نہ کھلی ہوئی تھی - جواب کون دیتا غفلت عیاں نہیں رہی - اگر کون کچھ بھی بتاتا تو اُن نہ کرتے -

بہر حال انسان کے لیے ہوش و حواس کا قائم رہنا بھی بڑی بات ہے - خدا کی کوئی اس سے محروم ہو - وہ نہ کوڑھی کا آدمی ہو جاتا ہے - سر پی سودا ہونے کی جی کوئی زندگی ہے -

معلوم ہوتا ہے قدرتی گارڈن کی سرنوشت میں ہی لکھنا ہے کہ تمام عمر میری سودا کی طرح گزرتی -

کچھ دیر بعد دیر سے ایک نوجوان بیٹے اترے - وہ روز کو دیکھتے ہی تھوڑے ششدر

تیسرے آسمان پر تیرے راز و نیاز سے پہلے ہی دلی سے پہاڑ کی آواز سن جاتے ہیں۔ وہ ایک ہی ذات شریف ہے۔ اس مکار کے رنگ و دھنگ سے بچ کر رہنا۔ اس لیے مناسب ہو تم کچھ دن مسٹر گارڈن کے مکان پر رہو۔ اور اس نامہ دار کی حرکتوں کی دیکھ بھال کر لے رہو۔ اسٹیفن ڈاکٹر کی باتوں کا جواب نہ دے۔ نہ کہ اس کو گارڈن میں رہنے کا بیڑا غلط سمجھتا دوسرے ایسی نازک حالت میں اُنہی نگہداشت کرنا انسانی حیثیت سے نامستحکم تھا۔ یہ نازی ملازمت سے مشکل تھی۔ خدایا نے کس وقت کیا حکم آجائے۔ آجکل کسی کچھ ہوشربا خبر نہشت کرتی رہتی ہیں۔ باغیوں کی شور و شعلوں نے نوزائیدہ قہقریاں پھیلانے کا سہارا بنا دیا۔ ہوشربا لگا رہتا ہے۔ ایسا نوبہاں بھی بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور انھیں فوج کے ساتھ کسی دوسرے ہی مقام پر کوچ کرنا چاہا پڑا۔ اسٹیفن کو خاموش رہنے کا مسٹر گرے نے پھر ٹوکا۔

ذرا اوپر جا کے مسٹر گارڈن کو دیکھ تو لو۔ اُنکا وعدہ واپسین ہے۔ روز کی نازک حال کا حال سنکر مسٹر اسٹیفن کے کلیجے پر بوجھ سی لگی۔ غبارِ روگن کا خشک ہو گیا۔ خدا نہ کرے کہ میں مسٹر گارڈن کا چام حیات برباد ہو گیا تو روز کی کیا حالت ہو گی اسکا نازک دل اس روج فرسائے کے اٹھانے کا کیونکر متحمل ہو سکے گا۔ روز میری جان ہی اس کے لیے زندگی کے دن اور رات کی سخت گھریاں بہت مشکل سے کتنی ہیں۔ خدا برتر دیکھیں کیا دکھاتا ہے۔ قدرت کے کارخانوں میں کس کو دخل ہے۔ اسٹیفن کے دل کی سنسناہٹ نے خاموش کر دیا تھا۔ نہ تو زبان سے کچھ کہتا ہے نہ گھرے کی باتوں کا کچھ جواب دیتا ہے۔

اتنے میں روز کا نامون زاد بھائی جیس کو بچے سے اُترا اور دُکڑ گرسے کو اشارے سے بلا کر ایک کمرے میں لے گیا اور کچھ مشورہ کرنے لگا۔ اسٹیفن کی طبیعت کھٹک گئی۔ ہونو مسٹر گارڈن کوچ کر گئیں۔ دونوں کے چہرہ درخ افروز کے آثار جھلک رہے تھے۔

گرے نے اسٹیفن کو آواز دی اور دو ایون کی شیشیاں لے کر پہنچا۔ اس وقت روز گارڈن کے قریب بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ اسٹیفن کو جانے دیکھ کر باس آئی اور ہاتھ جھڑک کر ٹھنڈی سانس لے کے کہنے لگی۔

آب

آہ اس جگہ کو گزرنے لے کچھ اس لیے کہ یہاں پر ایک بڑی سیڑھی تھی جس سے پہنچ کر ایک چوٹی پر پہنچا جہاں پر ایک بڑی سیڑھی تھی جس سے پہنچ کر ایک چوٹی پر پہنچا۔ اور پھر وہاں سے اتر کر ایک چوٹی پر پہنچا۔ اور پھر وہاں سے اتر کر ایک چوٹی پر پہنچا۔

آج میری خدا کو سلامت رکھے۔ تمہاری حالت دیکھ کر مجھے اپنے آپ کا حال معلوم ہے۔ اس کو یہ دن ہی غریب جانتا ہے۔

ہم نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہ سب کچھ ہمارے لئے ہے تو کیا ہمارے لئے ہے؟

نورچو نو (روزنامه) نام پندرہ

مجلس

روزِ جمعیس کیا تھا راتِ سحر پشیرِ دیگِ آب کی بھونکوں کی مروت و شوق ہائی۔ کیا
میرِ مان کو ایک نظر دیکھ لئے کیوں نہیں دستہ۔

خمس - بیانی در بابی است که اگر کسی بخواهد در این علم

تو به تباری غیبت از سرگشته من - با تو تم جوی به بهی - و اگر تو ای جان من - به کی تو

مکتوبیں سے جاواؤں۔ زور کا خیال بہر محنتیں دیکھ کر مر رہا تھا۔ کس قدر غل میں اور اضافی ہو چکا تھا

اور نقیب بیہوش شادی کر کے جو چاہا کر کے کہیں سے ہی عراق میں لوٹ کر پہنچا۔

یہ ایک فقیر دیکھ کر کہنے لگا کہ اے گداگر! اگر تیرے پاس کوئی مال ہے تو اسے اس وقت سوا کر لے

افسوس ملنے کے اور کیا نتیجہ نکلتے گا۔ اس پر بے دو ایک دن باقی ہے نہ لاپرواہی کر دو تو

انجام -

روز - اور یہ بھی کہ میں سب سے پہلے دیکھتا ہوں، اس کا سارا احوال دیکھتا ہوں۔ برصغیر

و اما در این مورد که در این کتاب مذکور است -

بجیس۔ یہ ان کے استاد - اچانک میں ان کی بڑی خوشنودی ہوئی۔

اس کے بعد سٹیفن نے ہر ایک کو اپنے سے کہہ کر اپنے گھر پر بھیج دیا۔

[illegible]

رہے تھے۔

روز دروازہ کے کھلنے کے پاور کو دیکھ کر وہیں پہنچا۔ اس وقت وہ دیکھ کر
 آسنوگر اس ہی جی - سیٹھن مسٹر گارڈن کے پاس جاکر کھڑے ہو گئے۔ وہ نے کہا کہ
 سچ سچ دیدے سیٹھن کے ہاں۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے لئے یہ سچ ہے۔
 جہم بہت ہی زور دیتا ہے۔ یہ کہتا ہے۔ بخار کا انہی سے نہ فرما کر کہ ہے۔ بنیم کی کثرت سے بات
 کرنا دشوار ہے۔ سیٹھن نے بھی کہہ دیا کہ ہر ماہ رکھا۔ رقرار بہت زور دیتی ہے۔ ان المیزان
 کی بات نظر نہ آئے۔ یہ معلوم ہوتا ہے دو ایک سالگزی میں روح قبض ہو جاتا ہے۔
 سیٹھن کو دیکھ کر مسٹر گارڈن نے کہہ دیا کہ نکلا۔

تم کون ہو؟
 سیٹھن - کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟
 مسٹر گارڈن - (چھ سکتا ہے کہ) ہاں - اسے پہچانتا ہوں۔ تم میکس ہو۔ کیا روز کو
 ساتھ لائے ہو۔

بھلا اب روز کو کہاں تنہا جی - روز نے ہی شادوڑی اور مان کے گلے سے پست لگتی
 اندر سے مسٹر گارڈن اسے پہچانتے نہ سکیں۔

مسٹر گارڈن - تم کون ہو؟
 روز کو اپنے گئے ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ گران رہے۔ ابھی تک لوٹے نہیں۔ تم ایکس فوٹو
 سے دیکھو تو سچی میرا جی کہہ رہا ہے وہ آکر ہے ہیں۔ اب میں اس کے ساتھ روز کو دیکھتا ہوں۔
 یہ کون پہچانتا ہے تم نے دونوں سے کہا کہ اب تمہیں - آج وہاں ہی رہی ہو خیر کہیں بہت
 آجیا۔ روز کو تو بچاؤ۔ تم دونوں کو ایکس فوٹو کے دیکھ لوں۔
 ڈاکٹر کر کے نے برکت فرمائی سربراہی۔ ٹھیکہ منو گھایا۔ سیٹھن سے کہہ تم روز کو
 لے جاؤ۔

مسٹر روز اور سیٹھن روتے ہوئے اپنے کمرے میں واپس آئے۔
 تمام رات امریش کی دیکھ بھال میں صرف ہوئی۔ مسٹر گارڈن اوپر لائے گئے اور
 اسی روز انکی تیمارداری میں لگی۔

دونوں ڈاکٹر بھی شب بھر وہیں رہے جیسے بھی دوا دوش کرتا رہا۔ لیکن مریض کی

حالتِ خرابی ہی ہوتی تھی۔ اتنے میں رات کے گیارہ بج گئے۔ اس وقت مریضہ کے
 پیچھے سے بڑی کچی ہڈی تر رہی۔ اسٹیفن سمجھا کہ اس ایک زبردست بحال ہے۔ کبہ طرح ہر ہفتہ
 سکیتن۔ دو اولی گارڈین ہوتی۔ کوئی یقین ہے شب کے پکا کر۔ انجرائز کیا۔ بدن
 ٹھنڈا ہوا گیا۔

برائے نام سب سے زیادہ صبح جب خاموش ہوتا ہے
 پکا ایک مریضہ نے آٹھ گھنٹہ گوارڈین اور اسٹیفن کی طرف سے دیکھ کر کہیں
 ”تم اسٹیفن نہیں“
 اسٹیفن۔ کیا آپ مجھے پہچاننا نہیں۔ میں پکا اسٹیفن ہی ہوں۔
 مریضہ۔ گارڈین کو بلاؤ۔

اسٹیفن گارڈین سے کہا چلے مس گارڈین یاد کر رہی ہیں۔ اتنی وقت دیدار
 کر لیجئے۔ گارڈین بھی چپے سے اسٹیفن کی صورت دیکھتے رہ گئے۔ کچھ جواب نہ دیا۔
 مس روز اور اسٹیفن ہاتھ تھام کر رہے چلے۔ اس وقت مس گارڈین آٹھ گھنٹہ بند کیے
 پڑی تھیں۔ قریب قریب چہرہ نہنت بعد گارڈین کی طرف دیکھتی ہوئی بولیں۔
 گارڈین! ایک کی نظائیں حاکم کرنا۔ اور میرا آخری سلام لو۔ مجھے رخصت کر دو۔
 ہیلنا کے بے دلی بہت مضطرب ہو رہا ہے۔ میں اس کے پاس جاتی ہوں مگر
 روز کو دیکھنا۔

مان کی قلب ہلانے والی باتوں سے روز کو کمان تاب۔ دوڑ کر مان کے گلے سے
 لپٹ گئی اور زار زار روئے لگی۔

ماتے جو جاتا ہے وہ سب ہی بھول کر جاتا ہے۔ یہ دنیا کے ناطے رشتے سب
 جھوٹے ہیں۔

روز کے چہنٹے سے مس گارڈین کے لبوں سے نکلا۔

اے۔ کون۔ روز!

بھر کوئی بات منہ سے نہ نکلی۔ مرغ روح جسم کی تیلیاں توڑ کر کل بھاگا۔ چار غصوں سے
 بنا ہوا کالبد خالی مٹی کے ڈھیر کی طرح پڑا رہ گیا۔

میسوان باب

آفت پر آفت

سبس گارڈن کو رحلت کیے ہوئے آج کئی دن گزے۔ چنگیہ۔ بڑا پنی مان کے انتقال سے بہت اہم کچھ خزانہ بردگرفتہ ہو گئی تھی۔ کیا۔ خدا مالکین۔ یہ دنیا انسان پر محبت سے تسکین دینا ساری ہی حقین اور کچھ حقین۔ بیٹے روتی کیوں ہو۔ انکی تھاری محبت چند روزہ تھی۔ انھیں تو ایکس دن کچھ تاہی تھا۔ اور وہ خود بھی رونے لگ جاتی حقین مسٹر اسٹیفن نے روز کو سمجھا نا شروع کیا۔

پیارے روز ایک دن اپنے دل کو کڑھال ہو۔ کیوں کھانا پینا ترک کر دیا ہے۔ دنیا ایک سراسر اس کے ہے اور اس کے رہنے والے حقین مسافر کوئی کوچہ کوئی گلی کسی کو قیام نہیں۔ ہم سب کی زندگی جہاں سب ہی دم کا سب کھیل ہے آیا آیا نہ کیا نہ کیا اس لیے پیاری دل کو سمجھاؤ۔ رونا دھوا بند کرو۔

اسٹیفن کے کہنے سننے سے اسکی بے حسیوں میں کسی قدر کمی ہو گئی۔ اب اس کے چہرے پر وہ غم کی پینین دکھائی دیتی۔ وہ اٹھ کر باپ کے پاس آئی۔ وہ موت خدا کی مناجات میں مصروف تھی۔ مناجات پڑھتے وقت اسکا چہرہ حال پر گیا دعا کے بعد چہرہ مرنے ہی جھا گئی۔ ہر نالے پر سر کو جیش۔ ہر گاہ پر سارے ضمیر کو حرکت۔ بار بار لبوں سے یہ مصرعہ نکل جاتا ہے۔

آہ ظالم تیرا دل نشانہ ہو گیا

الغرض گارڈن کی حالت میں ابھی تک کچھ تغیر نہیں ہوا۔

اسٹیفن روز کو لیے ہوئے باہر برآمدے میں آئے۔ روز نے باقر خان کا ذکر پھیرا۔

جو چھ کچھ معلوم ہے رسالہ دار صاحب کہان ہیں۔ اور کیا کر رہے ہیں۔

اسٹیفن۔ مجھے انکی خبر نہیں کیا جواب دون۔

اسی طرح کچھ دیر باتیں رہیں۔ پھر وہ مکان کی طرف لوٹ آئے۔

آج ۲۲ جون ۱۹۷۷ء کا پور کی برکیت میں بھی بغاوت کا چراغ خوب ہی بھڑک بھڑک کر جلنے لگا۔ پہلے پریڈ کے پچاس ہزار نکال رحلت کے سپاہیوں نے کرنل سر

شہر کے باشندے اور ملازم سرکاری جتنے ہیں سب ہی خوش و سراپا تھے۔
 پھیل ہوئی تھی۔ راتوں کی نشیما ڈھل رہی ہے۔ کیا جانے کس وقت سرکاری سیلاب
 بڑا ہوتا ہے۔ پریڈ سے نکل کر رہے ہوں۔ اور کب شہر کو تہ و بالا کر دیں۔ سرکاری
 ملازمین اور کرسی پر سے ذوی القربی اور انگریزوں کی بیوی بچوں سے تمام قلعہ بھر رہا تھا
 سیٹھن کو زیادہ روز کا خیال تھا۔ اُسے دیکھا جا رہا تھا۔ غریبوں کو چار سائے ہوتی
 جاتی ہے۔ سپاہ بگڑی ہوئی ہے۔ روضہ میں اور بچوں کی بچان پرین جائے گی۔ میکا اور
 عیدل وغیرہ بر معاش شہر ہی سے مسلہ و زور سیٹھن کی بریادیوں پر رہے ہوئے
 ہیں۔ اور اس تاکہ میں لگے ہوئے ہیں کہ روز کو نہانے کی پیرا مشہور ہوں گی۔ ان میں
 خانہ بہادر کر دیں۔ سیٹھن انہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ دوپہر کے وقت سس روز
 کے نام متواتر ایک ایک گھنٹہ کے وقفے سے دو خط لکھے کہ ان پہنچا دیں
 اپنے یقین پچائے رکھنا۔ ہوتیاری سے رہنا۔ مگر ایک خط کا بھی جواب نہ آیا۔ اور نہ
 جواب آئے گا کوئی سبب ہی معلوم ہو۔ تمام روز اسی خلیان میں کتا۔ کوئی
 دن کے قریب شہر بھر میں مسٹر سیٹھن اپنے ڈیرے پر آئے۔ اور کچھ دیر آرام لینے کے
 بعد مس روز سے ملنے کا ارادہ کیا۔ ابھی پوشاک پہنی ہی تھی کہ چراسی نے ایک کارڈ دیا
 جس میں لکھا تھا۔

”جیمس ولسن!“

سیٹھن سمجھ گئے کہ روز کے پاس سے جوتا ہوا جیمس مجھ سے ملنے آیا ہے۔ پھر اسے
 کہا۔ جاؤ اور یہ بھیج دے۔ چیرا سی جیمس کو سیٹھن کے پاس پہنچا گیا۔
 جیمس۔ جناب جو دو خط مس روز کے پاس بھیجے ہیں اُنکے مغفوں سے پایا جاتا
 ہے کہ غریب ہی کا بنور میں بھی بناوت اٹھ کر رہی ہونے والی ہے۔ میرے خیال میں
 ایسی برائتوب خردن سے روز کے کان نہ بھرے جائیں تو اچھا ہے۔ میں خود نوں
 خط اپنے پاس رکھ لے ہیں وہ سن کے اور بتایا ہو جاتی۔ آپ ایک صلاح
 کرنے آیا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو مسٹر گارڈن اور نیز اُن کے خاندان سے

مشاوران کا چاہنا تھا کہ آپ میرے منصوبہ پر عمل کریں۔ مگر آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا۔
 کہ میں گے بلکہ میرے بھجبال ثابت ہونگے۔ بات یہ تھی کہ آپ نے ان کو منع فرمایا کہ میں
 حالت یہ ہے کہ وہ آپ پر دوسری ہی روز بھی انکی ناقابل حالت دیکھ کر کسی کچھ سمجھ سکی ہوگی
 ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ مگر گاہ کی پریشانی نے اسے بدحواس کر رکھا ہے۔ میری
 رائے میں گارڈن کی حیات ہی میں انکی جائیداد کا کوئی معاہدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جناب آپ اپنی رائے
 کو کسی کے جہانہ کلاخ میں دیدینا بہت ہی سبب ہوگا۔ کیونکہ جناب آپ اپنی رائے
 سے سرفراز کوں یہ تحریک غیر مؤثر نہ ثابت ہوگی۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ
 جیسے کی باتوں سے مسر اسٹیفن کے دل پر سخت چڑھاؤں گے۔ آپ کی باتوں میں
 چھاپا گیا رد بہت ہی خوس کے ساتھ دل میں غور کرتے رہے۔ آپ کی باتوں میں
 خیالی سلسلے کو بڑھاتے تھے۔ دن دن ان میں کچھ اس قیامت کی گھنٹیاں بڑی جاتی
 تھیں کہ کس طرح معاملے کی تہ کو پہنچنے کی امید بڑی ہی تھی۔ واقعی انکو عجیب و غریب
 مشکل کا سامنا پڑا تھا۔ روزی قسمت کا فیصلہ کس کے ہاتھ میں دیا جائے۔
 کسی طرح غیرت تقاضا کرتی تھی کہ اپنی دلا راع روزی غیر کی شہستان راحت کی شمع
 بن کر رہے۔ کچھ دیر تک انھیں انھیں کی اکتاہٹ کے پہلوؤں پر غور کرتے رہے
 بالآخر کچھ سوچ کر جواب دیا۔
 اسٹیفن۔ وہ کون شخص ہے کس کے ساتھ اس روز کا عقد کر دیا جائے۔ کیا میں
 اسکا نام سن سکتا ہوں۔
 جیمس۔ نام بتا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن پہلے آپ اپنی رائے
 تو دیدیں۔
 اسٹیفن۔ مجھے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص کا چال چلن کیسا ہے مگر
 گارڈن کے خیالی میں وہ کس پائے کا آدمی ہے اور روز اس سے مانوس ہو سکتی ہے
 کہ نہیں۔ وہ روز کوئی قسم کی تکلیف تو نہ دے گا۔ گری گاڑے میں ملل کا یوں نہ کہ
 میں کوڑہ قنکب ممکن ہے۔ شہر ہر کی ہذا خواتین اور کچھ اور لوگوں سے اسکی زندگی
 ہی حرام ہو جائیگی

[illegible]

اسلامی تعلیم کے لیے

مذکر کے چاچا و ناناں کے مالک پیارے ہمیں !

”والدین کی مرضی کے خلاف اپنی خواہش سے کوئی کام نہ کرنا مجھے شایان نہیں و میرے حق میں جو بہتر سمجھیں گے کہ میں گے۔ مجھے عذر ہے اور نہ ہوگا۔ میں ہر طرح سے راضی ہوں۔ تم نے مجھ سے جو سوال کیا ہے میں انہیں تو فخر و شرف میں جواب دے دیا گیا ہے مجھ کو وجہ تم میرے مکان پر آؤ گے معلوم کرو گے میں تجھ کو تو نہیں کہتی۔ فقط

نختاری رڈ

خط پڑھ کر مسٹر اسٹیفن کارل کٹھک گیا کہ اس روز نے قوی اور فخر و وعدہ دیا ہے کہ جس
سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ ایک نیک نوا خاتون کی طرح وفا داری کو ہی
اس وقت غریب اسٹیفن کی نرم ہمدردی کی کڑی چھری سے بیج ہو گئیں۔ یہ خط پڑھ کر وہ
دھاکے رو گیا اور اپنے دل سے کہنے لگا۔

افسوس اتنی محبت۔ اتنی دشواریاں۔ بقدر یتیمی اور بےقراری کے جد بھی محسوس نہ ہوا۔ کس قدر آرزو ہے۔ یہ محبت انسان کو تیار کر دیتی ہے۔ میرے دل کے صدموں کو کیا مس روز محسوس نہ کر سکیں۔ کدورتیں میرے جانب سے اُس کے دل میں کیوں آئیں۔ نہ تعایا آئیں نہ دوسبار کے قابل

یہ معاملہ رنج و الم - صدمے اور درد - میرے تمام قوت اور تمام جذبات پر حاوی ہیں۔
خیر! اب ایک دفعہ روزے بھرنے اور اس سے دو بائین تو ضرور کروں۔
جیسا کہ ہے۔

”مجھے کسی طرح کا غم نہیں ہے۔ شادی ہو جانا بہر حال النسب ہو۔ ان تمام ہوجانا شرط ہے۔ اسٹیفن کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ قطرات اشک ٹپک پڑے مگر ہمیں نے انہیں نہیں دیکھا۔“

کچھ دیر بعد چمیس بولا۔

وہ خوش نصیب مین ہی تھا راجیس ہوں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو تیرے کھلیے ایک پاک
قربانگاہ کے سامنے ہمیشہ کے واسطے من روز کے ساتھ میرا شتہ ایسا مستحکم کر دیا جائے کہ
ٹوٹے ٹوٹوت سے ہی ٹوٹے۔ اُسکے دل میں بھی میری تصویر کھڑکی ہے۔ لیکن ذرا وضعداری
کے خیال سے وہ خاموش ہے۔ دل میں اپنی آئندہ قسمت کے فیصلے پہ سوچ چکی ہے۔
مسطرہ اسٹیفن نے جون ہی چمیس کا نام سنا بدن میں آگ لگ گئی بچھو کا زہر سہرا ت
کر گیا۔ مگر ایسے آثار چہرے پر نہ آنے دیے جسے کچھ کبیدگی پیدا ہوتی۔

اتنے مین ایک شخص کرے مین آیا۔ یہ ایک ہندو سنیا سی تھا۔ پیشانی پر چند پتھر لگے
جسم میں بھوت۔ کندھوں پر دو گولے لگے۔ کانوں پر دو گولے۔ ہر مرگ چھالا۔ (اسی سنیا سی
سنیا سی تھا جس نے اس کے ساتھ اسٹیفن کو سیکر کے پنجہ میدان سے چھوڑ دیا تھا) اسٹیفن نے
اٹھ کر بہت تپاک سے ہاتھ مٹایا اور کرسی کھسکا دی۔

سنیا سی کرسی پر نہ بیٹھے کھڑے ہی کھڑے اگر نہ مین گفتگو شروع کی۔
اسٹیفن اتم سے دو ایک ضروری باتیں بتائی مین کتا بین۔
اسٹیفن سنیا سی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئے۔ دوسرے کمرے مین باتیں ہونے
لگیں۔

سنیا سی۔ تم سے کچھ پوشیدہ باتیں کرنی ہیں۔ جو شخص تمھارے اُس کمرے میں بیٹھا ہو
کیا اسے رخصت کر دینے میں کوئی ہرج ہے۔
اسٹیفن۔ ہرج کا ہے کا ابھی رخصت کرتا ہوں۔

اسٹیفن نے وہ مین سے چمیس کو آواز دی۔ نہ بان اس وقت آپ تشریف لے جائیں
سنیا سی جی کچھ باتیں کرئیے۔ پھر بات بات ہوگی۔ مین اس شادی سے بہت خوش ہو
روز کو منظور رہتی ہے۔ اور سرگاردن بھی چاہتے ہی ہیں۔ تو مجھے عذر کب ہو سکتا ہے۔
انشاء اللہ کل کسی وقت روزے ملاقات کرونگا اور معاملہ کی پخت و پز ہو جائے گی۔
خاطر جمع رکھو۔

چمیس جواب سنکر حیدیا۔ سنیا سی نے کہا۔

سنیا سی۔ تمھاری کیفیت باقر خان کی زبانی سن چکا ہوں۔ بددعاں میکر نے تمھارے

ساتھ بہتے تھے۔ سیدہ نے بڑھ کر کہہ دیا۔ "میرے بچے کو تو اس آگ سے کوئی انگرہ نہ رہے۔ اور اُس کے بچے بچ نہیں سکتے۔ میری راسخے میں تم۔ روز اور گارڈن پر مقدمہ چھوڑ دو اور میرے ساتھ رہو۔ میرے پاس رہنے سے بھین کسی شہر کی ٹکائیں نہ ہوسکتی اور نہ تم پر کوئی باغی حملہ کر سکے گا۔ ہر حالت میں محفوظ رہو گے۔ اور نہ سمجھو لو آفت دھری ہے جتنے انگرہز اور گورے ہیں بے خون میں نہا گئے۔ بچ نہیں سکتے۔ کل رات کے شب تک میں آؤنگا۔ اور تم سب کو نکال کے چلوں گا۔ باوجود کو بھی سمجھا دینا۔ مجھے اُس جوان سے کیا پتا ہے کہ کبھی کوشش کرنا ہے۔"

سینا سی نے اسطرز خدائے الہی بات نہ کہتے تھے۔ یہ راستی اور حیرت انگیز بات تھی جیسی سٹیفن کو شک کرنے کی گنجائش ہی نہ رہی خواہ سب دیا۔ بہت بہتر۔ بشرطیکہ مس روز بھی منظور کر لیں۔ ہم دو گے کل دن کے شب تک آپ کا انتظار کریں گے۔

اور سینا سی نے سٹیفن کا ہنگامہ چھوڑا اور توپوں کی دکانوں میں ہوسے لگیں۔ سٹیفن گھبرا کر قلعہ کی جانب روانہ ہوا۔

آج پانچویں جون کا دن کا یور کے لیے بہت ہی بھیا ناک ثابت ہو رہا ہے۔ کل شام ہی سے باغیوں کی جماعت فراہم ہو جائے گی خبر میں دل توڑ چکی تھیں۔ لوگ متفکر اور افسردہ ہو چکے تھے۔ آج کا دن تو قیامت ہی کا دن تھا۔ بند قون کی گولیوں کی بوجھار نے قلعہ والوں کے ناک میں دم کر دیا۔ سٹیفن نے دن بھر قلعے سے باہر قدم نہ نکالا۔ شام کے وقت جب کسی قدر گولیوں میں کمی ہوئی۔ موقع دیکھ کر سرگاردن کے ہنگامہ کی راہی۔ بند قون کی گولیوں کی آوازوں سے بھیا ناک ہو ہو کر جلد جلد قدم اٹھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہنگامے کے اندر پہنچے تب اس کا ایک ہوسے۔ روز کے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا کہ یکایک روز کے منہ سے یہ جملہ سنائی دیا۔

"دنیا میں میری خوشی اور میری زندگی کا فیصلہ اب جیس کے ہاتھ میں رہ گیا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی جملہ سننے میں نہ آیا۔"

اس جملہ نے سٹیفن کے دل میں سوراخ ڈال دیے۔ وہ سوچتا ہے۔ روز واپسی نہ تھی۔ سہیں تو مردم شناسی اور عاقبت اندیشی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کیا درحقیقت

یہ جیسے سے لطف ہو گئی۔ کیا میری محبت مٹی میں ملا دی۔ ہاسے میں تو ہر وقت دل میں تیری
پرستش کرتا رہتا ہوں۔ ایسا کوئی وقت نہیں جو تیری فکر میں نہ گزرتا ہو۔ روز کیا جانتا
تھا تو زہریلی ناگن ہے۔ تیری اس بات سے میری کیسی دلشکنی ہوئی۔ میں اترا ہاتھ کہ میرے
ساتھ عقد کا اعزاز رہا۔ آج گولڈا میں تجھ سی محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھائے گا مجاز نہیں
ہوں یہ حق جیسے کو حاصل ہے۔

اسٹیفن اسی خط میں کچھ اچھا بھلا کھڑا کر دیا۔ اتنے میں شن شن کرتا ہوا ایک
گولا روڑ کے ساتھ سائے واسے برآمدے میں گرا۔ اب برآمدہ چرچر ہو گیا۔ اسٹیفن دوڑ کر روڑ کے
کمرے میں ہو رہا۔

۲۱
باجا

”دھونڈو غولیت ناٹا صاحب اور ناٹیا“

دوسرے روز ناٹیاں رات ساہرا حسب اقرار ناٹیا سنیاسی کے ہمرہہ کیسے پر سوار ہو گئے
روڑ اور اسٹیفن۔ گاڑیوں کے پیچھے چہرہ بچا دیے گئے۔
میکیر عبدال کے سوا دو انگریز اور بھی کشتی پر سوار تھے۔ میکیر اور عبدال زنجیروں میں
جکڑے رات بھر بچرے کی کوٹھڑی میں بند رہے۔ یہ سب پر کوئی تھپا رہ بند سپاہی قیادت
تھے۔ باقر خان کے تانتیا سے زنی زم کہانی اور میکیر کے تمام مشاغل بیان کر کے آگاہ کر دیا
کہ ان دغا بازوں سے ہمیشہ ہوشیار رہی ضرور ہے۔ ان سے بھی بھلائی نہیں ہو سکتی۔
اسی طرح رات بھر باتیں ہوتی رہیں اب وہ وقت آگیا جسے نور کا تر کا کہتے ہیں آسمان
شرقی افق کی طرف نظر آنے والی سپیدی بڑید بڑید کر نام آسمان پر پھیل چلی ہے۔ بچرے کا
لنگر اُٹا دیا گیا۔ اور عوج حواج ضروری سے فارغ ہونے کے لیے اترے۔ مہند ہاتھ دھو
غسل کرے جسے جب فراغت ہوئی کشتی پر سوار ہوئے۔ لنگر کھول دیا گیا۔ باقر خان نے
ناٹیا کے بغل میں بیٹھ کر وہی پرانا قصہ میکیر اور عبدال کا چھیڑا اور کہا۔ جفا پیشہ تلک میکیر
اور اسکا دہنے ہاتھ عبدال ہی کی ذات سے تلک میں بدل چکی ہوئی ہے۔ کاش بدوون
مہم ہوتے تو ہرگز بغاوت کی آگ نہ بھڑکتی۔ ان بد معاشوں کے ہاتھ سے خاک ہندوستان
ترق کر سکتا ہے۔ ناٹیا ہوں آپ کی ذات تلک کی بہتری کے لیے سینہ سپر ہو رہی ہے

آپ شہزادہ وطن میں رہ کر خود قوم میں پھر بھی ایسے لمبھون کے جعل میں پھنسے ہوئے ہیں جسے ہندوستان کا گورنمنٹ نے ایک دن غرقاب ہو گا۔ اس کے اگلے اگلے الفاظ میں کہتا ہوں یہ کجمنٹ کہہ گا۔ اس کے بعد تو اس وقت تک گورنمنٹ کی آنکھوں میں سیاہی ہے کھودینگے۔ اور آپ باغی سمجھے جائیں گے۔ جیسے جاننا ہوں آپ کا روشن ضمیر ہیں۔ آپ کا قلب صاف ہے۔ معاملہ بندی۔ خیال بندی کے جوہر ان سے سینہ معمور ہے صحیح واقعات کی ہمیشہ چھان بین کرتے رہے ہیں۔ آپ سرگروہ ہندوستان ملک میں۔ آپ وطن مالوت کے واسطے بڑائی لڑ رہے ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ خیر نفاقیت، زلیخا، فساد نے دام تزدہر پھیل رکھا ہے اُنکے داغ میں خود ہی کا سودا سما یا ہوا ہے۔ خود ایک ہو رہے ہیں اور آپ کو پھنسا دینگے۔ گورنمنٹ اگر بڑی کاغذاب آپ ہی پر نازل ہو گا اور آپ کو فتنہ دشمن کے اُنکے سر تسلیم خم کرنا پڑیگا۔ افسوس میں اپنی خواہشمند آنکھیں آپ کی جانب سے کیونکر ہٹاؤں۔ میرا دل آپ کو بااقتدار دیکھنے کا خواہشمند ہے اور یہاں ہے کہ گورنمنٹ کے خلاف پرنش کا دلالت بھرا ہوا جو شاہانوں سے اتار کر کھینک دینے والی اور پنی دلاوری کا نام رکھتی ہے۔ گورنمنٹ کا ساتھ دینے ہی میں آپ کی بھلائی ہے۔

سیاسی نے جواب دیا۔

باقی خان، واقعی میری بھول تھی۔ سیکر کے تھکنڈوں کی حاشا مجھے خبر نہ تھی خدا جانے اسکی تلوار نے کتنے بیگناہوں کا خون بہا دیا ہو۔ مگر اب تو میں اس شریر انفس کی باتوں کے سر ہو گیا۔ وہ ہماری قید میں ہے بے بسی کے عالم میں اپنے ہی دانتوں سے اپنی ہی بونیاں کاٹ رہا ہے۔ مجھے اُن بدعاشوں کی بھی خبر تک پہنچی ہے جنہوں نے رعایا میں ہڑبونگ مچا رکھا ہے جسوقت تسلط ہو گا ایک ایک سے سمجھ لو گا۔ میرا دل ایسے مظالموں کی خبر سن سکر رہا تھا ہے۔ غیبت و کمزور ہر دست تعدی دراز ہونا میری آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ ظالم و مظلوم کے کچھنے ہوئے فوطہ جسوقت نظر کے سامنے آجاتے ہیں میرے خشم آلودہ چہرے پر بہت بے مبری پیدا ہو جاتی ہے۔ سمجھو تو تانیا ٹوٹی بھی ایسے شورہ پشتون کے لیے کالا ناگ ہے۔ اس کے کانٹے کا منتر نہیں اس کے ڈسے ہوؤں کا جانبر ہونا دشوا ہے۔ تم یقین کر رکھو۔ میں ملکی خدمت اور قومی بہتری کو اپنی جان سے بھی پیاری سمجھتا ہوں۔ غیر قوم کی جبر و تعدی سے جہاں تک ہو گا ملک کو

تھوڑے دن کے۔

آہ جس ناز کی وہ سوئے آہ نکال کر کہتے ہو۔ لوگوں کی آنکھوں کی دھندلی دھندلی ہوئی جس کی مخالفت کی تپشیں ہوتی تھیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وہ بے پروا ہو کر رہ گئی۔ اس کی سفاکیوں سے سرکارا لگنے لگی تھی۔ مہناک میں آگیا۔ یہ کہنے لگی کہ کو کجالت اسیری لنگا میں غرقاب کر دیا۔ یہ اُسکی سیاہ کارا لگنے لگا۔ یہ کہنے لگی کہ افسوس گورنمنٹ انگریزی کے سر کے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہے۔ یہ کہنے لگی کہ باقرخان سے نہ کرنا۔ یہ کہنے لگی کہ آج وہی ناز اور ہنر ایک ہی ہستی پر ہوتا ہے۔ یہ کہنے لگی کہ بڑی کہ ایسے ظالم شخص کو تو قتل کر دیں۔

یہی کانپور میں ابھی طوفان سے تیزی پیا ہوا تھا۔ انہی فوجی سپاہیوں میں افواہات کی آگ کے شعلے ابھی جھج رہے تھے۔ انہی میں سے ایک باقرخان ایسے دشمن ملک باغیوں کا تدارک کر لیتے تو آج ہندوستان کی تاریخ کا رنگ کچھ دوسرا ہی ہوتا۔ چونکہ باقرخان تانیا سے قول بارہ پہنچے تھے کہ خاندان مرہٹی کوئی گستاخی رو نہ کرے۔ نہ ہونے پائے گی۔ اس لیے عبوری حائل ہو گئی۔ سرپرست اس کاٹ کو دفع کرنا حائل مصلحت سمجھا۔

نانا اور تانیا میں کیا کیا صلاحیں ہوئیں۔ باقرخان کی خاک سمجھ میں نہ آئی۔ مگر یہ ضرور مشکف ہو گیا کہ نانا اور تانیا کی رائے میں سخت کھینچ پڑ گئی ہیں جن کے سمجھنے کے لیے کل بھر نانا صاحب آئیں گے۔ سرشام نانا صاحب ششی سے انکو کر کسی طرف جھپٹ ہو گئے۔ باقرخان سے تانیا نے کہا۔

نانا صاحب سے میکیر اور عبدل کا ذکر کر دیا ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ اس شام اس سیاہ قلب آدمی کو سزا دوں گا۔ کل اس کے مقدمے میں جو کچھ ہوا ہے وہ بوجھایا۔ دوسرے روز نانا بھر آئے۔ ہمراہی میں بندرہ شخص اور بھی مقرر تھے۔ زلی ہتھین۔

باقرخان کل کی طرح آج بھی کوٹھڑی میں بیٹھے رہے۔ باقرخان کو تانیا نے ظاہر ہو گیا کہ نانا اور تانیا کی ریلوں میں بہت کچھ آفریقہ پڑ گیا۔ دونوں میں کھچاؤٹ ہو گئی ہے۔

نانا کی خود غرضی اور تلون مزاجی اس کے چہرے سے ظاہر تھی بر خلاف اس کے
 افسوس اس کی زندگی میں اس کی تباہی ہوئی تھی۔

الغرض فیصلہ اور بدلتا ہوا سکہ ہاتھ میں سناپ لے لے گئے۔ تاتقیانے "اگر احباب
 کی اعانت سے باقی رکھیں گے۔"

اس وقت تاتقیانے کا پرہیزگار ہوتا ہی افسردہ ہو رہا تھا۔ صہبن نور آگاہ پر فکر و غم کے
 جھلکے نظر آ رہے تھے۔ باقر خان سے بولے۔

دیکھ باقر خان! نانا سدا بیکے و باغ میں خود غرضی اور غیبت کا جو تلون ہے اہوا
 اس کی درشت مزاجی بیباکی اور شفا کی یہ اکثر لوگ اس کی طرف سے برگشتہ ہو گئے ہیں
 افسوس اس کی حقیقت کی تم کو کون پر پرہیزگار ہوا ہے۔ وہ غریب سمجھتا ہے کہ اس کی
 سے بنا ہوا کشمکش کر رہا ہے۔ میں نے سنا تھا اس کا ساتھ دے کر پیشوا سے فراموشی کا نام
 اچھا ملے گا۔ لیکن تم کو کون پرہیزگار ہوا ہے۔ اس کی بدبینی سے۔ کاشکے اس انتقام کا بار
 کسی اور شخص کے سر پر ڈالیں یا کوئی تو وہ ضرور جیتا ہوئی سے انجام دیتا۔ پھر۔ اب تو۔
 خود غلط ہوئے انچیسہ ماہ بنداشتہم

میں دو ایک روز میں دی جاؤنگا۔ تحقیق یہاں رکھنا سنا نہیں ہے۔ آج بھی
 چھوڑ دوں گا۔ نانا صاحب عبدل اور سید صاحبہ عزا لے لے گئے ہیں۔ کہتے تھے کیسپا میں
 ہو چکا کہی بد اطوار ہوں کہ سزا دی جائے گی۔ ظہیر اقبال ہوتا ہے۔ ظہیر اور عبدل
 بھی سزا یاب ہونگے بلکہ آزاد کر دیے جائیں گے۔ ورنگ میں بد امنی پھیل جائے گی۔
 یا قر۔ یہ تو بڑا ہوا۔ نیا آپ سزا دے سکتے تھے۔

تاتقیانے۔ دے سکتا تھا۔ مگر میں نانا صاحب کو پیشوا سمجھتا تھا۔ اس کی عدول حکم کرنا
 بھی تو خلاف تھی۔ اب مجھے یہ سوچنا باقی رہ گیا ہے کہ پیشوا اور روز کو میری وجہ سے
 کوئی فائدہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ نانا میری منشا سے کام لے رہے ہیں۔ اس لیے
 میں دیکھتا ہوں کہ انور میں بھی کوئی نہ کوئی غور اٹھ کر ڈال رہا ہے۔ روز پیشوا
 اور جن جن لوگوں کو آپ ہوشیار کرنا چاہتے ہوں۔ انھیں کھلا بھیجیں کہ اس آگ سے
 اپنے تئیں محفوظ رکھیں۔

باقر خان نے دیکھا میکیر اور عبدل ہاتھ سے نکل گئے یہ ضرور فتنہ پیا کریں گے۔

اچھڑا ہے۔ ایسا میکیر اور عبدل ناما کے ہزار دوساں زبیر کے ہاتھوں میں شوشین ہو گئی۔ اس ہوشربا ہنگامے کی خبر سن سنیٹھن اور وزیر کے کان میں پہنچے تو الدین خالی از قائل ہو گیا۔ جب روز اور سنیٹھن کو میکیر کے رہا ہو جانے کی اطلاع ہو گئی تو وہ اور بھی ہستہ ہستہ بن گئے۔ نیر جو ہو۔ بالفصل۔ مجھے میرا بکا کر اس میں۔ سرکارا نگری نری کو بھی خبردار کیا۔ یہاں ککاپنیر میں گورنمنٹ کے ملازمین اور شوشین ہوسن ہیں۔ انہیں اغراض نفسانی کی بروقت نگرانیوں کا شوشین ہے۔ یہاں ہے۔ میکیر اور گئی فرانسیسی درپردہ بغاوت کے پھیلا رہے ہیں۔ انکا تارکس جلد ہونا چاہیے۔

ان باتوں کو سوسچر وقتوں سے تانتیا نے کہا۔

جب تانتیا نے ہر شوشین کو یہ بات کہہ کر اپنے پاس سے ہر اکڑیں ابھی وقت بہت آسہ بھی دیتے ہیں۔ ایکس میں۔ عذر دیوں اور سنیٹھن ان کے جان میں ان وقت پر دانا رنگوں کی شورش ہے۔ سوسچر سکتی ہیں۔ نہ پناہ کیوں کیا ہے۔ آپ کو بتا سنا جاتا ہوں۔ دیوان کسی وقت آکر تجھ کو بیٹھے گا۔ موقتہ جانا ہوں۔ روز سنیٹھن کو مجبور کر دیا کر سیکے ساتھ رہتے ہی میں انکی حفاظت ہو سکتی ہے۔ دیکھیں انکی کیا رائے ہے۔ کل نشاندار بروقت ملاقات آپ سے عرض کر دنگا۔

تانتیا نے باقرخان کی استدعا قبول کر لی۔ اور اُسی وقت گنگا گھاٹ پر آنا دیا باقرخان قدم چوم کر اپنے بیٹے برائے۔ اور کچھ دیر آرام لینے کو اندر قلعہ کی طرف چل پھڑکا ہوئے۔

ابھی گھنٹہ بھر رات سے زیادہ نہ آئی ہوگی۔ کانپور کی گلیوں۔ کوچوں میں ہر طرف سے یہی آواز آرہی ہے کہ انگریزی کمپ میں ہندوستانی فوج بلکھ گئی ہے۔ فلاح کوئی نے اپنے افسروں کا حکم ماننے سے انکار کیا ہے۔ رائے گلی سرطون پر وحشت بریں ہوئی۔ سائنس لینے تک کی آواز نہیں آتی۔ کمین کمین کو نون میں بیٹھے ہوئے لوگ افسردگی سے چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے دکھائی دے جاتے ہیں۔ ہاروا غضب ہونے والا ہے۔ باقرخان تاک بھانگ لیتا اور لوگوں کے ارادوں سے موثر ہوتا ہوا سرکاری قلعہ کے بھانگ پر پہونچا اندر جانے کا کوئی ڈھنگ نہ تھا۔ قلعے کے باہری فضیلوں پر چکر

لگانے کے سوا کیا رہا تھا۔ اتنے میں وہ شخص قلعہ سے تیزی کے ساتھ باہر نکلے چلا گیا۔
 خلعت کا پردہ پر طائرانہ انداز سے چلے۔ دیکھ کر سب کے دل میں ہراس پیدا ہو گیا۔
 کے لیے ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ دونوں شخص بیک وقت شخص سے کچھ باتیں کرنے
 لگے گو انکی گپ چپ باتیں ذاتی صاحب کی سمجھ میں نہ آئیں مگر یہ تو ضرور جانی ہو گیا کہ
 انکی زبانوں سے ناٹھ صاحب، تانتیا ٹوپی اور جوبہر باقر خان کا نام نکلا ہے۔
 ان ناموں سے ہمارے دوست کے دل میں شک پیدا ہو گیا اور وہ سر تا پا گوش
 ہو کر ان کے مشمولہ پوز کی تھاپا لینے لگے۔

اس وقت رانا انگریز اور بھنگی دہانے آگئے اور سب ملکر قلعہ کے سامنے والے
 میدان میں تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے چل نکلے۔

ادھر قلعہ کا دروازہ بند ہوا اور ہر سے دہانوں کی آواز نہ آئی۔ یہ سب باتیں
 کو ایک جگہ سوچھی۔ فوراً گھر سے اوتاڑ ڈالے۔ سرت ایک خرقی پٹے رہے۔ شانے
 پر سیاد ببادہ ڈال انگریزوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

کچھ عرصے کے بعد دروازہ دوبارہ کھل گیا اور دہانوں کی آواز نہ آئی۔ یہ سب باتیں
 بھی پاس ہی درخت کی آواز لیکر باتیں سنتے رہے۔

ایک انگریز انگریز میز بن بوا۔

ہمارا جی ہم سب کوٹ آگئے۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں۔

دوسرا انگریز بہت خوب کیا۔ تمہارا منہ غصہ ہو گیا ہے۔

پہلے انگریز کے طرز کلام سے پایا گیا کہ وہ کوئی ایسی شخص ہے۔ اس نے پھر

جواب دیا۔

تو بی انتھاری باتوں سے گوشت اطمینان ہوا ہے۔ انشاء اللہ ہر سون کام شروع

کردیا جائیگا۔ ابھی تک انگریز مجھے وفادار سمجھتے رہے ہیں۔ لیکن اب پردہ کھل جائے گا۔

کہ تین درپردہ انکی چٹکنی برآمد ہوں۔ بغیر کچا جائیگا۔ جلا اس وقت رابرٹ میکس سے مل گئے۔

وہ گلاب باغ میں ہمارا راستہ دیکھ رہے ہوئے۔ تم لوگوں نے سنا ہوگا تانتیا سے اور

مجھ سے ان بن ہوئی۔ وہ میری ریسے پر کام کرنا نہیں چاہتے۔

چاروں شخصوں نے رپ رپ کرتے ہوئے گلاب باغ کی کتیاں بھرن۔ باقری

باقرا خان کی زحمت اٹھانا پڑی۔ مینا کو یہ پتہ چلا تو اس نے سیدنا ابی خلیفہ کو مدد کرنا ہوئی۔ کیا تم وفاداری کے ساتھ کام کر سکتے ہو۔

باقرا خان۔ یہ کرنا ہوگا۔ جزا یہ نہ ملے تو۔ غلام کو آپ کے حکم کی تعمیل میں بھیج دیا۔

تانتیا۔ نانا صاحب۔ میکہ عبدال وغیرہ کسی شخص اس بارغ میں آئے ہوئے ہیں اور مصالح و مشورہ کر رہے ہیں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ میرا انشا ہے۔ مینا کے سوا ان لوگوں کو قید کر دوں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ وہ وہ ظلم و ستم بڑے بڑے جلیل القدر افسر تانتیا اور اعلیٰ اولاد پر کیا ہیں۔ انکی میمن کو چاہیے اور علی علیہ السلام کی جسمانی تکلیفیں دینا۔ مینوں کے بدن پر ان کے نیل ڈال دینے ہیں ان کے گالی گالے مارے چھڑ دین کے لال کر دینے ہیں ان کے دردناک آہ و ناله سے میرا تو کلیہ ہل گیا۔ گرسن مینوں کے دل میں ڈرائیں۔ رحم نہ کیا۔ بھلا ایسے پیر نہ شخص سے نہ کہ۔ تو نالہ ہو کر سکتا ہے۔ چادکن بر اجاد در مین کا معاملہ ہے لوگ اس سے ضرور مدد کریں۔ مین بھی انکا ساتھ نہیں دے سکتا اس لئے خاتم شخص کی رفاقت کرنا ملک کو خرابی میں ڈالنا ہے۔ رحمت اسکی زیر طاقت کہی آسان نہیں میسر نہیں ہو سکتی جس سے مینوں کو نانا اور اس کے ارکان کی آرزو مان خواہشوں اور تلون مزاج کی کوئی نہ رہی۔ جسے اس بات کا تجربہ ہے کہ اگر رعیت پر ایک خاص حدت زیادہ ظلم کیا جائے تو وہ غرر کر رہتی ہے۔ اور ظلم کرنے والا پاشا مل ہو جاتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ نانا کے بچے سے نکال الگ کام کو دوں۔ اگر مینا بچے دل سے میری رفاقت کا دم بھرے۔ میرے لیے بھی دنیا میں مینا سے زیادہ اور کوئی وفادار انسان نہیں۔ اس لیے وہ مجھے بہت پیاری ہے۔ مین اسکی بھگت سے بہت خوش ہوں مینا ہی کے لیے مین نے نانا صاحب کو پیشہ اپنا منظور کیا تھا۔ اب اسی مینا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اسے آنے والی منہبست سے بیاہنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہوں۔ لیکن جب تم بیان آئے ہو تحقیق میں کچھ نہ بچہ مدد کرنا پڑے گی۔ ہلو قلعہ سے نانا صاحب اور ان کے دستوں کا تعاقب کر رہے ہیں۔ تحقیق دیکھ کر ہماری ہمتیں اور بڑھ گئیں مجھ امید ہے اب اپنے مقصد میں ضرور کامیابی ہوگی بشرطیکہ تم بھی

ہماری اعانت پر کمر بستہ ہو جاؤ۔

ایک زمانے نے نظر بھر کر دنیا کی طرف دیکھا۔ اور ساتھ ہی غبارِ عالم سے اس کی حالتِ اکیلا اور
 دنیا کی بدحالت پر غور کیا۔ کھانسی کی آواز کے بندہ۔ غور ہو جائیگا کہ غدار جانے یہ
 کیوں رو رہی ہے۔ مانتا اس پر کوئی باعین کی نہیں۔ جنگی وجہ سے یا اپنی زندگی سے
 خبر معلوم ہوئی ہے۔ اور تانتیا سے کہ اس بار سے زیادہ غریب رکھتے ہیں۔ دنیا کی ہر
 آمیز انداز نے باقر خان کے دل پر اثر کیا۔ اور وہ یہ سمجھ کر کہ اس کے طرف سے کسی قدر تسوی
 کی کو کر رہی ہے تانتیا سے مخاطب ہوا۔

جناب امینا کے دل برداشتہ ہوئے کیا بسبب کیا ہے۔ اور یہ نانا صاحب کی کون سی
دوسرے آپ سنیا سی ہیں۔ اس سے آپ کو تعلق ہی کیا ہے۔ میرے مہمانوں کا اگر
اطمینان نہ ہو تو یہ بات ملکیت میں نہ لے کر دانت کڑھکا۔

[illegible][illegible]

باقرخان جو لگا کر چاروں کانوں پر بچھنے لگے۔ بندوقون کی فریادیں نہ سنی گئیں۔
جبرہ ناما صاحب اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ مشورہ کر رہے تھے۔

باب بائیسواں میکیر اور عبدل کی گرفتاری

مانتیا بولا۔

باقرخان اب چونکے کہ میں نے میرے چاروں کانوں پر بندوقون سر کر دیں۔
اور ان کے ساتھ بندوقون کے گھیر لیا ہے۔ ان کے پاس چلیں۔

یہ کہہ کر راتیا نے دینا سے کہا کہ میں ٹھہرو۔ اور باقرخان کا ہاتھ پکڑ کر اسے صاحب کی
طرف بڑھے۔ جب قریب پہنچے۔ باقرخان نے دیکھا کہ وہ چھپ چکا ہے۔ اور ہر جگہ متحیرانہ
مسلح ہونا صاحب کا چہرہ دیکھ کر کھڑے ہوئے۔ میکیر عبدل اور دیگر بندوقون کے ہزاروں
رفیقوں کے ساتھ تھے۔ جب اس نے ان کے میں ایک اور سر سے ہاتھ لگا کر دیکھا۔ کسی کی اتنی
جھال نہیں کہ اس نے ہر سے جگہ کھڑا ہو۔ ان کے ہاتھوں میں بھی پستول ہے اور اپنی جان
بچانے کے طریقے ہیں۔ یہ سب کچھ باقرخان نے دیکھا۔ وہ چھپ چکا ہے ہزار بندوقون کا نشانہ بن کر
جائے سے سب کی روح کھینچ رہا ہے۔

مرید سبب میں نے اس سے کہا۔ یہ ابی بولا۔

اگر تمہاری جان سے کسی کو بھی بچائے گا تو سبھی کو اس کی خبر نہیں۔ یہ بندوقون
سے اڑا دیا جائیگا۔ ہمارے سر کا راتیا کے حکم سے قریب قید کر دیئے گئے۔

اور راتیا تو نے تو اس کے خدا جانے کیا اشارہ کیا کہ پچیس بندوقون کی دکانوں کے
فیروں سے تمام نرخ کوں اٹھا لیا۔ ابھی گھبراہٹ ہوئی تھا کہ بن دوڑ دوڑ کر ادھر دیکھ ہی رہی تھیں
اور وہ جوان بھی اچھی طرح غور انداز سے پایا تھا کہ پندرہ سو ملخصیوں نے تو اس کے پیچھے
آگئے تھے۔ سب کو باندھ دیا۔ چلے تو باقرخان بھی سب جوت کھائے گئے۔ یہ کہہ کر قریب جانے
سے معلوم ہوا کہ سب صحیح سلامت ہیں۔ رسیوں سے ہاتھ پاؤں جکڑ دیئے گئے ہیں۔

دارا شتر سپاہیوں نے بڑی حیثیت دلیری اور چالاک سے میکیر اور عبدل وغیرہ کو گرفتار

لیا۔ یہ باقر نے کر سچ میں نہ آیا۔ جب سب مجبور اور عقید کر لیے گئے۔ تانیا کو بیانا صاحب
 کے پاس جا کر بکھڑا کر دیا۔ تانیا نے فخر اور فخر میں سے فخر کو لے لیا۔ تانیا کو بکھڑا کر دیا۔
 اونا شدنی محسوس کش تیرا منہ دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ کہیں میرے لیے تیرا منہ ہے
 دور ہو سائے سے میں سمجھ گیا میرے پیشوا ہو جانے پر تیرے کچھ برس ساپ لوے گا۔ تیرے
 منصوبے کا ذخیرہ میرا نہیں۔ گے۔ اسی لیے تو میرے خون کا پیا سا چھوڑا ہے۔
 تانیا۔ پیرم شد! میں دھوکے بازی اور فریب دہی سے کیا نہیں کرتا۔ تانیا نے تانیا کو
 شکر پہنچا اور ایک کچھ بالائی کے لیے جان دیا۔ تانیا نے تانیا کو شکر پہنچا اور ایک کچھ بالائی کے لیے
 اور اسی جوش میں آپ کو ساتھ لے کر اس کام میں مستور ہوا تھا۔ آپ کی ہستی بہترین خیالات کا نمونہ ہے۔ آپ کی ہستی بہترین
 اور قوم کے لیے بہتر ہیں۔ اسی لیے میں نے آپ کو پیشوا بنانا چاہا۔ مگر انھوں نے آپ کی
 خاطر ہی صورت اور چینی چوری باتوں نے دھوکا دیا۔ آپ کے خیالات بہت زیادہ
 کی بات ہے۔ خود غرضی اور نفسانیت آپ کے خیر میں ہے۔ آپ کو شکر پہنچا اور ایک کچھ بالائی کے لیے
 قوم پر اسداری کا مطلق خیال نہیں۔ آپ بھی ارادوں کے مطیع ہونگے ہیں۔ خود غرضی
 اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ انکار کرنا کسی کی ذات سے ناممکن ہو گیا ہے۔ آپ بہت تھے
 نہیں ملک میں آپ کے افعال قبیح کی بجائے شہادت ہیں۔ سارا ملک آپ کی
 ذات سے بدظن ہو رہا ہے۔ حسب حالات کا رخ بدل گیا ہے۔ صورت بھی دوسری
 ہو گئی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں ناگرا کا کام نہیں کیا۔ جو سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے
 طرح اجازت ہی نہیں دیتے۔ کہ ان آپ بہادر نے نہ مخرج میں تانیا اور تانیا
 کے لیے جنگ برآمد ہوئے اور جان و مال تک کی قربانی کرنا فرمائی تھے۔ کہاں ظالم
 و عامیہ نہ برتاؤ کا جو اک اندھے پر رچ کر قومی تاریخ میں اپنا نام بنانا چاہتے ہیں آپ
 ناکردہ گناہ میمون اور بچوں کی جانوں کو بھر فنا میں غرق کرنے والے ہیں۔ آپ کو اپنی
 پاک طینتی اور حسن نیتی سے کام لینا چاہیے تھا۔ کیا ظالم دنیا بیتی کر قوم انگریزی سے سربر
 ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اخلاقی قانون کے خلاف درزی کرنا عظیم گناہ ہے۔ تانیا آپ
 ساتھ جہر ردی کا وعدہ کر چکا ہے۔ گو آپ اخلاق سے گرسے ہوئے مخلوق کے ترکب میں

آپ میری اور ظلم کی زنجیروں میں حاکم ہو۔ غریب میوں اور بچوں کے غلوں سے ہاتھ پھڑنا چاہتے ہیں آپ بھی اپنا تیا آپ کی جھالی چاہتے والے ہیں اور اسی سبب وہ آپ کو ہتھیار کرنے آیا ہے۔ میرا دلی سنا ہے کہ آپ ہمدردوں کی طرح تمہیں بکھڑے کر تیغ آزمائی کریں اور مخالفوں کو رک دے کر کشتور کشتائی کے جوہر دکھادیں۔ دیکھو غریب ہمدوستانیوں کی کشتی تباہ ہونے والی ہے افسوس ہمدوستانی جنگی رگوں میں دغا داری اور جان نثاری کا خون بھرا ہے۔ بدنام ہو جائیں گے۔ قوم انگریزی اور دوسرے ولایت والے ہمیشہ مشکوک نظر سے دیکھیں گے۔ میوں اور بچوں اور اسی انگریزوں کو جو اس وقت تمہارے سر پر بیان پناہ گزین ہوئے ہیں اُس کے ساتھ بدسلوکی کرنا کتنا مذموم فعل ہے۔ اُن کی بدنامی سر پر لیا کس سے کہا ہے۔ کیا ان ہمدردوں کو ہمدوستانیوں کی مدد سے انگریزوں کا مقابلہ کرنا آسان بات ہو۔ کیا اس خلیل جماعت سے آپ انگریزوں کی سخت سختی میں دبا ہوا ہندوستان نکال سکتے ہیں۔ یہ خیام خیالی ہے ہر سر اس غلطی ہے۔ میں بھی پونا سناؤ بلکہ تمام ہمدوستان کے عربی مالک سے مدد سے سکتا تھا اور آپ کی اعانت کر سکتا تھا۔ لیکن اس رنگ گھوڑا دیکھ کر میں نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ میں دیکھتا ہوں آپ کی ذات سے بغاوت ضرور پھیلے گی مگر کامیاب ہو سکیں گے۔ کیونکہ آپ میوں بچوں اور انگریزوں کو سب سے باغ دکھا دکھا کر اپنے بیان کے دھوکے میں اور دغا سے اُنکی ہستی برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اسکا نتیجہ خلاف ہو گا آپ کو انگریزوں سے جوں بچا نادستوار ہو جائے گی۔ میرے خیال میں آپ ان حرکات سے باز آئیں۔ اپنا اخلاق نہ بگڑنے دیں۔ آپ کی قومی حیثیت پر پانی نہ بڑھنے پائے۔ اپنی شوکت و جبروت کو قائم رکھتے ہوئے ملک کی خدمت کریں۔ اتفاق کی ضرورت ہے۔ اتفاق سے کام لیا جائیگا تو انگریزوں کو کامیور سے کیا تمام ہندوستان سے بھگا دیں گے۔ آپ اعلیٰ بزرگوں کی اولاد ہیں جسکی رگوں میں حسب قومی اور وطن پرستی کا خون عیش مار رہا ہے۔ جنھوں نے کبھی مادر ہند کی عظمت میں شبہ نہ لگے دیا۔ جو سر کٹا کے لیے موجود رہتے تھے۔ مگر اپنی قوم کا نام مٹانا نہیں چاہتے تھے۔ میری رائے میں آپ فرزند ہند نہ کہ ماما اچھالی دین۔ اور انگریزوں سے کبھی بدسلوکی نہ کریں جو جان کے خوف سے آپ کے پاس پناہ لیے آئے ہیں۔ ہمدردانہ دار مخالفوں سے ہمہ گسٹھان کر کشتور کشتائی کریں۔ اس صورت میں ایک کامیاب

قائم ہو جائیگا۔ اور آپ ملک و قوم کے سچے جان تار ثابت ہو گئے۔
 تانتیا کی باتوں سے نانا صاحب کو طیش آگیا۔ نسل مار بل کھا کر لوئے۔
 بس۔ جیسا رہ۔ تیری باتیں سننا نہیں چاہتا۔ تو میری سطوت و جبروت میں رکاوٹ
 ڈالتا ہے۔ کیا میں تیرے لیے ایسی شخصیت مٹا دوں۔ اگر ہمارا ساتھ منظور ہے اور
 ملک کے لیے اپنی قربانی کرنا چاہتا ہے تو میکہ اور عدل کو چھوڑ دے۔ اس کی وجہ سے
 ہم اپنے کام میں سرسبز ہو سکیں گے۔ اور وہ کام کر لیں گے جو تجھ سے ہو سکیں گے۔ دوسرے
 دشمنوں کو چھوڑنا کب سے کہا ہے۔ انگریز ہمارے دشمن ہیں۔ اس کو دعا فریجے جسطرح
 ممکن ہو ہلاک کرنا ہی مناسب ہے۔ کیونکہ نرگ کہہ گئے ہیں۔ افعیٰ راکستن دیکھ اس
 نگاہ داشتین کا رخ و دندان سست؟

اتنے میں پیدا وہاں آگئی۔ اس کے بے جا با آجائے سے نانا صاحب کو تعجب ہوا
 بوجھا۔ مہا اس اندھیری رات میں تو کہاں آئی۔ سمجھ گیا تیری ہی ذات سے ہمارے
 خفیہ کارروائیوں کا پردہ اٹھ گیا۔ تو نے تانتیا سے ملکر ہمارے بھید کھول دیے۔ تو میری
 لڑکی نہیں ہے۔ ہٹا میرے سامنے سے دور ہو۔

میں اس کا جواب نہ دیکر نانا صاحب کے قد بون سے لیٹ گئی اور رونے لگی۔ مگر نانا
 طیس کی حرارت مٹھتی ہی گئی۔ بیتابی پر تنگیں۔ دماغ دودنخوت سے بھرا ہوا تلک
 شیطانی ارواح؟ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نانا صاحب جھڑک کر انگ کھڑا ہو گئے۔
 اس کے بعد دور سے آواز دی۔

مردار! گروں زدنی۔ دل چاہتا ہے اسی دم نارجم میں بیٹھوں۔ گھر کا بیٹھی
 نکا ڈھائے۔ تو نے آج میرے دل پر وہ صدمہ دیا ہے جسکا بیان امکان سے باہر ہے
 آج سے تجھے اپنی بیٹی نہ سمجھو گا۔ کبھی عمر بھر ترانہ نہ دیکھو گا۔ شیر مادر تیرے لیے زہر
 کیون نہ ہو گیا۔ کاش جانتا کہ میرے دشمن تیرے دوست ہونگے تو چین میں رہو دیکھ
 مار ڈالتا۔ خانہ خراب تیرے ہی ذات سے مجھ آت آئے گی۔ نابکار تو نے ثابت
 کر دیا کہ جو کچھ میرے خیالات تیری نسبت تھے سب باطل تھے۔

میں نانا کی باتوں سے کچھ ایسی سہمی تاب نہ رہی چیخ اٹھی۔ اور ملک کر کہہ گئی۔
 پتاجی! جب مجھے ظلم کا پہاڑ ہی ٹوٹتا ہے تو ہندی بھی نہایت متعہدی سے اُسکی چوٹ

بہا ملک کھیلے کے لیے کوئٹہ دہریہ بیٹی دی۔ کہہ دینا دلہن میں سرسنگھی پھونکا۔ اور ساتھ ہی ایک سوتری باقرخان کے پاس آکر پوچھا۔

سوتری۔ تم کون ہو؟ کیا جا۔ پتہ ہو۔

باقرخان۔ ڈپٹی کمشنر ہوں۔ میرا نام باقرخان رسالدار ہے۔ چنہ مفسدہ پڑاؤ کو گرفتار کیا ہے جنرل ہیگ صاحب کے پاس سے جاننا پتا ہوں۔ جا کے اطلاع دو کہ سیکرٹری عبدل مفور شدہ باغی دسیا ہو سکے ہیں۔

باقرخان کی باتیں سنکر سوتری چور کھڑکی سے اندر گیا اور اس کے کچھ دیر بعد ہی فلوکا سڑا اچھا ملک کسی کے دیدہ انتظار کی طرح کھل گیا۔ کئی مسلح سپاہیوں کے ہمراہی مین جنرل ہیگ صاحب باہر نکلا ہوئے۔

جنرل ہیگ۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے تمہیں زندہ دیکھ رہا ہوں۔ مکی چھو اسید بھتی ہم تو سمجھے تھے کہ گھنٹہ میکر نے تمہاری ہستی برباد کر دی ہوگی۔ خیر سے تم سلا مسٹا نچ گئے۔ مجھے دکھ کر بہت بڑی خوشی ہوئی۔

باقرخان۔ ہاں جنور اسوٹا مصدہ متا مین میں گیا تھا۔ ایک شخص کی مدد سے میری جان بچ گئی اور انھوں نے وہ سب ان دونوں باغیوں کی گرفتاری میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ان کے سوا اور بھی کئی یورو مین سرکار کیسی کے مدعاہ ہیں۔ وہ بھی خدا کی عنایت سے بچ گئے ہیں۔

میکر کا نام سنکر جنرل ہیگ کو تعجب ہوا۔ پوچھا۔

باقرخان! سچ کو کیا حقیقت میکر گرفتار ہو گیا۔

باقرخان۔ ہاں جناب! اس کے ساتھ ہی اور کئی انگریز بھی تو پکڑے گئے ہیں۔ جنرل ہیگ نے اسی وقت چند سپاہیوں کو بلایا اور ان قیدیوں کو اندر لے گئے۔

باقرخان بھی تانتیا کے سپاہیوں کو خدمت کر جنرل ہیگ صاحب کے ساتھ چلا گیا۔ جنرل ہیگ نے ان مرہٹہ سپاہیوں کے بارے میں کئی دفعہ پوچھا کہ کس کی فوج کا دستہ ہے۔ مگر باقرخان نے یہ انکار نہ کیا۔ جنورا ابھی انکا نام نہیں لینا چاہتا۔ کسی موقع پر عرض کر دینا۔ مگر یہ ضرور کوٹگا وہ دور اندیش آدمی سرکار انگریز سے ہوا خواہوں میں بہتہ زمین چاہتا ہوں انگریزوں سے اور اس سے رابطہ اتحاد و محبت قائم ہو جائے تو ملک کی ساری

بدامنی رنج ہو جائے گی۔

الغرض وہ رات تو اسی کشتکست میں گزری۔ نانا اور مینا کی باتوں سے باقر خان کا دماغ گھٹک پڑتا تھا۔ خدا اے پیاری دنیا پر کیا گزری ہو۔ ساری رات ملک سے ملک نہ گئی۔ خراجہ کر کے صبح ہوئی۔ منزل ہیگ سے ملکر لارڈ کبائٹس کے پاس عہدہ دیل تیار بھیجا۔

ادگار ڈس کی سامنے اڑی ہیلدا کا قاتل فریج ڈاکو میکسٹر اور اسکا ہمراہ دو مسافر دوست عدل اور دو سرسرسہ کنی مانی انگریز گرفتار ہوئے ہیں۔ عادت اس سرحد کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ طاہر ہوما ہے غالباً وہی چار پرور کے اندر حد ریجے والا ہے۔ میکسٹر کی گرفتاری سے امید بڑھتی ہے کہ وہی مایون کے چھکے چھوٹ گئے ہوں۔ ممکن ہے عادت کی آگ دوسرا سمت کر پٹھہ جائے۔ میکسٹر کی گرفتاری سے نانا کا داسا مارو ٹوٹ گیا۔ میکسٹر ہی مایونہ خیال کی جڑ ہے۔ اسی کی وجہ سے ملک میں بے چین پھیلتی رہی۔ ماکمل مایون کا سرعہ ہو بیٹھ۔ منزل ہیگ اور انگریزی سلطنت کا ہوا حوالہ

ماقر خان رسالدار

اُسی روز شام کو دہلی سے خبر ملی کہ مایون کا لشکر کانپور کی جانب روانہ ہو چکا ہے۔ شہر کے شہر عارت ہوتے جا رہے ہیں۔

اس بدجہ سے منزل ہیگ اور ماقر خان رسالدار کے ہوش اُڑ گئے۔ قلعہ میں جتنے افسر تھے گھبرا اُٹھے۔

میسواں باب

مایون کی نقل و حرکت

آج صبح سے باقر خان رسالدار سرکاری فوج کا معائنہ کرے گئے ہیں۔ وہ دیکھتا ہوا ہیں کہ ہندوستانی فوج میں کچھ بد نظمی تو نہیں پھیلی۔ لگو ہاں عجیب ہو سر باقر خان سے میں آئیں۔ ماما صاحب کے کانپور میں اپنے دو حامی ہیں۔ ماما زیادہ فوج کے طور طریق دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ یہ کل رحمت ماعی ہو گئی ہے۔ اور وہ وقت صاف قریب آ گیا ہے جب یہ سرکار انگریزی کے خلاف ملواریں سوتے ہوئے نکل پڑے۔ اور اپنے دلی ارادوں کے پورا کر کے میں عزیز انگریزوں۔ اور ان کے بال بچوں پر ٹوٹ پڑے جھانسی کی

رائے بھی اپنی خود غماری کا اعلان کر دیا اور گوالیار کی فوج جو اس بغاوت کو فرو کر لے والی تھی
رائی چھانسی سے لگتی ہوئی ان مہمندانہ لشکر والوں - یہ باقر خان کے ہوتے اٹھ گئے - وہ سمجھ کر
کہ کامیور میں اس کے زور کی حدود دہشت آگے - اور یہ ہونے کے بہت ہیں اس لیے ان کا بھی بہت
مشکل معلوم ہوتا ہے - اس خیال کے آگے ہی وہ سید بھی حزل ہنگ کے یاس پیونیک
اور جس کیما - حضور احمد دستار کی مسکو اقوام سکولر مہم کے فوج نگر دی ہوئی ہے - سب
ملک سرکار کی مخالفت پر آمادہ ہیں مگر حزل ہنگ کو باقر خان کی مارت کا اعتبار نہ ہوا - عوام یا
ابھی تک تو ہر طرح کا اس ہی - ایسی کوئی صورت نہیں دکھائی دیتی جس سے کہاجائے کہ سرکار
حکمرانی علاقہ درازی ہوگی - باقر خان خاموش رہے مگر بعد کو انھیں کا کتنا راستہ آیا -
حزل ہنگ کو ایسی غلطی کا احساس کر پڑا اگر باقر خان کے کہے - کے مطابق فوجی رسالوں سے
پتھیا رے بیٹے تو ممکن تھا ماسد کی آگ شائد اس قدر بھڑکتی اور یہ شور ترقی مسد
ہو جاتی -

باقر خان کوئی ۸ کے صبح قلعہ سے واپس ہوئے - راستہ میں داروغہ پولس سے ملاقات
ہوئی - داروغہ نے ایک حدادیکر عرض کیا کل ایک سنیاسی ملے آیا تھا آپ سے ملاقات نہونے
کے سبب یہ خطا دے کر ہلتا ہوا
خطا اگر بڑی بین تھا - سیاسی کا آما سرکار صاحب سمجھ گئے مانتا ٹوٹی ہی ہو گئے -
اں کے سوا اور کوئی دوسرا کیوں آئے لگا -
خطا کھول کر دیکھا اس میں لکھا تھا -

”نانا صاحب کے میری باتوں پر کال نہ دے - ہوشیار دہنا - کامیور میں بہت بڑا ہولناک
طوفان اٹھنے والا ہے - سب طرف سے ماسی فوجیں جمع ہو رہی ہیں - عدیل میکیر اور دوسرے
باغی لوگوں کی جو مخالفت رکھا کہ - یہ طرح سے خود عرض اور اقتدار اور باغیوں سے نہ مل سکیں
خطا یہ ہکر باقر خان نے سوچا - نام کی گرفتاری ہو جاتی تو باغیوں کے حوصلے بے دست
ہو جاتے - مگر ساتھ ہی عریب پنا کا خیال آگیا مانا کے گرفتار ہونا سے سرکار انھیں یہاں ہی
پر لٹکا دے گی کیونکہ سوا سے اس سزا کے آگے یہ اور کوئی سرا جو یہ نہیں ہو سکتی - تانتیا
بھی اکی گرفتاری سے ماحوش ہو گئے اور یہاں پر تو مہاراشی جیٹ پر لپکا - اور یہی وقت مانا
کی گرفتاری سے ہاتھ کھینچا بھی مارت کو اشتعال کسا دیا ہے حالانکہ یہ قید نہ کر لیا جائے

سورش ٹھہرتی جائے گی مگر یہ ہے انھیں جرات میں سے کراے ماس رکھ لو جسوقت ملک میں اس ہو جائے رعایا اسلحہ کی حالت ہو۔ یہ جیمیاں کاور ہوں ہوتا، ہا کر دیے جائیں۔ انیا کی بھی اس سے بے لینا ماس ہے۔ جو کہ نانا کو اپنی ہی کراہی میں رکھنا ہے۔ ممکن ہے میری یہ کارروائی انھیں پس آجائے۔

اس نیال کے حوس رہ ہوئے ہی مالدعاں سے اُسی وقت ایک صاحبانیا کے نام لکھا اور داروغہ کے ہاتھ بھی دیا اور سچھا دیا ملا، تمام سرتاسر سے ملاقات ہو سکے گی بہر حال تنہائی میں انھیں دینا اور جو کچھ اس دین نوراً کر یا۔ اور وہ لکھتی یا کر ادے جس کے اشار پر وہ تانبہ سے ہر حالت میں مل سکتے ہیں۔

داروغہ کی رسمتی کے بعد اقر جاں سے کچھ ایسی کر آ رہ کیا۔ تیس بجے کا وقت آ گیا ابھی تک داروغہ پہلے بیان سے زیادہ لکھتی ہوئی۔ اٹھ کر دوجی لوتناک پی اور کچ لگا گھوڑے پر سوار ہو جانے کی طرف باگ ہوئی۔

راستے میں داروغہ سے ملاقات ہوئی۔ پاتر جاں نے جو چاہا کہ دوست کہا ہے۔ تانبہ سے ملاقات ہوئی۔ اسے جواب دیا حضور اوہ ما کے راروں کو دلا یہ کھوئے واسے ہیں اور رہ اُنگا پتہ لستاں ہی بتا دیا ہے۔

باقی خان۔ میر جائے دو۔ دیکھا جاہنگ۔ تم کو والی جا کیو جی یونساک سے لیس ہو کر قلعہ میں آؤ۔

یہ کہہ کر باقر خان نے گھوڑا ٹھہرایا۔ کایورین مانا صاحب کا ایک مکان تھا۔ اس میں انگریزوں کے نیچے کیے اور دیکھ رہے تھے۔ ٹرسٹ ٹرسٹ جلیل القدر لکیر اور انکی زمینیں اس مکان میں بنا کر رہتی ہوئی تھیں۔ نانا انھیں ہر طرح کا آرام پہنچاتے تھے۔ رسد کا کافی نظام کر دیا تھا۔ اور اس بات کا وعدہ کر لیا تھا کہ غدر نہ ہو جائے اور ملک میں سلاطین بیٹھ جائے کے بعد وہ حفاظت سے ادا کر دیا جائے۔

حسوت کا میور ٹرسٹ ہو گیا اور قلعہ و سادگی اندیشیاں چلے گئیں۔ نانائے اس مکان میں آمد و رفت کم کر دی تھی۔ اس لیے مافریاں کو اس بات کی ضرورت تھی کہ ہو گئی کہ نانا کو کوئی خاص نظام نہیں کہاں بالاش کی جائے۔

کوئی، مانا تین تین کے علی میں حالہ صاحب قلعہ میں وارد ہوئے۔ عدل اور سیکر

حالت میں ہیں اس لیے اُس کے پاس گئے۔ مافوقان بر نظر پڑے ہی میکیر لگ ہو گیا
 باقر خان بھی اُس پر چھارت آمیر گاہ سے نظر ڈالتے ہوئے دوسری طرف متوجہ ہوئے۔
 میکیر خیر خٹون آمیز لہجہ میں بولا۔ او۔ اس فوجدار دریدے کی صورت بھر دکھائی دی یا سی
 رہزوں کی بدولت آج میں اس ملا میں جیسا ہوں۔ کاش میرا دسترس ہوتا تو اس کمبخت کی
 بوٹیاں ہی لوتھ کھا ما۔

ماقر خان نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ سر جھکا لے ہوئے، سیدھے چل ہنگ کے کیپیپ کی
 طرف گھوڑا بٹھایا راستے میں داروغہ سے ملا تا کہ وہ اس سے معلوم ہو امر بہہ دوم
 سردار تانیا قلعہ کے مشرقی طرف ایک وسیع جنگل میں مقیم ہیں۔

باقر خان نے پہلے چل ہیکتے ملاقات کی اور پچاس ہمسرہ سوار دن کے رسائے سے
 تیس قوی ہیکل مکھون کو منتخب کر کے ساتھ لے لیے اور تانیا ٹوٹی سے ملے کے لیے جنگل
 کی طرف گھوڑے کر دکا دیے۔ داروغہ پولیس بھی درس تدویر پر سوار ہر کام رہا۔

مگر اسو س تمام صحرا سے پھر چار کی گرد چھانتے چھانتے عاجز ہو گئے کام جھڑپاں اور
 عام جوڑ گھاٹیاں دیکھ ڈالیں کہن کسی تنفس کا تہ نہ لگا۔ ارد گرد کے مضافات۔ وہیات
 بسینان کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں تلاش نہ کی گئی ہو۔ سب بے سود تاست ہو لین۔

تانیا کا سراغ نہ ملنا نہ لانا چار سب کے سب بے نسل مرام واپس آئے۔ باقر خان نے
 کہا چلو نانا کے مکاں یہ چلیں اور دیکھیں شاید کوئی اسے مطلب کا آدمی کل آئے۔ وہاں تو
 عجیب ہی گل کھلا یا یا۔ کل تک جس مکان میں میمون بچوں کی چلیوں تھی آج وہاں
 ایک تنفس بھی نہیں یا انہی یہ کیا معاملہ ہے۔ طرح طرح کے داسد خیا ل اس دل میں گونجے
 لگے۔ کیا واقعی تانیا کا کسا درست ہو۔ کیا نانا کے دل میں پھٹی ہوئی اعداوتیں اگر بزدل
 اور انکی میمون بچوں کی سر مادیوں کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ ایسا تو ہمیں سب کو تو بزم
 کر دیا ہو اور لاشیں گنگناہن ڈلو ادین۔ اگر ایسا ہے تو غصہ ہو گا۔

اس کے بعد مافوقان سے سراسر اٹھ کر محفل بستیاں فلک کے چیر دن پر نگاہ ڈالی اور اپنی
 جگہ پر کھڑے ہو کر کہا

میرے پیارے دوستو! اب ہمیں ایک دوسرے سے رخصت ہو جایا ہے کیونکہ
 رات زیادہ آگئی ہے۔ زندگی ہے تو کل پھر لین گے اور تم سے سرکاری کام میں مدد لین گے۔

اور اپنے دلی عواصلوں کے نکالنے کی فکر میں کوہن گئے۔
ابھی ماقرہاں کی گفتگو ختم ہوئی تھی کہ دفعہ دھننا! دھننا! باتوں کی گھس گچھ اُوارے
اس دُفا داروں کی رو میں سلک کر دیں۔

باقرخان نے پلٹ کر دیکھا معلوم ہوا قلعہ کی جانب سے آوارہ رہی ہے۔
نانا کا محل قلعہ سے دو کوس کی مسافت پر تھا۔ ماقرہاں نے ساتھیوں کو رحمت کیا
اور خود قلعہ کی جانب عنانِ غربت مسطفت کر دی۔

اتنے میں آنکھ رگ گئے۔ شہر سے قتل و غارت ہوئے جاتے ہیں آسا ہی ستور و شیشوں
مردوں عورتوں کی چیخ بیکار کا نظارہ پیش ہوتا جاتا ہے۔ عجب ستور و شیشوں کا عجب ہنگامہ ہو
لوگوں کو ایسی اپنی جانوں کی بیڑی ہے۔ مرد قتل کی پاڑھیں پر مار پڑیں ہو رہی ہیں اور
معصوم بچے عورتیں سمے ہوئے خدا سے دعا مانگ رہے ہیں یا اللہ ہمارے سروں سے
اس مصیبت کو نال۔

باقرخان سر ہو گئے۔ بغاوت کی آگ بھڑک ہی گئی۔ سوچا ایک۔ ایک دس مرزا
لانڈی ہے سرکار کے حق نکستے کیوں نہ ادا ہو جائیں۔

اس عرصے میں معلوم ہوا کہ بتیس سو کی رجنٹ میں سے صرف ۳۲ جا ساڑ سیکھ قلعہ کی
طرف دھاوا کرتے چلے جاتے ہیں۔ بہتروں سے سرکاری حیر خواہی کا رنگ چھلک رہا ہے۔
راستے میں شہر سے بھاگتے ہوئے کسے ہی آدمی دکھائی دیے۔ جسے معلوم ہوا کہ رعایا
کی جان و مال و اُبر و پر کلیان ٹوٹ رہی ہیں۔ باغیوں نے لوٹ مار چھادی ہے۔

باقرخان دارو عہ کے ساتھ ساتھ قلعے کے سامنے آ بیٹھے۔ کیا دیکھتے ہیں پھاٹک سدا ہو
اور سامنے لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اس وقت بھی قلعہ کے سر دی حصے پر باغیوں کے
گولے برس رہے تھے۔

ماقرہاں نے حسیب سے نکال کر گل عایا۔ کچھ دیر بعد ایک انگڑی تانگہ اچھڑی یہ
قلعہ کی دیوار پر گر پڑا ہو گیا اور آوارہ فوج میں تلاطم برپا ہے۔ منبر سیدل رسالہ باغی ہو کر
ذاب گم کی طرف چل دیا اور اب ساتھ میکے عبدال اور دوسرے قیدیوں کو بھی لیتا گیا۔
میکے کی واری سنگر باقرخان کے ہوش دنگ ہو گئے۔ ریاضہ عظمیٰ ناندول سمجھا دروغہ
کے ساتھ دس تلگوں کو اپنے مکان کی صفات کے پیہ پیچہ یا اور کچھ تلگوں کی ہمل می میں

مسٹر گارڈن کے نیگلے کی راہ لی۔

چھوٹا سیوان باب

پھر مصیبت

گارڈن کے مکان پر جا کے دیکھا۔ سنناٹا برس رہا ہے آدمی کا نام نہیں۔ سپاہیوں کو تاکید کر کے کہ آئے والی ملاؤں سے اطلاع دینا۔ مقرر خان زپے کی راہ سے مس روز کے کمرے میں گئے۔ وہ کمرہ بھی خالی بڑا تھا۔ اور سر آدرہ کے پرچے سرچھے ہو گئے تھے۔ مقرر خان کو اب اور بھی وحشت ہوئی۔ کیا یہاں بھی باہیون نے گولہ ماری کی ہے۔ مسٹر گارڈن اور مس رورر کہاں گئیں۔ ایسا تو نہیں مسجدوں کے ہاتھ میں بیٹھے ہوں۔ مس روز کے کمرے سے منگلر خاں صاحب بہادر مسٹر گارڈن کی نشستگاہ میں آئے۔ کمرہ بدستور تھا۔ ہر چیز قریب سے لگی ہوئی تھی۔ لیکس روز اور گارڈن دونوں میں کسی کا پتہ نہیں۔

کیا میکے باہیوں سے لکڑی پھریاں آیا۔ کیا اُس قسی القلت کے ہاتھ میں پھر دو نوں بیٹھے گئے۔ ہائے اس کے دفعہ کبھی زندہ نہ چھوڑو گا۔ افسوس اس مکان کی جیل میں کو خدا جہ کیا صدمہ ہو چکا ہے کہ کسی آدمی کے سانس لیے تک کی آواز نہیں آتی۔ اُس کسی آدمی چھائی ہے۔ ہر کمرے میں مسرت سی برس رہی ہے۔ ہائے ترا خفتہ ہو گیا۔ پیاری روز تیری بد قسمتی یہ بہت ہی تاسف ہو رہا ہے۔ میکے نے تیرے آرزو مند دل کو بہت ستایا ہو گا۔ جب اس کی حرکتوں کا خیال آتا ہے بے ساختہ کلیجے پر ایک سانپ لوٹ جاتا ہے روز تیری مصیبتوں کی کوئی انتہا ہی نہیں سچا لایہ امید کہاں کہ تیری جان میکے کو ظالم ہاتھ سے چلی ہو۔ تیری زندگی کے ساتھ اب اُس مصیبتوں کا بھی خاتمہ ہو جائیگا اور اسی تک تیرے سر پر پڑی ہوئی ہیں۔

باقر خان فکر و اشتیاق کے مرکب بنے ہوئے کچھ دیر کمرے میں بیٹھے رہے۔ اسے میں اس کی نظر ایک میسر پر پڑی اس کی بغل میں خوں سے لخت پستہ مصیبت سببیں خاکِ نالت پر پڑے ہوئے دکھائی دیئے۔ مقرر خان کو تاب کہاں تھی۔ لیکر کمرے میں آئے اور اسٹیشن کو اٹھانا چاہا۔ دیکھا کل کپڑے خوں سے مزلو رہیں۔

بمستقل تمام جی اسٹیشن کو اٹھا کر بٹھا یا۔ سینے پر ہاتھ رکھا۔ سانس کی رفتار مدہم پیچلی تھی۔ اور اس قدر کمزوری تھی اگر انھیں سہارا سے بٹھائے نہ رہتے تو گر ہی پڑتے۔ یہاں رجوں سے جو رخا۔ فون کے سونے ہماری تھے۔ باقر حوں سے ایسے ساکتی ملکوں کو آوار دی۔ انجی مدد سے رجوں پر بٹیاں چڑھائی گئیں۔ اور پھر کوچ برٹا کر اوپر سے حلاط ڈال دیا۔

ایک بلنگے بے پانی سے مھریر چھپتے دے۔ اسی طرح قریب قریب نصف گھنٹے تک دیکھ کھال ہوتی رہی۔ اس اسٹیشن نے آنکھیں کھول دیں۔ اُنکی میقاریوں ٹھنڈی سالنوں اور دوسری حالتوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہنے میں تامل نہیں ہو سکتا کہ سالنوں کے وسیع میدان میں پہنچتے ہی اُنکا رخ اُس طرف بھر گیا ہوگا۔ حد درست مار روز کے موعود ہونے کی آرزو نے انھیں حردی ہوئی۔ اسٹیشن کی آنکھیں ٹانگی لگائے ہوئے کمرے کے چاروں گوشوں پر دوڑ لگا رہی تھیں کہ دعتہ باقر حوں کی صورت یہ نظر پڑ جائے۔ نے ہیٹن شیر کو دیا۔ اور جابا اٹھ کر بٹھ جائے کہ مقرر حوں بے حلدی روک دیا۔ اور مسکرا کر کہا۔

نہیں نہیں۔ جواب کیا عفتس کر رہے ہو۔ اور وہین یاس بیڑی ہوئی کہ سی پو۔ دیکھ کر بوجھا۔

”مزاح کیسا ہے“

اسٹیشن۔ جو دم ہے غنیمت ہے۔ آسپا کمان سے تشریف لا رہے ہیں۔ باقر خاں۔ قلعے سے آ رہا ہوں۔ راستے میں مجھے کوئی بھی نہیں ملا۔ کیا میکیر پھر کر آئے کے ساتھ اس قسم کی بجا حرکت کی۔

اسٹیشن۔ ہاں صاحب! بد قسمتی سے ابکی میکیر عدل متہ کہے ہی سبھیوں کے یہاں آئے اور مس روز اور ہمیر حملہ کیا میں نے روز کی حفاظت کے لیے جاں نثاری تھی مگر کوئی ہتھیار ہونے سے میری سچونوں پر پانی پڑ گیا۔ مجھے زخمی کر کے حلا جائے روز اور ہمیں کو وہ لوگ کہاں پکڑے گئے۔

باقر خاں۔ ہمیں کون ہے؟ میں نے تو آجکسا اسکا نام ہی نہیں سنا۔ کیا دور کا کوئی رستہ دار ہے۔

۱۔ سٹیفن۔ (کچھ لیسرگی کے ساتھ) میں اُس کے ماسٹین کچھ بہین جانتا۔ ہاں یہ ضرور سنا ہے کہ وہ روکر کا حالہ زاد بھائی ہے۔

۲۔ کہہ کے سٹیفن پھر بیٹ گئے۔ رنجوں سے پھر حوں جاری ہو گیا۔ مادر خاں نے بیٹی کھول کر دوسری بدلی اور غصہ کس کر مالدی دی۔

اس کے بعد دو تلمکون کو حکم دیا سٹیفن صاحب کو قلعہ میں پہنچا دو۔

سٹیفن کو اندر کے توکل اور پادھیوں کے کھڑے سے پر پھوڑ کر گارڈوں کی تلاش کرنے لگے۔ نیچے ایک کمرے میں دیکھا گارڈوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور کمرے میں کوئی نہ تھا۔ سب بھاڑیں مٹائیں کر رہے تھے۔

اُنکی حالت صاف بتا رہی ہے کہ وہ بھی کسی کی دہشتناک سلوکوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ روحانیت ہی بدل گئی ہے۔ مادر خاں نے پہلے بیچا ناہیلیں۔ بہت دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو گارڈوں صاحب ہیں۔ چہرے ٹھہرے سے کمروری ٹیکسا رہی ہو۔ کسی اندر دی جانٹرا خیال سے بہت ہی مستوش کر رکھا ہے۔ باقر خان کو دیکھ کر بھی اُنکی زبان سے کچھ نہ نکلا۔ ویسے ہی چُپ رہا یا یہ بیٹھے رہے۔ افسوس رہا کہ اچھا نہ ہو جانا بھی کیا مری چیز ہے۔ باقر خان کی آنکھوں سے گارڈوں کی مدوم بہالت دیکھی نہ گئی۔ وہ امتداد رجہ کے رفیق لقلب آدمی تھے ٹیپ ٹیپ آسوں کل پڑے پھرا پے شکستہ دل کو سنوٹھا کر بہت ہی ہمتلال سے پوچھا۔

جناب! ماسٹین مسس گارڈوں کا کیا حال ہے۔

گارڈوں باقر خاں کے چہرے کو عبور دیکھتے رہے مگر جواب کچھ نہ دیا۔ اُسکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوا گویا پاگل ہو گئے ہیں۔

باقر خان پھر اور قریب گئے۔ مگر گارڈوں صاحب کے نیکر جسم کو اور نہ زبان کو حرکت ہوئی۔ خاموش بیٹھے رہے۔ اُنکی ظاہری صورت سے پایا جاتا تھا کہ دل ہی لمبی جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ہیں شعر میں ادا ہو سکتا ہے

درمیاں قنور یا تختہ بندم کردہ

بار میگوئی کہ دامن ترکمن ہشیار باش

اتنے میں خاندان صاحب کے تیلے ایک پاگل سے آئے۔ یا لگی اٹھائے کے لیے

دہ کماروں کے دار کما رہے۔ یہاں پہنچے تھے کیونکہ اس عالمگیر عذر کی وجہ سے سارا
تھر عالی ہو گیا تھا۔ اہل تھر آوارہ گردی کی مصیبتیں اٹھا اٹھا کے دھاتوں میں جاں بچاے
بھڑے تھے۔ سکوتوں، ملک ہزاروں معرکوں میں ایسی محسوس تھا تو کھڑی تھی اور ایسے
ساہ ہوئے تھے کہ گھرائی میں سوا سے جاگ اڑنے کے کچھ ہی دکھائی نہ دیا۔ ہمت سے
جادان اس کمخت عذر کی طواں سے میری سیر، ایسے مراد ہوئے۔ کہ میراں کا قتل بڑا
ہی نہ لگا۔

اب سنیے ہمارے حال صاحت سے سو جانچی اسٹیں کو مالکی میں ڈال کر قلعہ میں ہو جاؤں
وہیں ان کی تیار داری ہو سکے گی۔ اور یہاں چھڑے میں کسی طرح بچ سکتے ضرور تھے۔
ہو جائیں گے۔ مافرجاں اس مات کا تہیہ کر کے مالا حاشے پر لگے۔ اسٹیں بوتل میں تھے۔
انہوں نے لوجیا آپا کو کچھ علم سمس گاڑوں کہاں ہیں، گاڑوں صاحب کے پوچھا
ہی نہیں ہن وہ تو کچھ لوئے ہیں نہ جانتے۔ جلی سے تھے ہوئے ہیں۔

نواب میں خوشنماں سے مافرجاں کو صدمہ ضرور ہو بلکہ تھک کچھ بھی نہ تھا۔ کیونکہ
مسس گاڑوں جس روحانی تکلیف سے دل کا رہی تھیں اس حالت میں انکا مہاجرا
ہی اُنکے۔ یہ فائدہ دے دیا اور گاڑوں کی بھی اگر ایسے حال صاحتوں سے حالت نسکتی ہو
تو موت ہی نہ ہاں سکتی ہے۔ ایک نام ہونو کہا جائے۔ اول تو انکی بیماری دھڑھیلیا کا علاج
رہی کیا کہ ظالم اٹھوں نے حاموتی ادا مسس گاڑوں سے جی ساہ جھوڑا لگا دیا
کی راہ لی ان سب مافرجاں پرور کی گم سدا کی کام اور اسامہ ہو رہا ہے۔ اس بیماری
پر ظالم میکس اور جھا کا زہن دل کی بدعتیں گاڑوں صاحب کے یہ سواں روح سے کم نہیں
معلوم ہوتا تھا۔ جسم مادی کے نفس کی تیلیاں تو کر مرے جان ٹھٹھرا کے کل ہی جائے گا کیونکہ
زمانے کی سہیاہ بننے ان کے حاتمہ سستی کو مراد کر دیتے کی تھاں ہی لی ہے ان کے
پاس کوئی ایسی سیر ہی نہیں ہے جو زمانہ کے فدا تھلون سے بچا لیتی۔ ایسی حالتوں میں
اگر وہ باہل ہوئے تو عجیب ہی کیا ہے۔؟ غیر سے ابھی ایک زندہ ہیں ہی عید صحت۔
حانصا جب کماروں سے کوڑ اٹھ کر جس سر ہینٹس بیٹھے ہوئے تھے تیجے
لائے اور یا لکی پر سوار کر دیا اور گاڑوں کو بھی ایسا ساتھ لے چلے کا اس نظام کر دیا۔ اور

• ہان سے طبع کی طرف روانہ ہوئے

مسٹر گارڈن کے سر پر سنا ہی خدا کا ہے کہاں ماس ہو گئے تھے۔ اُس کے پلٹے کی کوئی امید نہ تھی۔ اس نے اُنکا اسطر سبے سو دیکھا

جسوقت اس قافلے کو لے لے ہوئے ہمارے خان صاحب، صاحب بیوی جے گھر والی نے اٹھ کر دیا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جب تک محل ہیکس سے خود آکر خالصا۔ یہ سے دوچار بائین نہ کر لیں اور انھیں یہاں نہ لیا۔ خالصا صاحب کو باہر ہی پکڑا رہنا پڑا۔ گاڑن کے ہنگل سے اور انگریزی قافلہ کس کوئی عمر معمولی ماٹ قابل ٹر پڑا نہیں آئی۔

خالصا صاحب بہادر سے مسٹر سیٹھیں اور گاڑن کو قافلے کے کسی وسیع مکر سے میں اتار دیا۔ کئی پرہ اور خالصا مالو کو حد درجہ کے یہ لیے ہر وقت حاضر باسی کا حکم دیا اور وہ کئی تلسلوں کو ہر ہی میں لے کر ایسے ہنگل کو مرا حب فرائی۔

ہنگل کے قیام نہ نہ کس ایک اسپیا سی زیر غل پکڑے ہوئے کسی کا اسطر کر رہے تھے۔ باقر خان کی صورت دیکھتے ہی آواز دی

میان مادر خان؟ درادھر تشریف لانا۔

ماقرماں آوار سے روتاس تھے۔ یہاں گئے بہ تانتیا ٹولی میں۔ تانتیا ٹولی لے گیا۔

سیر دل بہادر اسے ایسا بل غلط تھا جو سوجھا تھا وہی ہوا۔ مسس رور بھی بیکس کے سگن بیچون میں پھنس گئی۔ ابھی ابھی گاڑن کے مکان سے آ رہا ہوں۔ تمام ہنگل بھائیوں بھائیوں کر رہا ہے۔ کوئی آدمی دکھائی نہ دیا۔ تم سے خود سنا ہی تعببات کر دیے تھے اُنکی زبانی معلوم ہوا کہ زخمی سیٹھیں اور طبی پاگل گاڑن کو آپ بلے میں سے گئے ہیں میری دانست میں وہاں ہی اُنکی چیرہ تہ نہیں۔ سیکھ رجسٹ اور کئی ہمدوشالی رساے ماننی ہو کر بلے سے کل گئے ہیں۔ اور نقش ہے کہ اور جو باقی رہا ہے میں وہ بھی انگرہری حکومت سے سرد اس خاطر ہو جائیں اور انگرہریوں کی ٹکا بونی کر دیں۔ میں اسی لیے آیا ہوں کہ تقیس بہت سہارا دوں اُن پچاروں کی جان بچاؤ ہو تو دوسرے اسقام کر دے تلعہ میں رکھا ہیکس ہیں۔ میں سراج الدین محمد طر مادشاہ دہلی سے بلے جا رہا ہوں۔ لقیٹا کل علی الصبحا ج یہاں سے چلے دنگا

باقر خان۔ یہ لوہر آئینہ غصہ کی سسائی کیا کہہ س دے کہ پکڑے اوڑ۔ ہا سے

اس کی اُسکی زندگی کا تو سویرا ہی ہے۔ ظالم میکیر کبھی اُسے صتاہ پھوڑ گا۔ حضرت سکتا اگر آپ اس پر اتوبہ رہا ہے میں جسکے جارون طرف عد رجایا ہوا ہے کا بنور میں رہتے تو عریس سٹیٹیں اور گارڈوں کی زندگی جو حالی۔ درہ ممکن ہے مانی لوگ اس پچاڑوں کا حامیہ کر دیں۔

تانیٹیا۔ ڈیر باقر امان رہے سے مرے صدد ہاکاموں میں رہے ٹھجائی گئے۔ اس لیے میں ٹھہر نہیں سکتا ہاں دل سے تھالی جاسے وقت کسی مقام پر ملاقات کرو گا۔ روز کی ملاقات میں بیٹا اپنے جاسوس مقرر کر دے ہیں۔ وہی اسٹیٹیں اور گارڈوں کی بھی نگرانی کرتے رہیں گے۔ جہاں تک ہوگا ہمارے جاسوس اُسکی خبر رکھیں گے اور اچوں کے ہافے سے پچاتے رہیں گے۔ مرے آدسوں کو جس وقت رو کر خیر لگے گی نور اچھیں اطلاع دیں گے۔

مادر خان نے ٹھہر کوئی سوال نہ کیا تانیٹیا ٹوٹی حلیے ہوئے مادر خان کو ماما کا خیال آیا خدا جاسے اسکے ساتھ اس کے ظالم ماما نے کیا نہ مارا کیا ہوگا ساتھ ہی اس بات سے بستی ہوگی کہ تانیٹیا دراندیش آدمی ہیں۔ وہ نہ کو ساتھ ہی سے لکے ہونگے مظالم باپ ماما کبھی نہ تھوڑا حائل گئے اور حسب ہمن اس وقت بھرنا ہی کے ماما جاسے ہوں اور اس حالت میں اگر انکا دعویٰ کیا جاسے تو ممکن ہے نہ نانا کے حصے کا کام مانا درودہ لودو ماتش رہتی ہے لگ جاسے۔ اور درودہ کے حالی۔ یہ بھی کسی قدر وقعیست ہو رہے یا ماما کے طرفوں سے واضح ہو گیا ہے کہ ماما کی حرص مستتر کیا ہیں یا سہتے اور اس کے بھیدوں کا ہتھوڑے لکے ہیں۔

مادر خان اپنے مکاں کا حاملتوی کر کے تانیٹیا کے دُنالی میں حل کھڑے ہوئے سا بھون سے کہتے کہ تم لوگ بھی صورتیں اور رخصتیں دل دل کر میرے پیچھے پیچھے آؤ گردور در رہنا۔

اس وقت مادر خان فوجی لباس میں سے ملکہ مولیٰ پیرا سے ہمدستیانی رئیسوں کا مانا پسند آیا۔ جسکے چہ غرار سے دار بانجامہ ریب جسم۔ تمل سومر گھنلا عورتا یا دین حریب ٹپکتے ہوئے روانہ ہوئے حالکہ نانا کی گرفتاری ہ نظرنہ بھی بھڑکی ماما کے دلی رادوں کی تھامہ لیا لازمی تھی۔ اس لیے خاندان صاحب کو پیرا سے رئیس کے ماما میں ماما سے

اس مہداں میں ایک یرائی دنیہ پر سی ہوئی تھی لڑائی گڑھی اندیری راستہ میں
سایہ کی طرح دکھائی دے رہی تھی اسکی بان کھڑکوں سے اس میں روٹھی نہ تھی
تانتیا جلد جلد دم اٹھاتے ہوئے گڑھی کی طرف بڑھنے لگا اور اس کے پیچھے
کھڑے ہو رہے اور سمجھ گئے کہ یہی ماما کا دم یہ مکان ہے
تانتیا ابھی اچھی طرح دروازے کے پاس ہوئے تھے ماما کے کھڑے ہونے کے پانوں
کی آہٹ یا کے ایک خوش صورت دھیر دتہ کی کھڑکی سے کھڑکی ہو گئی۔

باب چہمیان

”پھر سمجھو“

دو تیزہ کو دیکھتے ہی تانتیا نے ایڑیاں لٹکائی۔ اور کچھ استارہ کیا
باقرخان اس اسارے کو نہ سمجھ سکے اتنا ضرور دیکھا کہ اس اشارے سے ایڑیوں پر
نے کھڑکی کے پیٹ بند کر دیے۔ اور پھر دروازے کی پینے کھڑکی میں آئی۔ لالٹیں پر
ایک کاغذ چسپ تھا جس پر ذیل کی عبارت تھی۔ میں نے پڑھی۔
”میکسیر یہاں نہیں ہے۔ البتہ روز بیان میں ہے۔ کس کو پڑھی میں ہے میں نہیں جانتی
ہوں۔ میں بھی بیان نظر بند ہوں۔ ماہر کھلے کی کوئی اسپیل نہیں ہے۔ کڑھی کے جاکر
سخت یہاں ہے۔ بلنگے کی تلواریں سے بھر رہے ہیں۔ مگر ہمیں مردہ ہمارے
آج بیان حقیقت کی ہے۔“

اس وقت باقرخان کی بہ ستموں کی کوئی استارہ تھی اسی عت ٹھکاسے
لگتے دیکھ کر جناب باری کا شکریہ ادا کیا۔

ادھر تانتیا نے پھر کچھ اسرارہ کیا۔ اسکا حواس کچھ غصے کے بعد پھر اسی طرف کے
کاغذ پر لکھا ہوا یا۔

”مقام معلوم ہے آپ کچھ دیر پھر یہ میں ابھی آئی ہوں۔“

پھر وہ دو تیزہ وہاں سے نکلی۔ باقرخان تانتیا سے دور کھڑے ہوئے
تانتیا دیکھ رہے تھے جس میں لہرہ نویر دو تیزہ پھر کھڑکی کے پاس آئی اور
پھر کچھ استارہ کر کے پیچھے اتر گئی اور کچھ مدت بعد سامنے سے کسی کے پانوں

کی اہل کال من آئی ماورمان سم گئے۔ وہ وہی دوسرہ مانتیا کے پاس آ رہی ہے
 اس خیال سے ہمارے دل اس پر کچھ بڑھ چکا ہے۔ یاری و رشتہ دھکے میں چھپا ہے
 اس مقام سے ایک کوئی دل لہو۔ کہہ کاٹھے یہ ایسا دھرتیہ کی راہ دیکھ رہے تھے۔
 کچھ دیر بعد غید ہوتا کہ اسے ملے وہ دوسرے سے بے مانی تاہم اگر کمرے سے
 مڑی سردا ہوں کی طرح دور کھڑکی سے نکلی اور مانتیا کے قدموں پر گر پڑی۔ باقر حق
 دیکھ کر وہ وہی وہ میرہ نا ا صاحب کی دفتر مدعا۔
 مینا بولی

میر مندر اس من بھاری ہمت متکو رہوں اس کے لیے راسخ رہا ہے اس لیے ایک
 چھوٹے کا کوئی درد نہیں۔ اس قدر کہ کسی دشمن پر بھی ہمت آئے۔ ہمارا ج
 میر انوزمین و آماں میں کہیں نہ لگنا نہیں۔ اس کیوں مجھ پر تھکتا کا ساتھ چھوڑے
 دہتے ہیں۔ اس دنیا میں آپ نے مجھے گرد کی طرح اچھی تعلیم دی۔ گیان کی باتیں لکھا ہیں۔
 اس آفت مانگانی سے بچانے کے لیے اپنے اُس روز مری حال عیالی پتائی سے میر کا
 نظائیں سادہ کر لیں۔ کیا جاتی تھی میرا ہی آفت بن گھٹنا ہو گا۔ اس ایدیر تائی
 کے ساتھ جہاں آئی تھی کہ جہاں جاتا ہے۔ مگر تائی کا عہد ابھی تک دو نہیں ہوا۔
 بہانہ کارنگ ہوتا ہی گڑا ہوا ہے سیکڑوں بندوں کے گلے باغیوں کی ہرجم تار و دست
 کاٹے مایکے ہیں۔ جو لوگ اپنی حایں بچا کر اُدھر کل آتے ہیں وہ بھی راج علی کا لہو
 بنادے جاتے ہیں۔ یہ کیفیت اس سے دیکھی نہیں جانی۔ اب آپ ہی دریا ہے اسے
 سگدل پناہی کے پاں کیسے رہ سکتی ہوں۔ اتوں کیونکہ جاتا ہے کسی طرح یہوں
 نہیں دیکھاتا۔ انور کے لیے اسے سمجھے یہاں سے کالے جلیں آپ کے ساتھ
 جو کونسا چھن کر رہی۔ مگر جیتے ہی اپنے ظالم نام کے ہر دیکھے کی روداد ہوئی۔ پناہی
 سے میری والدہ کو بھی چھوڑ دیا۔ وہ بھی انھیں ان مظالموں سے ماز رکھے کی دنیا است
 کیا کرنی تھیں۔ اس مجھے بھی ترک کرنا چاہتے ہیں۔ افسوس تو بہت کہ ابھی تک تائی کی
 آنکھیں نہیں کھلیں۔ انھیں جہاں سوار ہو گیا ہے وہ نہیں سوچتے۔ ان بگناہوں کا وزن
 مالا بالا نہ جائے گا۔ آخر کار ان کو زوں ہی کا بول بالا ہو گا اس کے خلاف ہم یہاں راکھنا ہے
 تنہا رجسٹ میں ڈالنا ہے۔ اس کے لیے کون ان کو بھانے والا ہے۔ آسپ

[illegible]

لوریہ سیاہے کرے مین بوج گئے۔

باب چھیسواں

۲۶
رور کی خلاصی

ابھی تک مینا ایسے کرے میں ہیں آئی۔ یہ لوگ راستہ دیکھ رہے تھے۔ کوئی نصیحت
گھنٹہ کے بعد مینا کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ یکا یک اسے سیاہیوں کو اسے کرے میں بھڑک
کہیں سا گھرا رہے تھے۔ اس لیے خائفانہ سے سب کو ماہر کسی جگہ پر بھی کر دیا اس اسباب
مینا گھر کی سے ارا رانی۔ اس کالی رات اور ہو کے عالم میں مقررہاں کو دیکھ کر بیٹے تو دیکھا گھر آئی
بھر سیر فام لوہا سطح آگ میں تباہ کر سچ ہوا تھا ہے اور بہت ہی حوصلہ ورت معلوم ہوتا ہے
اسی طرح لاسری کی وجہ سے مینا کے مشک جہرے پر ایک لطیف لور کی جھلک مایاں ہوے
لگی۔ خالصا حستے کہا۔

ایک دن اندھیری رات اور ہو کے عالم میں تھیں دیکھ کر میں بھڑک گیا تھا اسی طرح آج تم مجھے
دیکھ کر میری تان بڑھ گئی ہوگی۔ لیکن میرے ایمان آئے کا ایک خاص سبب ہی اسید کر تا ہوں تم
اُس کے لیے مجھے معاف کر دوگی۔ اسدن تم سے مجھ سے مدد طلب کی تھی۔ چنانچہ آج میں تمہاری
حاجت کے لیے آ گیا ہوں۔ کو کیا جاسی ہو۔ ۹

دم بھر کے لیے سیاہی رگوں میں جیسے جم گیا وہ بیچ ہی میں مضر امن مین ہو کر لوٹ اٹھی۔
مقررہاں امین تھیں جاسی ہوں تم بہت ہی پاک وصاف اور ہر دلعزیز آدمی ہو۔ یہ
دنیا مجھے سوکھے ہوے بڑی طرح حقیر اور باخیر نظر آتی ہے۔ اب آپ کو کیرا نا تقسیم دہرائے کی
ضرورت نہیں جس کام کے لیے آئے ہو۔ مجھے معلوم ہے۔ روز بہان قید ہے۔ اُس کے قصود غنوں
کی گرجھین ڈھیلی ہو گئی ہیں۔ اسکی صورت مین مارگی اور دلکشی باقی ہیں اور نہ اسکی
کسی بات مین گرجھیں ہی ہی چند ہی رور کی حمان نظر آتی ہے۔ انتہا سے مین تول ادا کی ہو
آج جس طرح ہو گا اُسے اس کا گاہ قید سے چھڑا دنگی۔ آکا آکا ماہرت اچھا ہوا۔ آپ جانتے
ہی جین پھر جی آسکے آجانے سے کچھ نہ کچھ آسالی ہی ہو گئی ہے۔ مری بہت بڑھ گئی ہے۔ اسید
بڑتی ہے اب کام بن جائیگا۔

باقر خان۔ دیکھ مینا امین تمنا نہیں آیا ہوں بہت سے سیاہی ساتھ آئے ہیں۔ اگر

روز کے ملاص کرتے میں ہم سب کی حالتیں کام آجائیں گی تو بھی درج نہ کریں گے۔ ساتھ ہی تلنگے باہر کھڑے ہیں۔ تم اگر اس بات کا یہ لگاؤ کہ رو کر کس کو ٹھری میں بہہ رہے ہو یہ کام آسانی سے طے ہو جائے گا۔

چینا۔ اب بھڑکیں۔ کچھ دیر صبر کریں۔ میں پتہ لگائے جاتی ہوں۔ گراہک ماہ کی مشکل ہے دو آدمی میرے مکان کا یہ رہ دیا کرتے ہیں۔ میرے پتے نے انھیں حکم دے رکھا ہے کہ مینا گھر سے باہر قدم نہ نکال سیکے۔ اور وہ اس مکان سے کسی دوسرے حصے میں جاسکے۔ اس صورت میں اس بات کا حشرہ ضرور ہو کہ میرا باہر نکالنا لوگوں کو ہوشیار کر دہناتے۔ وہ مجھے گرفتار کر لیں گے۔ یہاں کے پاس لے جائیں گے اس وقت میری جاں میری جاسے گی۔ یہاں کھلی رہ رہے چھوڑ دینگے۔

باقرخان۔ اس بات کی حیدر مکرہ ہیں۔ میرے تلنگے ایک ایک کو لوں لین گے۔ مگر اس گز ہمارا قہقہہ ہو جائے۔ یہ تادہ وہ لوگ کہاں ہیں؟

چینا۔ خود دو آدمی پہرہ سے رہتے ہیں اور میں ایک اور عورت ہے اور دوسرا مرد۔ عورت میری خادمہ ہے اسیرہ کہ لیا مشکل نہیں۔ لیکن مرد ایک ہی علمائے رزا اور خرافات ہے دوسرے پتا کا بڑا نا ملازم ہے اسیرہ قالو ما البتہ بیڑھی کھیر ہو۔ چیر۔ البتہ کی جو مرضی ہوگی ہوگا۔ اب میرے ساتھ آئیے وہ مکان دکھا دوں

حاصل صاحب اور میدانوں گھر سے باہر نکلے چالینیں سکھو دو مٹاؤں کو دیکھ کر مینا خونک اٹھی اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اسکا چہرہ حنا کی طرح مرجھا گیا جسم کا پٹا اٹھا بیٹھے سے عام کپڑے، ترستر ہوئے۔

باقرخان نے دیکھا۔ ساڈرٹی ہو۔ فوراً ہی لول اُسٹے۔ بیبا۔ ڈرو نہیں۔ اسے آدمیوں کو دیکھ کر تم سبھیوں کیوں تم جاتی ہو میں تمھارے بتاؤ گرفتار کرنے آیا ہوں پینال تمھارا غلط ہے۔ میں کسی کریم اور دھوکے سے کام لینا نہیں چاہتا۔ اور نہ تمھارے ساتھ دھوکا کرنا چاہتا ہوں۔ تمھیں معلوم ہے تا تیا ٹولی سے زبان، ہار جکا ہون کہ بغیر تمھارے اُن کے کبھی ماہ ماحضت ساتھ کسی بے عنوانی کا خیال دلیمن نہ لائے گا۔ اس وقت میری حالت عرض صبر ہی ہو کسی طرح، یہ کہ اس بپا مہم سے خاشا دل لائے۔

چینا باقرہ صاحب، ہاتھ سے مطمئن ہو گئی وہ حاصل صاحب کو ایک دوسرے کمرے کے پاس

لے گئی اور شکوک لیے میں لولی۔

شاید آپ خیال کریں۔ میں اس وقت خوشامد کر رہی ہوں۔ یہیں سچی بات تو یہ ہو کہ
میں اسی روز سے سارا یکا خیال کرتی ہوں جس روز اسے مانتا ٹولی سے معاہدہ کیا تھا۔ خیر۔
وہ دیکھ کر دوسرے بتا کر ہمارے دونوں ہیرے دار کھڑے ہیں ان کے سامنے سے ہو کر اس
مکان میں جا مارتا ہے۔

باز خاں کچھ نہ کہہ سکا کہ میں ملٹا آئے۔ دو بلنگوں کو ساتھ لے کر کھڑا دھڑکے
اور کسی گوتے میں کھڑے ہو کر دونوں کی مابین سے لے لے۔ اُس کوٹھری میں بھی ایک سہراغ
حل رہا تھا۔ اسکی روشنی میں خالصا حاکم دیکھا یہ دونوں غصہ مہر تے ہیں۔

خالصا حاکم نے سوچا کہ دونوں گرفتار کر لیے جائیں تو کام چل سکتا ہے۔ اس خیال سے
اپنے دو ساتھیوں کو کچھ فاصلے پر کھڑا رہنے کا حکم دے کر آپ خود دو قدم بڑھ کر کھڑے ہو گئے۔
اُس کوٹھری سے ایک شخص لولی اٹھا۔

”کون ہے؟“ اور ماہر کل آیا۔ خالصا حاکم کے بلنگوں سے نکل کر اُس کے مہر سرور مال
ڈال دیا اور دوسرے نے پھرتی سے ہاتھ باندھ لیے۔ سب سے کھڑا ٹھوس دیا وہ بھارہ
بچ بھی نہ سکا۔

خالصا حاکم ایک ہاتھ میں رول اور دوسرے میں لالٹن لیے مینا کی حادہ کے
پاس ڈٹ گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر حل تھا جاہتی تھتی۔ لیکن عجب کے عجب کھٹکی سدھ گئی۔
ماقر خاں تلوار توڑے قضا کی طرح گردن پر سوار تھے۔ ڈاٹھ کر لوٹ۔

چپ رہ۔ عردار اگر رمان سے اُس کالی تو ہیرا سر دھڑے الگ کر دیا جائے گا۔ میں
بجھتے سے دو ایک سوال کرتا ہوں اگر خاں خاں ملو تو صبح صبح جو اس دیدے درہ ابھی
جہنم واصل ہوگی۔

وہ عورت بھرائی ہوئی آواز سے لولی۔ مہرئی ماں۔ مارے جو جو چھینا ہو تو بھیجے بھوت
لولسا میرا کام نہیں۔

باقر۔ آج بیان کون کون آیا تھا۔ 4

وہ۔ نانا صاحب ایک مسلمان اور تین چار لنگہ بڑے

باقر۔ اور کوئی۔

۵۵۔ ہیں۔

اوصاحب سمجھ گئے نہ سراسر جھوٹ لول رہی ہر کیو کہ روز کو یہاں لاسے ہوئے
مینا نے کھی دیکھا تھا خالصا حصے ایک گھوڑہ رسید کر کے ملوار کی لوک اسکی گردن میں جھوڑی
ا۔ رکھا۔

مردار کیوں جھوٹ لولمی ہو اے سافقہ ایک عورت بھی تو آئی تھی۔ سچ کچھ۔ اسکی
جھوٹ لولمی کھوڑی اوڑ گئی۔

۵۶۔ ہاں سرکار ایک اگر میں بھی آئی تھی۔ لیکن ماما صاحب کی سحت ماکیدی کہ انگریز
کے آئے کی سرتستہ ہوئے یاے۔ صاحب وہ عورت ہیں کہیں قید کر کے رکھی گئی ہے۔
مجھے معلوم ہے حمان قید ہے۔ آپ فرمائیں کیا اُس سے آپ کو کوئی حلقہ ہے۔

باقرخان۔ ماما صاحب کے اسی اُسے گرفتار کر لائے ہیں اور میں اُسے رہائی دلوایا آیا
ہوں آپ سے سافقہ چھڑا کر لے جاؤ گا۔

۵۷۔ مگر صاحب جس کوٹھری میں وہ سد ہے اُسکی جانی تو میرے پاس ہی ہیں بلکہ ماما
کی راجکساری مینا ہے یا اس رکھتی ہن۔ ہاں اُس سے حیا میں کا کچھا اُسے آئیں تو میں ہر
آپ اُسے خلاص کر سکتے ہن۔ لیکن سرکار احب ماما صاحب سیٹھ کے کہ وہ عورت کسی کے

سافقہ بھاگ گئی تو میری کھال ہی کھینچ لیں گے۔ میری جان مدت ہلاک ہوگی۔
باقرخان۔ اسکا کچھ کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ مینا ایسا انتظام کر دو گا کچھ کسی
طرح کی آج نہ آئے یا لے گی۔ پھر۔ مین چاہوں گا کچھا لے آؤں۔

ماقرخان اُس عورت کو تینوں کے حراست میں چھوڑ کر دیا کے پاس گئے اور جو
مابین حادہ سے ہوئی تھیں کم دین۔

مینا چاہوں گا کچھا لے ہوئے خالصا حصے سافقہ چل کھڑی ہوئی۔ انہوں نے
اور بھی چار تینکے بلائیے اور حادہ کو لے کر اُس کوٹھری کی طرف چلے حمان رہ رہی ہوئی
اپنی مدھیمی پر آسو بہا رہی تھی۔ سیالھیون کو سمجھا دیا کہ اشارہ یا ہے ہی تم لوگ میرے
پاس چلے آنا۔

باقرخان مینا اور حادہ پیچے اتر گئے۔ حادہ کو خالصا حصے اپنی نگاہ کے سامنے
ہٹے نہ دیا۔ بلکہ ماکیدی کرتے حاتے تھے اگر ذرا بھی بے اعصابی کی یا چالاکئی رکھائی تو ملوار سے

بتری گردن اتار لی جائے گی۔

سیچے اگر کوئی کوٹھڑی سر آندے اور دالان کے بعد ایک سنگ و مارک کوٹھڑی میں گرے ہو۔ خالصا صاحبے الکلک لائین روشن کر لی۔ دیکھ کوٹھڑی بھائیں صائیں کر رہی ہے وہ بدبو ہے کہ دماغ اوڑھا جا ہے جس وجہ سے اس کا اسہار ڈھیر کرالیاں مانتے سے بچھاؤ ہی نہیں دی گئی۔

خدا ہدایت کر کے اس کوٹھڑی سے نکلے اور ایک اس سے بھی بھونٹی اور سنگ کوٹھڑی میں پہونے۔ یہ کوٹھڑی پہلی کوٹھڑی سے بھی گئی گزری تھی۔ اس کوٹھڑی میں دو گھنٹہ بھی بد رہنے سے انسان کو زندگی دسوار پر جاتی تھی۔ حادثہ کی رمانی معلوم ہوا کہ اس کوٹھڑی کے بعد ایک اور کوٹھڑی اس سے بھی بدتر ہے اسی میں وہ الکلک رہ کر مر رہا ہے۔
خادمہ کی ماتون سے باقر خاں کے بدن کے روٹے پھرائے تھے۔ ایسی جہمی حوالا سنیں کسی کو بند رکھیں سے تو اسے مار ڈالنا ہی ہوتا ہے۔

خالصا صاحبے بیٹا سے چامیوں کا کچھالے کر اس کوٹھڑی کا نعل کھلا۔ دیکھا بیٹھوسٹے سے طاق بیچراغ ٹٹھا رہا ہے۔ سائے ٹیلے پر کچھ کھائے کا سماں رکھا ہوا ہے۔ مٹی کے ٹوٹے میں پانی بھرا ہوا اور ایک گلی آغورہ اسپرڈھکا ہوا ہے۔ روڑ ایک لوٹی سی حار پانی پر بیٹھی ہوئی ہے۔ ہوا کی وہ کدانت ہے کہ لالماں۔ سانس لینے میں دقت گندی ہوا دماغ پر آگندہ کیے دیتی ہے۔ روڑ کی کون کھے خالصا صاحب اسے بڑے ہمار تو انا اور پھر خدا رکھے صحیح سلامت احتراق حوں میں کی ہوئے لگی۔ چھڑ اور کرڑیاں دم دم کرتے تھے۔ خالصا صاحب کو ایک گھڑی ٹھہرنا شروع ہو رہا تھا۔ وہ دھڑکتا رہتا رہتا سوخت گردن ڈالے خدا جائے کس خیال میں ابھی ہوئی تھی اسے مطلق حروئی۔ کوٹھڑی میں کون آیا ہے۔ شاید زندگی سے عاجز ہو کے موت کے دن گس رہی ہوگی۔

بیٹا سے جا کر اسے اٹھایا۔ روڑ خالصا صاحب کو دیکھتے ہی ملک ملک روئے لگی۔ ٹھیک روڑ آگودرخساروں پر آسودوں کی ڈوٹری بڑی دھارین بھلیس اسکا جھہر اور بھی بڑھ رہا ہو گیا۔

خالصا صاحب کے منہ سے مادہ جود کو تسلی بھی کوئی لفظ نہیں نکلا۔ منہ چپیں دل سے اسکی طرف دیکھتے رہے۔

طاقت عالی رہی تھی۔ وہ بیمار سے بھی زیادہ کلیمف میں ہی۔ کھر بھی اُسے کیس قدر رنج اورد اور غمناک لکھے مین خواب دیا۔

ماتریماں! آپ میرے پاسے ان ماپکے مین۔ مایا کی طرح ہمیشہ مجھے ہر بلا سے بچائے رہتے مین۔ اُنکے احسانوں کا نعم البدل میری ذات سے ادا نہیں ہو سکا۔ خدا نہ کرے مجھ ایسی بد نصیب عورت دنیا میں کوئی ہو۔ اس مقام کو رک کر دیے کے نکل دو ایک سوالوں کا جواب چاہتی ہوں۔ مگر سوال کرتے وقت میرا کلیجہ جھک اٹھتا ہے خدا حائے اسکا کیا خواب ملے گا۔

خانصاحب نے سوچا اس کے دل پر ایک بد ہوشی سی طاری ہو گئی ہے۔ جب وہ میرے اصرار پر چہرہ پر گما ہیں ڈالتی ہے تب وقت اُس سے نکالیں چار کرنے کا مجھے جملہ نہیں ہوتا ہے۔ اسے خدا حائے وہ دلیں کیا خیال کر رہی ہے کئی نکال ہوں میں کسی رست قوت حاد نہ ہے۔ جب طرح تنہاوار اسے ٹھوڑے کو جب طرف چاہے لے جاتا ہے بیہ میری حالت ہو رہی ہے۔ میری نگاہ اُس کے ہاتھ میں ہے۔ خانصاحب کو بہت بڑی شرم داغ ہوئی رور کے سوالوں کا کوئی معمول جواب دیا حائے۔ جس سے اُسکی دلستکی مین کی نہ ہونے پائے۔ کہیں دو ٹوک جواب سے اسکا کلیجہ پھیلنے نہ ہو جائے۔ اس شش و پنج مین کھرٹے کھرٹے کچھ دیر سوچتے رہے پھر رومال سے اُسکو پوچھ کر جواب دیا۔

رور اب کچھ دریافت کرنا ہو ہے عمل وقت دریافت کر لو۔ سمجھ لو ایک ایک سٹ ایک ایک سال سے کم نہیں گذر رہا ہے۔ رور نتیائی کے ساتھ بول اٹھی۔

نہیں حاتی۔ کلک قدر سے میری کوشت میں کیا لکھد یا ہے۔ خدا حائے اس بلا سے کب بچا سکیں گی۔ اسے میری ہے جیموں سے میرا دل ایسے خانہ کی دیا مین مانگ رہا ہے۔ سستی ہوں جس کے لیے خدا سے دست دعا ہوا ہو یا ہے اُسکا قصور کرنا میرا میرا تمام وقت جس کے تصور مین گذرنا رہتا ہے۔ اور جس کے ذائق مین یہ حالت ہوئی ہے چلے اُسکی چہریت کو۔ اس کو کھڑی کے کھوار ہے ایک کوئل رہتی ہے وہ رہ رہ کر لوک اٹھتی ہے اس سے میرے دل میں اکسنا جا کر ادر دیا ہو حائے۔ میں ابھی طرح سمجھتی ہوں لوگ کتنے مین سمجھ انسان کے نام در دو عم بھلا دیتی ہے مگر مین سے

اُسکا بھاد امر دکھا۔ میں کہی ہوں محنت مری سبز ہی۔ خدا اسکا اجر کسی کے دلیں
 سہیہ اگر ہے۔ حالہ صاحبہ ح کسا۔ سٹیفن کا حاسہ حیات قطع تو نہیں ہوا وہ صحیح و سلاسا
 تو میں شاید وہ اچھے ٹھٹھے۔ کہ قائل نہیں رہے اگر اچھے ہوئے تو اُسے بغیر آئے رہا
 نہیں جانا۔ ایسا تو میں وہ ٹھٹھے پیار نہ کر۔ تے ہوں کسی اور طرف لو اُنکا حیا میں جم گیا
 یا کس مرحم امیری تمام امیں ایک دم نہ پھین لو۔ آس ٹھٹھے ایسے سایہ سے محروم نہ کرو
 اب حیات کی بارش کر کے اُسکو آفتاد و بھانٹ سے خالی رہو
 حالہ صاحبہ اس حاکے رد کی باتوں کا مطلب سمجھتی ہے سٹیفن کی غیریت
 بہین اُنکا پیارہ عمر سایہ بھلاک گیا رد کا دلی سٹیفن کے حرمت میں غولہ کھا رہا ہے
 اُسی کے فراق میں ایک نہ ایک دن اسی ہستی بر باد کر دے گی۔

حالہ صاحبہ تسکین آئیر لند میں لے۔

خدا کے فضل سے ابھی ایک سٹیفن صاحبہ بقید حیات ہیں میں دوست بریں
 ہو رہی گیا اس سے اکی ماں بن گئی۔ ہر وقت بھائے باوا جان مٹر گاڑوں کے ساتھ
 طالعہ میں موجود ہیں۔ اور اُنکا علاج معالجہ خاطر خواہ ہو رہا ہے۔ اب تم حلد چلو۔
 حالہ صاحبہ تسکین، دلا سادہ سے۔ یہ رد سے ٹھڈی سائش بھری اور خدا کا
 شکر بہ ادا کیا۔ اس کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی حالہ صاحبہ کے ساتھ کوٹھڑی سے باہر
 نکل آئی۔

خالہ صاحبہ۔ روز اور دینا اور خاومہ سے سب مینا کے کوسے مین ہوئے گئے
 دینا سے طلبات میں عمدہ اور زندہ کھائے کوسے آئی اور روز سے کما کچھ کھائے پانی پیو
 آنکھیں ٹھکائے ہوں۔

روز سے دوچار رہتے کھا کر پانی پیا اور باختر مندر صاحب کر کے کوچ پر بیٹھ گئی اسکے
 بعد مستورہ ہونے لگا کہ کس طریقے سے روز کو نکالے جانا ہو گا۔ کوئی رائے قائم
 نہیں ہوئی۔ رد بہت کمزور ہیں۔ بیدل چلنے کی سکت نہیں۔ کوٹھڑی پھر پھر
 بیٹھے اور رہ گئی۔

باقر خان کو ایک چال سوجھ گئی۔ سب سے پہلے اپنے ملائگوں کو ڈوری کی مدد سے
 پیچھے اُترنے کا حکم دیا اور کہا تم لوگ بس سڑک جا کر ٹھہرو۔ تانگے ایک ایک کر کے ڈوری

کی سیر بھی سے اور لگے اور لکڑی کے درختوں میں چھپ رہے۔ اور خالص صاحب نے
 خادمہ اور دونوں سیاحوں کی یوشاک اتروالی۔ پھر ناما کے آتش غنٹے بجنے کے لیے
 دونوں کی مشکیں مانڈ دین اور اشارہ کیا گیا سمجھا دیا یہ نہ سمجھنا میں تمہارا جی اٹھ ہوں
 ملکہ تمہاری جاں بچاے کے لیے مدیر نکالی ہے۔ دونوں سیاحوں نے بھی خالص صاحب
 کی اس بیجا حرکت سے دم نہ مارا۔ خاموشی کے ساتھ ہاتھ پاؤں بندھواتے رہے۔

اس کام سے دوست پاکر خالص صاحب نے مینا سے رجعت چاہی۔ مینا تشدد
 کی حالت میں کھڑی ہوئی یہ کیفیت دیکھ رہی تھی۔ خالص صاحب نے ٹوکے پر لولی۔

”مینا جانتی ہوں آپ کے مسرور کے ساتھ بڑی خیر خواہی کی آپ انھیں بے حاشا
 جاتے ہیں۔ مگر میرے دل میں غور ٹھہرا ہوا ہے۔ کیونکہ آپ کے مسرور کو ہزاروں سیاحوں
 کے جم غفیر سے نکال لے جاسکیں گے۔“

باقر۔ یہ سیاحی اسکا اندیشہ نہ کرو جاسوسی کرتے کرتے اتنی عمر آتی ہے۔ ہزاروں
 طرح کی پوٹ چپٹ سہو سہو بال یک گئے۔ اللہ بے بڑی بڑی آفتوں سے بچا لیا ہے۔ یہ تو
 کوئی مشکل کام نہیں۔ خدا چاہے گا دشمنوں کی آنکھ میں حاک جھونک کر اٹھیں گے ہی
 جاؤنگا۔

یہ کہہ کے حبیب کچھ اتر بنان نکال کر خادمہ کے ہاتھ پر دھریں اور کہا یہ تمہارا انعام
 پھر ماہر کے درماں کا نام پوچھ کر خود ناما کے ملازم کا بھیس اختیار کیا اور مسرور کو اس
 خادمہ کی شکل بنا چلیے برپا رہ گئے۔

وہ عدم الم کی تیلی میناروز کو اس برج میں دیکھ کر سکرا کے لول اٹھی۔ واہ واس بعد
 اس حالت میں بھی کیسی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں تو قدرت نے اپنی دلفریبی کا ایک
 دل جو جس کن سرمایہ حسن و جمال بنایا ہے۔ اسوقت بھی ان کے یر تو جس پر چاند اور
 سورج کی نگاہ پڑتے ہوئے اچھکتی ہے۔

باقر۔ تو کیا انھیں کوئی سچاں لینگا۔ کیا انکی صورت تمہاری خادمہ سے تشابہ نہیں لگاتی۔
 مینا۔ نہیں صاحب۔ کون کتنا ہے یہ میری خادمہ نہیں۔ آپ انھیں تنق سے بچائیں
 ایسا تو چاہیے گا خادمہ سمجھ کر کوئی مہراحم نہوگا۔

خالص صاحب نے دونوں کو گردن اور مینا کی خادمہ کو ایک کونٹھری میں بند کر کے

کھڑی ہو چکا دی۔ اور رو کر کہے ہو۔ سچے اور سچے مینا بھی ساتھ ساتھ بالا خانے سے اتر آئی۔

خاندان صاحب۔ مینا اور کو تو تھارے مکان سے لیے جا ماہیوں۔ مگر اس بات کا غم ضرور ہے کہ تھارے ماب تھاری سے دے کر ڈالیں گے۔ کیونکہ انھیں تحقیق پر شک ہوگا۔ خدا کے توکل پر تحقیق چھوڑتا ہوں۔ جب کبھی تحقیق میری اعانت کی ضرورت ہو جبر کرنا۔ انشاء اللہ میں موقع پر حاضر ہو کر تھاری مصیبت میں کھیل ہوگا۔

مینا۔ در قسمت مینا جب کبھی کسی مصیبت آتے میں پڑے گی آپ مدد کرینگے۔ یہ تو ظاہر ہی ہو سونت میری ایک دوسری درخواست ہے۔ کیا آپ اسے منظور کر سکتے ہیں باقر۔ غوثی سے کہو۔ وہ کون ایسا کام ہے جس کے انجام دینے میں باقر جان پہلوئی کرے گا۔ مینا۔ میں جانتی ہوں بیک کی گرفتاری کے بعد میرے بھائی گرفتاری کی فکر نہ کیجیے گا۔ میری خاطر سے میرے باپ کو کسی قسم کی تکلیف سرکاری قالوں سے نہ ہو بیچے پائے۔ اور نہ میرے خاندان کی عزت میں مرق آئے۔ بلکہ جہاں تک ہوا سکی نے عزت یوں کو درگزر کرتے رہیں گے۔

باقر خان۔ تمھارے باپ کے ساتھ کبھی قالوں چارہ جوئی نہ کی جائے گی۔ یہ تو میں ناستیا سے پہلے ہی عہد کر چکا ہوں۔ ورنہ تمھارے ماب کی اتنی مجال نہ بھی کہ ناغی نہ کر دوں۔ حال پچھاتے رہتے اور اس تک گرفتار نہ کر لیے گئے ہوتے۔ میں بھی مسلمان ہوں۔ میرا پاک مذہب عدالت کی کرناست راجم تھتا ہے۔ باقر خان کبھی ایسے قول کے خلاف ہوگا۔

مینا۔ مجھے معلوم ہے آپ کے سرکار انگریزی کی غیر خواہی کے لیے دینی عیش و آسائش پر لٹا ماری ہو۔ ماع و ہمارے یہ صبر اسے یہ عار کو ترجیح دی آپ قول کے دھنی اور بات کے بچے ہنس کس ہمارے ہیں اس لیے مجھے آپ سے ہر طرح کی توقع ہے۔

العرض خاندان صاحب میں رو کر کہے دوڑی کی بیڑی سے بٹے اترے۔ مینا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ دریا سنا آواز آتا کہ آتے سے میری عقل سے دل کو روکا رو زور جانا تھا جس کے دیکھنے سے ہی نہ سب بہ دو لوں پھاڑا کہ یہ ہو سکتا ہے۔ خدا کا نام لیکر خاندان صاحب کے مسئول باقر خان سے لی جس روز میں اینستہ کر دسی تھی۔ خاندان صاحب نے نانا کے

خدمتی کی آوار میں یکارا۔
گوردیال سنگھ ایھا نک کھول دو ہم ماہر جائیں گے۔
ماہر سے گوردیال سنگھ بولا۔

”کیا مہاراج کے حکم ہے۔“
باقی۔ ہاں دس بجے رات کہ ہم لوگ ماہرہ سکتے ہیں۔ مارا سے وہ داس لے لائے گئے
نوراجی بھل بھلا لایا۔ خالصا دس روڑ کو بیٹھ اس دیکھنے سے ماہر بچے۔
سامنے دیکھا۔ بتیار سیسا ہی قطار در قطار ایستادہ ہیں۔ خالصا حستے وہیں سے کھڑے
کھڑے اس لیے آوار لگائی کہ یہ لوگ اسی جانب سے مدد مان ہوں۔
”مہاراج دھو دھو مدت نانا صاحب کی جہ“
خالصا صاحب کی آوار کے ساتھ ہی گل فوج نے نعرہ مارا۔ ”مہاراج دھو دھو پنت
نانا کی ہے“

اس گھٹا ٹوپ اندھیری من خالصا صاحب اور مس روڑ یادہ بائی کی رحمت گوارا
کرتے ہوئے غیر آزاد قداموں کو طے کرے چلے جا رہے ہیں اور کبھی کبھی زیرِ عمل کھڑے کھڑے
تسمال جنوب مشرق مغرب کی سمتوں پر اس عرض سے نگاہ ڈال لیتے ہیں۔ ایسا وہ نہیں
کوئی بہارا اتفاق کر رہا ہو۔ اسے سن وہ سیکھ کاٹھوٹا سادستہ جسے اسے ہمراہ لائے تھے
آگے خالصا صاحب مل گیا اور ہم سر ہوجائے کی مبارکباد دی۔ اور اقد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے
کل قافلہ رب رب کرتا ہوا اظہارِ شکر ہو کر چلا گیا۔

باب ستائیسواں

دوسری واردات

اسٹیفن اور روزمین ماہمی میل ملاپ جو سب بڑھ گیا تھا۔ دولون روزمرہ اپنی مرضی
کے مطابق بغیر کسی احتیاط کے آئے جاسٹے لگے۔ دولون میں ناز و انداز کے تیر بھی چلا کرتے
تھے روز حسبِ طرح پہلے شہادت آمیز انداز سے جھوٹا جھوٹا کر مات چیت کرنی تھی اس
اُس انداز سے کھنگو بہین کرتی۔ لکھنے کا کافی کاربٹ کم گنا تھا۔ شہدن روز کے ٹھوسے جھیس
کا نام سنگر پہلے تو سٹیفن کو کسیدہ جھارست آگئی تھی۔ لیکن فوراً ہی جب توس کے

ہیسا مک گولے سے روڑ کے کمرے کے سامنے والا سر کندہ توڑ دیا تو اسٹیفن کچھ حوں اور کچھ فکرو اندیشی کی اندر دلی انھیں سے اُس کے کمرے میں گھس گئے یکایک ایسا معلوم ہوا کہ یا سفاک میکس کے اتارے سے ناغی یہ مکاں لوٹے آ رہے ہیں۔ اور ایسا ہی ہوا بھی۔

مکمرے میں قدم رکھتے ہی روڑ نے اسٹیفن سے یوچھا۔ یہ تلاطم کیسا مچا ہوا ہے۔ سٹیفن۔ میرے لیکر دلی تک تو آگ لگائے والوں نے آگ لگا ہی دی معلوم ہوتا ہے یہاں بھی متور رہا ہو گیا۔ ناغی لوگ تمہارے مکاں میں حوں کرے والے ہیں۔

اتفاق سے ہمیں بھی اُسی کمرے میں کرسی پر ڈٹا ہوا تھا۔ اسٹیفن کی مات سگر لول اٹھا۔ روڑ اتم اسٹیفن کی مالون پر مطلق دھماں نہ دو۔ یہ باد ہوائی اور یا کرتے ہیں۔ بھلا ناغی لوگ تمہارے مکاں میں کون آئے گئے۔ تمام شہر بڑا ہوا ہے دھان جا ہیں گئے لوٹ لپٹ گئے اسٹیفن ہمیں کے نفس مطلب پر نہ بیوی کے مگر روز اسٹیفن کی مالون کے سر ہو گئی اُسے مگر اگر اسٹیفن کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی۔

اسٹیفن! اسٹیفن! اجلہ دی جلو بھاگ چلیں ایسا انو باغیوں کے ہاتھ سے ہماری تمہاری جان بر باد ہو جائیں۔

اسٹیفن روز کو لیکر ماہر نکلا ہی جاتے تھے کہ ہمیں بے اٹھ کر اسٹیفن کو دھکا دیا۔ اور بددراچی اور بدزبانی کے حوں کے دل سردیتا ہوا زہر اٹھائے لگا۔

اوٹمخت۔ مد باطن۔ غصہ۔ کیا جانتا نہیں روز کا مالک ہمیں ہے۔ مین جو حکم دو گا روڑ اسکی عامل نے گی بس یہاں سے دفان ہو جا اسی مین خیریت ہو

ہمیں کی گفتگو سے اسٹیفن کے جسم پر فقر تھری سوار ہو گئی۔ جی رہتے تھے اسکی بدزبانی کا غرہ کھٹا نہیں۔ دو ایک طماچے رسید کر دین کہ لیشیتیر سے کسی نے داہنے شلے پر چھری ماری۔ زخم کھاتے ہی اسٹیفن کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ دیکھا وہی بدات سفاک عدلی حوں کو دچھری سامنے لیے ہنس رہا ہے۔ حالاکہ حوں سے حارے سے اسٹیفن مین کھڑے ہوئے کی تاب نہ تھی مگر اس تھی ناہنخار کی صورت دیکھتے ہی آنکھوں میں لہو اوتر آیا۔ جوش عہد سے ہاتھ پاؤں میں توانائی دیدی۔ شن سے ڈا ب مین پڑی ہوئی تلوار کال ہی لی لپکتے ہوئے بجلی کی طرح پاس گئے اور ایسے تار کے ہوئے شکار پر پاتلا ہاتھ

چھوڑ ہی دیا۔

پھر کیا ہوا اسٹیف کو اسکی خبر نہیں۔ کیونکہ سچھے سے رور کر دیکھتے تھے اسی میں سے ایک
لاٹھی اٹھی اسٹیفیں یہ جڑ دی۔ اسٹیف کے ہاتھ کی تلوار دور جا گری اور چکر لگا کر میں براگٹ
ساتھ ہی روز کے مہر سے بچ کے ساتھ ہی اسے اسٹیف کا یہ دُرد کلہ نکلا۔

یہ ضرور معلوم ہوا کہ اس کے دو ایکس گم سے رحم لگے چرکون ستوں سے نہ کر چکے اسے
اسٹیفن کو یا نکل ہی صعیف کر دیا تھا اسے کھرا کھرا اگر ادھر ادھر سے لگا ہین دوڑائیں۔ معلوم ہوا اس
گم سے میں بہت سے لوگ کھس پڑے ہین۔ میکیر کی بھی اور محسوس ہو رہی ہے۔ پھر جیکر یا عیشتی
کی حالت طاری ہو گئی۔ اسے میں کسی نے بچا رہے اسٹیفن کی نشت بہت پھر پھر ماری معلوم
ہو تا ہے یہ میکیر تھا اس کے رحم کھاتے ہی وہ مائل سپوش ہو گئے۔ حسب مافرقاں رسالدار
آئے ہین تب ہوش آیا عواروات ابھی اسی میں تھی ابھی عاب کی طرح معلوم ہوتی تھی۔
اسٹیفن کے جسم سے سے ہوں کاغذ ابدا دیکھ کر باقرخان کے ہوش میں تیرا ہو گئے
ارے غضب ہی ہو گیا کہتے ہوئے مجروح کے پاس آئے۔ کھلا اسٹیفن کو بے یار و نگار
پڑے رہے دنیا اسکا احسا مند دل کہہ گوارا کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کا کچھ سوچنے کے
بعد اسٹیفن سے بالائی سلگوائی اور رخی اسٹیفن کو قلعہ میں اٹھا لے گئے۔

اسٹیفن کتے دلوں اس حالت میں رہے اسکی جبر نہیں۔ مگر اس دل حس قلوب میں
تلاطم برپا ہو گیا۔ روئے دھوئے کی آوازوں نے ہلکے ڈال دیے۔ اسٹیفن بھی ایسے
یلنگ برائٹ ٹیچے۔ اسی وقت کیا جاسے کہاں سے آکر روئے اسٹیفن کے بارو
تھام بیسے۔ اور ایک حراج کو خدا جائے کیونکر اور کہاں سے اُسی وقت بلالائی۔ اُسے
اسٹیفن کے گھر سے گھرے زخموں کو بڑی سمولیت اور احتیاط سے صاف کر کے بیٹیاں
باندھ دیں اور سرس روئے حراج سے بوجھا۔

”کوئی زخمِ مہلک تو نہیں ہے۔“

چیراج۔ زخم تو ایسا مہلک نہیں۔ مگر عوں کے زیادہ ٹھکل جاے ہے صنعت کو البتہ بڑھا دیا ہے۔

روزہ۔ اچھا جاں کی تو سب طرح خیر ہے۔

جراح - ظاہر تو کوئی خطرہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔

تھوڑی دیر اسی قسم کی مانتیں ہوئی رہیں جس کے اندر سب روزے حراج کو کچھ دے داکر
رخصت کیا اور سیٹھن سے ہمدردی کے انداز سے بوجھا۔

روزہ۔ کیہ ان ایک مزاج کیسیا ہے۔ ۹۔

سیٹھن۔ شکر ہے۔ زندہ ہوں۔ آج یہ کیسا گولی مال ہو۔

روز روتی ہوئی لولی۔ سوچی دستے لگے ہیں۔ لوٹنا مار چا رکھی ہے۔

اس انعامین شہدوق کی گولی نے آکر۔ کی دیا اس سے ٹکر کھائی اور ساتھ ہی ہمارے
تیر دل بہا دیاں اور جاں رسا لدا کرے میں آکر لوے۔

دور روزہ انا ناصحاب اور نیکی کی بوج۔ بے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ دتمن تھارے

اس کم سے کا نشانہ باندھ کر گویاں چلا رہے ہیں۔ سیٹھن اور تم بھرتی سے کرہ عالی کر دو۔

روزہ۔ اس سے لولی۔ ایسا نہواں کے دل کو (سیٹھن) صدمہ ہو چکے۔

سیٹھن آنکھیں بند کیے عجیب فراموشی کے عالم میں چاروں ہاتھ یا لول بھیلانے لگے۔

ہوئے تھے۔ انھیں باقر جاں کے آسے کی گویا جبر ہی نہ تھی۔

باب اٹھارہ سو اٹھ

برگمانی

آج چھٹی جون ۱۸۵۷ء کو صبح سے تمام تک بار ارجہاں و دتال گرم رہا۔ زمینوں

کی وادیاں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں پڑتی تھی۔ تمام شہر حالی ہو رہا ہے۔ باغی ایک

نہایت سخت نقالے اور نقالتے کے بعد انگریزی مورچے پر قابض ہو گئے۔ سامان رسد کئی

توپیں۔ گو کہ بارود و دست کچھ ہاتھ سے نکل گیا۔ اور انگریزی فرج لوک ہٹا کر کھڑی ہوئی۔

مس روز رسا لدار باقر خان کے ہمراہ سر اسکی دیریتانی کی حالت میں اپنے کمرے سے نکل کر کچھ

باغیوں کی گولیاں زیادہ تر اسی کمرے پر برس رہی تھیں۔ رضی سیٹھن اور مسٹر گارڈن بھی آٹھ

آٹے گارڈن کی طبیعت بھی تکتے بھلی تھیں۔ وہی بدحواسی۔ وہی شورش جنوں کی شرعی

سودا پٹوں کی طرح مانتیں کرنا۔ حاکم اچھا لانا۔ گریبان چاک کرنا۔ روز کا کام تھا۔ آج کے

دن باقر جاں تمام روز قلعہ کے اندر موجود رہے۔ پہلے قلعہ بھی بڑی جیدار تھی

توپ و تفنگ کی بارش کر رہے تھے۔ پہلے سر فٹنٹین ٹرپ تشریف کر دے تو پھر ہی زمینیں قلعہ کے

اگر بھی آگ برس رہی ہو۔ بہت سب اگر بری دستے بیکار ہو گئے۔ کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا
یا لوں۔ اس کست و خو سے بڑے بڑے حیا لوں کے ہوس پیرا ہو گئے۔ اہل قلعہ کے
جو اس پریشیاں ہوئے جاتے ہیں۔ تملکہ بڑا ہوا ہے ہر شخص اسی فکر میں ہے کہ دیکھتے
اب کیا ہوا ہے۔

میجر باقواں نے ایسے ایک حجر کے درجہ سے سر جاں لارنس سے فوج کی مدد مانگی تھی اور
کمال اچھا تھا اگر کچھ بلٹیں ہماری امداد کو نہ پورج لیکن قلعہ والی کر دینا پڑیگا۔ اور ہم
موت کے مہر کا لوازم بن جائیں گے اس وقتوں کے نظام سے جاں سری مملکت میں رہی
ہے۔ مگر سر لارنس نے ابھی تک کوئی انتظام نہیں کیا اسوجہ سے اور دیکر بڑھ گئی۔
اسٹیفن کے لیے مسس رور بہت ہی پریشیاں تھیں۔ آج دوں بھر اٹھیں سرد
خار رہا۔ آنکھ نہیں کھولی۔ مسس رور بادل دویم ڈھنائی ہوئی آنکھوں سے پیار کے
چہرے کو دیکھ رہی ہیں۔ ڈاکٹر بھی یاس بیٹھے ہیں بدرہ بدرہ سٹ معدن میں
دوا چھوڑ دی جاتی ہے۔ مس روز کے آنسو بہ رہے ہیں کلیجہ ٹھنکا ہوا ہے۔
ڈاکٹر تسلی و تشی دیتے جاتے ہیں مگر اوسین خدا یا ہے گا تو عرض ہی ہو جائے گا۔ لیکن
مس روز کو چین نہیں آتا۔ قلب مضطرب کو تسکین نہیں ہوتی۔ دوسرے کا دل اسی رنگ میں
گزر گئے۔ راستے میں اسٹیفن نے آنکھ کھولی۔ دیر تک مس روز کے نکلیں چہرے کو دیکھتے
رہے۔ اور اکی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی لڑیاں لوتے لگیں کچھ دیر بعد مس روز نے
اسٹیفن سے کہا۔

آپ کیا مجھے بھیانتے ہیں۔

اسٹیفن۔ ہاں بھیانتا ہوں۔ تم روز ہو لیکن تم یہاں کہاں۔ کیا اسے بھی مجھے دھوکا
دیا جاتا ہے۔

روز ان کی باتوں کا مطلب سمجھ سکی۔ دل میں کبھی دماغ خراب ہو گیا ہے
انجراں چڑھ گئے ہیں۔ اسی سے بے تکی مانتیں کرتے ہیں۔ مس روز نے ٹیبل سے
دوا کی بیٹی اٹھائی اور مسٹر اسٹیفن سے کہا بڑھ کھویے۔ دو ایلا دون۔ ا
مسٹر اسٹیفن نے بیٹی پر ہاتھ مارا بیٹی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مس روز سے
چھوڑ کر کہا۔

تھارا دل وہ دل نہیں چھوہو سا کیا جائے۔ تم نفس کی کھونٹی ہو تمھاری صورت
دیکھنے سے میرے سینے میں بھینان سلگے لگتی ہیں۔

مس روز۔ آخر طلال کا سہب۔ کیوں میری صورت سے نفرت ہو۔
اسٹیفن۔ ہائے غصہ! اچھے میں ایسا سمجھتا تھا۔ مگر تو جفا شعاری پر آمادہ ہے۔
لو زہر ہلی ناگ ہے۔ لو اندرائن کا پھل ہے۔ جو دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہوتا ہے مگر
خواص زہر کا رکھتا ہے۔ اس بختیر مجھے نفیس نہیں تو نفس کی معرکہ آرا یون میں اچھی
ہوئی ہے۔ لو دو اس کے عوض مجھے زہر دیدے گی۔

اسٹیفن کی باتیں سنکر مس روز کو جو رخ ہوا ہوگا اسکا بیان کرنا ذرا دشوار ہے وہ
باس بیچکر روے گی۔

اتنے میں باہر سے کسی نے اس روز کا نام لیکر پکارا۔ مس روز سے باہر نکلا دیکھا
تو جمیس کھڑا ہوا ہے۔

جمیس کو دیکھتے ہی مس روز کے سینے پر گویا کسی نے برجھی مادی۔ اسی کی بدولت
آج مس روز کو زندگی حرام ہو رہی ہو۔ اسکا اسدن کا سرتاؤ دیکھ کر مس روز سمجھ گئی تھی کہ مجھے
قالبین کر لیے کے لیے میکیر سے مل گیا ہے۔ اسدن میکیر اور اس کے ساتھی جب مجھے بانڈ
نے چلے تھے تب میکیر نے جمیس کو بلا کر اس سے کیا جائے کیا صلاح کی تھی۔ اس کے
پہلے جب اسٹیفن کے سر پر اس نے لائٹھی مادی۔ سوقت بھی مس روز کے دل میں بھانک
بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔ آج اسٹیفن کی ان باتوں سے مس روز کی وحشت اور
بڑھ گئی جمیس کو سامنے دیکھ کر مس روز نے کہا۔

ایسے ناہنجار۔ بدخو۔ بدطینت شیطان کے منہ دیکھنے سے بھی ایک پاکباز
عورت کا دامن معصیت سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ اور دعا باز! تو اپنی آرزو پوری کرنے
اور بچھرنا تو جانے کے لیے ظالم میکیر سے مل گیا۔ اور میرے خلاف سازش کرنے لگا۔ یاد رکھو
خداوند کو تم ٹرا کار ساز ہے۔ وہ منصف ہو تیرے جعلی دفریب اس داد و حقیقی کے
سامنے جل نہیں سکتے۔ وہ تیرے مظالموں کی سزا ضرور دے گا۔

دل میں اک درد اٹھا آکھونین آنسو بھرا کے

بیٹھے بیٹھے اُسے کیا حائے کیا یاد آیا

کیا لوے مجھے بار بار زبانی چھٹا ہے۔ سمجھ کر رکھنا ہک دل میں جاں ہی ہمایاں ہے۔ اہاں سے ماہر
کھنٹی قدم نہ رکھو گی۔ اسوس تو لو مجھے اسی میں سمجھنا ہے اور پھر جاننا کہ اہاں نکالنے کی مہوس رکھنا ہے
کیونکہ ایسے تئیں گناہوں کے مار میں ڈالنا ہے۔ روزِ شرفِ خدا کو کناہوں دگا۔

ماہر دستِ خدا دامن میں میرے گاڑ کر
لے لیا۔ مجھے یڑا ہے کہا ہی مجھے جھاڑ کر

کشت۔ بے دیا۔ بے میر۔ ماسدنی دور ہو جاں سے۔

روزِ نصرت اور مجھے سے اتنی باتیں ککر ہاں سے ککسکی اور جاں ہاں کرے میں ہو رہے۔
جہیں بھی نقب نہ احساس کی نظر سے میں رو کر کھڑا ہوا اور وہ رو کر کھڑا ہو گیا۔ ہفت
فلے کے اس اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ لوگوں کو اسی اپنی بڑی ہفتی۔ کوئی مورچے پر تھا۔ کوئی
اپنے کمرے سے دوسرے کمرے میں جا نا اور جاں بے کی فلین کرنا۔ وردل میں ڈری۔ اور
کوئی ہو و صحت ردہ چاروں طرف دیکھ کر بولی۔

راستہ چھوڑو۔ کیونکہ ایسے تئیں ہلاکت میں ڈالے ہو۔ ابھی عمل چاکر فلے اہوں سے کہو گی

کہ تم میکیر کے حاسوس ہو
جہیں۔ مجھو۔ اٹھو۔ عاس کس نہ سو۔ میو جانے نہ دکھاؤ۔ تمہارا جاننا ہاں تھا تو مجھے سے
یہ حال نصرت کرے کو طیار ہے۔

میں روز، بھاری مایں سنا میں جاہتی۔ حیرت اسی میں ہے چلے جاؤ۔ ورنہ ابھی
عمل چاکر فلے والوں کو لانی ہوں۔ جہ کشتی ہوں تم گرتا ہو جاؤ گے۔

جہیں۔ دلیر ما۔ چلاتی کیوں ہو میں ابھی جا ہوں۔ تمہاری بھلائی کے لیے خدا ہے
کستہ روز جہیں اٹھا کر ہماں آیا۔ سمجھو میری ہی باتوں پر تمہاری زندگی سمجھو۔ تمہاری روتیا
ریب نہیں دیتیں۔ درا پنا مارک ہاتھ ادھر لاؤ۔ میرے قلب پر رکھ کر دیکھو۔ کیا اچھل گیا
پیارے عشق و محبت اور غیر متوقع مسرت و نشاط میں زندگی بسر کرنا ہو تو میرے ساتھ ہاگ
جلو۔ میں جہتین عیش و راحت کے کمرے میں رکھو گا۔ جہاں تمام عمر جہن سے رہو گی۔ اور میری
آکھیں اور سیدہ تمہارے دست کا کام دینگے۔ اور کہیں تم سے میری باتیں گور تر کر دین میرے کہے
پر عمل نہ کیا تو بس تمہاری زندگی کا سویرا ہی ہے۔ تمہاری جاں بے متکل ہو جائیگی۔

روز۔ میری باتیں میں سنا نہیں جاہتی۔ اور نہ مجھے اپنی جان کی بردا ہے۔ گور رہے

یا جائے۔ خدا کے لئے اپنی محسوس محسوس سے میرا دل نہ دکھا۔ بس یہاں سے چلتا دھندلا کر۔
 جیسے۔ کیا تم نے۔ ما نہیں نیکی کی ترمیم سے مانا صاحبہ کی طرح نے اس طرح کا محاورہ
 کر لیا ہے۔ تمام ہندوستان کی اتحاد کی آرزو بیان چل رہی ہیں۔ ہزاروں انگریزوں نے
 ہلاک ہو گئے۔ اور ہوسے جاتے ہیں۔ تمہاری بہنری بھی اس معلوم نہیں ہوتی۔ ان ایک
 طریقہ ہے۔ میرے ساتھ ہی ایک جیلو۔ میں تحقیق سیکر کے پاس پہنچا دوں گا۔ وہاں تو کسی طرح کا
 گرد بہن ہو سکتا۔ اور یہاں تو کھیں اس آگ سے کوئی جان نہیں سکسا کون اپنی جان ہلاک
 کر دی۔ یہ باری میرا کہاں لو۔

رہزہ جیسے کیا ایک رہا ہو۔ سٹری نو نہیں ہو گیا۔ کون اپنے تئیں ان حرافہ باتوں سے
 چاہ صلاحات میں گرا نا چاہتا ہے۔ کیوں رہاں حرافہ کرتا ہے۔ روز تیری جیسی چیری باتوں میں
 اپنی عظمت و عظمت کے برابر کو مسکے کے ظالم باتوں سے بہاد نہیں کیا جاسکتی۔ مرے کی
 دھمکی بھی جبرست ہی ایک ہے۔ انکس دن مر رہی ہے۔ آج میری یا کل چاسم ہو خود کشی کر کے
 خدا کے سامنے جرم شہرانی جاؤں لیکن اس زندگی میں اسے ناموں سے دامن ہو دھنا نہ
 آئے زندگی زیادہ کہوں گا اس کہ ہے۔ رائے چھوڑ دے۔
 جیسے دروازے سے ہٹ گیا۔ اور لولا۔

اچھا اچھے دن اور صبر۔ میرا کہا نہ اسنے کا عقلی اجر ملے گا۔ وہ بھی تیری مار دوں گا تو بھی
 یاد کرے گی کہ کسی سے سابقہ پڑا تھا۔

یہ کہہ کر میں اپنا سامنے بچے وہاں سے چلا گیا۔ روز کرے میں آئی دیکھا اسٹیشن
 اٹھنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن بہت سب کمزوری اٹھ نہیں سکتے۔
 روز ایک کہہ چلو میں کھڑی ہو گئی اور صبح کیا اٹھنے کی کوشش کوں کرتے ہو۔ دن
 فقیم ہو گیا ہے۔ چکر آٹا لنگا۔ کچھ دنوں صبر کرو۔

اسٹیشن سے ہوتی بھی ٹرے دھیان سے دور کے چہرے پر نگاہ ڈالی یہ سوچ کر کاٹا
 ہو گیا تھا۔ لو کی لون بھی باقی نہ تھی۔ چہرہ کپڑے کی طرح سفید پڑ گیا تھا۔ آنکھوں کی طرح
 چکر کاٹ رہی تھیں۔ مس روز کو دیر تک دھرتے رہنے سے بہت ابا دیا۔

میں نے ابھی وہاں دیکھا تھا۔ کہ یا چہرہ، اگر تحقیق سیکر کے پاس سے مانا پاتا ہے
 اس وقت آؤ دو آتے میری مدد کرنا لگی۔ تم سے ابھی کوں مانیں کرتا تھا کیا باتوں

رسالہ دار آئے تھے۔

روز بہیں۔ وہ ہمیں آئے ہمیں ہی مجھ سے باتیں کرتا تھا۔ آپ کا خواب کچھ حد تک صحیح ہے۔

روز کی بات سنکر اسٹیفن مٹری سودا یونی کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ روز نے لپک کر دونوں ہاتھوں سے قہقام لیا۔ مگر مڈلن اسٹیفن کی طاقت کے سامنے روز کی کچھ جلی نہیں دھکا دیکر اسٹیفن آگے بڑھ سکے۔ اور ٹپسی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپاتے ہوئے بولے۔

اوجھلا ہی۔ میں نے ہرگز خواب ہمیں دیکھا۔ خواب کی باتیں ادسا نہ ہوتی ہیں اور یہاں جو کچھ مشاہدہ ہے میں آیا اس میں بال برابر فرق نہیں۔ جو دیکھا سچ دیکھا۔ پاک مرم محو اس زہریلی ناگ کے زہر سے بھا۔ یہ سر یا لکھ اور تم گماہ ہے۔ ہائے اس نے میرے کلیجے کو ڈس لیا ہے۔ اُن میں پہلی محبت میں بھولا ہوا کیا جانتا تھا دعا کرے گی۔

غضب اب آئے سم ٹوٹے فلک سے آفتاب پر سین

خدا چاہے تو اس کی فکر رہی نصرتیں بر سین

اسٹیفن کی زبان پر باؤ دھری ہوئی تھی اس روز کو سیکورڈ ہوا، حلاوت سائیں مگر روز دراصل بھی نہیں ہوئی وہ سمجھتی ہے انکا دماغ مجھڑا ہوا ہے۔ مانگی ہو گئیں۔ مٹری سودا یونی کی گالیوں کا کوئی بُرا نہیں مانتا۔ میری اسٹیفن کی بدگما یون کام ورج کا ہوا ہے۔ یہ بھی اپنی درستی ہے کہ اسٹیفن کی محبت میں اس کو وہ گرجو بنیان نہیں رہیں۔ کیا جذبات کی وہ تاریکی جاتی رہی۔ اگر اسی طرح ہے السفاقی سے کام لینا تھا تو تم نے کیوں مجھے اپنی محبت کے حال میں پھانسی لیا۔ جب میں بھڑا۔ بے کام کی صورت بھی لو نہکا، کر لینے کی کیا ضرورت تھی مجھے گھول نہ بنا کر سولج کب تک کھیلے رہو گئے۔ ہائے یہ جاسے مجھے کیا کیا بدانتہا کر یا پڑے۔ جھپٹا آتے دنوں کی محبت کے ٹرے ہوئے رستے کو کساد مچھڑیں توڑ کچے رکھ دیا۔ کچھ نہیں یہ سب تقدیری کرتے ہیں۔ میری ہی درستی سے عبدالے بیلے گئے پڑھیری پھیری۔ میرے ہی تخت وازوں کے اوسے والدہ ماجدہ (سس گارڈن) کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ رہے سچے والدہ مادر (سر گارڈن) وہ بھی جھٹی ہو گئے ہیں۔ صرف اسٹیفن ہی ایسے تھے جسکی ناک محبت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تبھی جھٹی یہ زخم

مرہم لگائے دے میں۔ شریک رخ و راحت ہیں۔ پاک حرا کیا ان کے سینے میں وہ دل ہمیں
کیا اس خوشنما بھول سے محبت کی لوار ڈنگی۔ پیار سے استیفین بھاری خوش آننگی سے دل
ہملا مچا ہتی ہتی۔ کیا حامی ہتی تم بھی بے مردی کا حامی ہیں لوگے۔ پیار سے اس دیا میں میرا
کوئی امین۔ حاروں طرف مایوسیوں کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ کوئی ایسا جو رداور غنفس
نظر ہمیں آتا۔ صرب تم سے لونگانی ہتی۔ تم جی دھوکا دیے ہو۔ تمھاری سحرگین بالوں سے تو مجھ
کسی مصروف کا نہ رکھا۔ آمدن حبیب گرجے میں میرا تمھارا ساہو ہوا تھا کیا سوہنا تھا ہمارے دلیں
بچی محبت کے کھلے نہ بھوسنے تھے میں سے تو اسی وقت تمھاری اسیو پیرا سے دل کے کوکھ
میں حرطی ہتی۔ اور تمھاری آنکھوں کے سفید و سرخ ڈوروں میں محبت کی دھار غریب انداز
لہر مار رہی تھی۔ تبھی تھی میں نے تم کو بالیا اور حیدر و زکے بعد ہمارے تمھارے درمیان
کوئی رو کاوٹ نہیں رہے گی۔ مگر انیسویں کھانسی تھی تمھاری جتوں میں شہدہ بازی کی جھلک
نمایاں ہے۔ تم میں وہ دل وہ حکم ہیں ہے جو ایک بچے باوفا میں ہونا چاہیے۔ استیفین کیا
واقعی سنگدل ہو کیوں میری جانب سے آنکھوں پر پٹان چڑھا لین۔ کیوں بے مردی کا حامی
ہیں کیا۔ ہائے مجھے اپنی سادہ لوحی پر رونا آ رہا ہے۔ بیکار تمھاری محبت کی سودا
نی۔ (استیفین کے بالوں میں ڈکر) پیار سے اگر اس کیمر سے مادیانگی میں کوئی خطا ہوئی
تو معاف کرو

لیکن استیفین کا دل مس روڑ کے روئے دھوئے اور درد دل کی حکایت سینے سے بھی
صاف نوا آنکھوں سے یا تو ان کی ٹھوکر سے دور ڈھکیل دیا۔

اتنے میں ماہر سے دھنسا دھنسا! تو یوں کی بھن گپ آواز آئی مس روڑ حد سے دعا
مانگنے لگی۔ پروردگار عالم! توپ کا نکلا ہوا گولہ کسی طرح مجھ کو دکھ جلی کے حامی کیات کو انہی
آتش سوزاں کی لپٹ سے جھلسا دے

۲۹ باب انیسواں

بیا کا قتل

(سرنامس ہیگ کی سرکاری رپورٹ ہے)

پھر باقرخان ڈیڈیکو کٹر سرکار انگریزی کا ہوا سوان اور سچا جان تارنا بہت ہوا ہے

حکمی دواوت و مصاحت - لاغت اور غفلت کی کامتر اعموا گو غفلت الکلام کے قلمرو اور خصوصاً ہندو سماں بھر میں پھیل ہوا ہے۔ اسکی علمیت اور سرسار میںوں سے بعض افسانہ دہا دلی لینے قالمین کر لیا ہے اس پر استوب رائے میں حسد و تمہیدی اور چاہساں سے حاد کے دود کرنے میں مدد دی ہے اسکا اعتراف معمولی الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتا ہم اسی دور اور تخرنہ کاری رائے سلیم برقرار ہو کے بغاوت کے اٹھتے ہوئے متعلو کو دہا سے - اگر شخص ساتھ نہ دیتا تو ممکن تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے سماں حکومت اکل جاتی اور اگریہ یزدن کا آفتاب اقبال کچھ ایسا غروب ہو جاتا کہ پھر طلوع ہو یا حال تھا ہمن کوئی شک نہیں مافرخان کی دلیری ہیوٹ استقلال اور ہمارا ہوش و جوش سرکش قلمرو میں حال تھا ہے - ہم امید کرتے ہیں کہ سرکار ایسے ہمار کی حدت کا اعتراف کرے گی اور اگور پیر اس کے خادان کو ہمیشہ وقوہ کی نگاہ سے دیکھے گی - اس کے کاروائی عمر ہستی کے سفر میں کتنی عمر کے واسطے لایٹ ہو س کا کام دیئے -

کامیور میں مسدود کی شرانگیزیان اور اس ہولناک واقعے کے دو ہونے کے بعد صمدیں کئی سوا انگیز مرد عورت اور بیگیاہ بچوں کی جا میں تلف ہوئی ہیں حال ہنگ سنے مافرخان کی رائے سے نام ملک کو ایسا گورہ سالیبا سب لوگ انگریزی اقل نام کے مداح ہو گئے - روسا بڈیاہ عمید - ناھ اور کور قلم نے اس موقع پر اپنی دعا داری کا ماں اس موت دیا اور ایسی کل افواج سرکار انگیز می کے حواسے کر دیں - اور جو بھی اپنی موت کے ساتھ انگیز یزدن کے متامل ہو گئے - ان فوجوں کے آسنے سے شہر میں تسلط ہو گیا اور ای کی آگ دو ہوئی امن وامان کا سکہ بیٹھ گیا -

دھونڈھو نہیت ناما صاحب اور تانٹا ٹولی کے سراج میں جاسوس روانہ ہوئے ہیں ابھی تک پتہ نہیں لگا کہاں غائب ہو گئے ہیں - میکس اور عبدل کو گرفتار کر کے کے لینے میجر باقر خان بلج سٹی کر رہے ہیں - آج کئی روز ہوئے مافرخان اٹکا یہ باگور میں سرکاری تلمیوں کی محبت میں ماعیون کی تلاق میں گئے ہیں - مگر ابھی کوئی خبر معلوم نہیں ہوئی کہ آیا گرفتار ہوئے یا جستی ہو رہی ہے -

مٹھور میں دھونڈھو نہیت ناما صاحب کا مکان لوٹ لایا جھوڑا بہت مال اور حرار کھیتی کے ہاتھ میں آیا ہے - آج تو سب ماما محل بھی اڑا دیا گیا - سب ہماری طاقت میں تو نہیں

محل کے ساتھ لگائی گئیں اور رہا ہے جسے گرد ماری کہیں۔ اسے میں ایک سو نو صورت، نو فیض
 دوسرے برادر سے میں اکثر بھی ہونگے۔ بعد میں کہ کار، لو تہ کے وقت اس کی صورت دکھائی
 نہ دی تھی۔ خیر اسے برادر سے میں اکثر بھی ہو کر بیٹھے گرد ماری کر دیتے سے مع کیا۔ میں سے
 لوجیا۔ آئیات ہے اسے دیکھ کر مجھے کچھ دیر یہ بات کا حال آگیا۔ مجھے نہ کہتا ہوا کہ
 قسویں مورسہ لڑکی کہیں نہ کہیں ابھی لڑکی۔ میں گرد ماری سے برادر سے واپس کا سارا اس کی
 ہتھالی میں رکھ رہا ہے۔ صاحب اعظمی درجے کو پہلے ہوئے۔ اور قسویں ہی
 سرور کا ہفتہ دوسرے فادر رہتا ہے بنایا ہے۔ اس کی شوخ رنگت بھی کچھ اسی دلی لکھا ہے
 دلی بھی کہ گلاستہ کھوسے ہوئے پھول بھی شرم ہے اپنی گردن چھکا لیتے تھے۔ ہر وقت
 اس کا چہرہ ہنسیا ہوا تھا۔ وہ میرے ہی بہینی کے ساتھ برادر سے میں ہلتی تھی اور کبھی
 سراسر انہی کی حالت میں دروازے سے جیسے حالت تھی۔ قسویں کی بہینی سے جیسے
 اور ہم جھانپا ہوا تھا اور دلی انقباض سے دماغی رطوبت سے منہ ہوتے ہر سے
 ہتھوں کی لڑی میں کہ کل رہے تھے۔

مجھے بھی حالت دیکھ کر ترس آگیا۔ اُسے بوجھا۔ وہ کیا جانتی ہے؟ میری بات کا
 اس کا وہ سلیس انگریزی میں دیکھی۔ مجھے اسے بھولی لڑکی کے بھوتے سے اس کا صدمہ
 انگریزی الفاظ سن کر حیرت ہوئی

وہ بولی۔ آسپہ کیا عمر بانی کر کے اس محل کو عمارت ہوئے۔ سے چالین گئے
 ہیں۔ کیوں؟ اگر عمارت نہ کیا اسے تو کہیں لے جے ہوئے۔ سے گئے۔
 وہ شہر۔ پہلے آسپہ ہی مراجن اس مکان کے عمارت کر دے۔ میں آپ کا ذاتی مفاد
 رہا ہے۔

میں۔ یہ مکان ماغیوں کے سرغنہ ناما صاحب کا ہے جو قوم انگریزی کے لیے ہلاک سے
 کم ہیں۔ ناستا ہوئے ہیں پھر کہیں نہ اس لیے حالہ کا نام و نستان چوینا سے ملا دینا چاہیے
 سرکاری حکم ہے نانا کا مال واسا ہضہ کر لیا جائے گا اور گاں لکھو دکر چھیکر یا جائے گا۔
 وہ شہر۔ یہ لوجیا صاحب ناما صاحب نے منائی۔ ما صاحب اس کے دشمن تھے اور نے
 دھماکا کیا آپ کہ دھن سے کہہ لی حالہ اور سے۔ اس محل۔ یہ ایک کیا فقدان کیا ہے
 کہہ لیا۔ ہے چار۔ سے کوئی نہیں ملا۔ دھت ہو۔ میری گزارش صرف اس لیے ہے کہ

یہ مکان مجھے بہت ناپسند ہے۔ اسی لئے میری پرورش برداشتہ ہوئی۔ اس سرکاری ہسپتال سے دست بستہ ملتی ہوں اگر اس کے امکان میں ہو تو اس مکان پر وہاڑا رہے۔ اسے میں۔ اسوس کے ساتھ مجھے بہت افسوس ہے کہ ہماری رہائش گاہ کی طرح کا لحاظ نہیں کیا جاسکتا۔ گوتمہاری ان درداگر مالتوں سے میرا کلیجہ بھینا ہو گیا ہے مگر مجھ پر ہوں۔ سرکاری احکام میں روکاؤٹ ڈالنا یہ تین جرم شامل ہے۔ اس لیے یہ دن کی ادائیگی میں کیونکر ہوا کرتی ہوگی۔

دوسرے دن میں جانتی ہوں کہ آگ کمانڈنگ افسر جنرل ہیگ ہیں۔ آپ کی سیاری تیار ہادی میری کا ایک خط میرے پاس موجود ہے آج تین سال ہوئے میری سے یہ خط مجھے آیا تھا۔ اور کہنا تھا میرے باپا کا جنرل ہیگ سے پاس ہو گیا دیا لیکن کئی وجوہات سے مجھ سے آپ کے پاس وہ خط نہیں ہو رہا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ میری کی سے دست بستہ آپ کو ناقابل برداشتہ ہوا ہوگا اور یہ بھی معلوم ہے اس وقت بھی اگر وہ خط آپ کے ہاتھ میں دیا جائے تو ضرور کسی نے اٹھا ہوئے۔ اسے علم ہے آپ کے دل پر کچھ ایسی جوش لگے گی کہ آپ بے چین ہو جائیں گے۔ اسکوں کا دریا آکھوں سے ابل پڑے گا۔ چونکہ میں میری کی وصیت تھی لہذا خط دیا بھی اعلیٰ قانون کے خلاف ہے۔ چنانچہ میں نے ہر ایک کا ساتھ رہا ہے۔ وہ مجھے دل دیا ہے۔ یہ یاد کرتی تھیں۔ اور اس وقت اسے بھی مجھ سے افسوس مالوس تھے۔ بلکہ مجھے اور میری کو ایک نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اسکو ایک زمانہ گزر گیا تھا میری آپ کے دل سے میری یاد بھول گئی ہو۔

اس بات کی گفتگو سے مجھے نام کھیلی باتیں یاد ہوئیں مجھے وہاں آیا۔ دانی ناما صاحب کی دھرمینا اور میں میری سے داستان کا فیروزہ ملتی رہی وہ دنوں میں رہو دوسرا۔ سڑھا ہوا تھا۔ اس وقت ناما صاحب اور پٹش سکار سے کچھ اس پرانی تھی۔ ناما صاحب اور دفدار دولہا و تروت انگلیتہ تھے۔ میری کی وفات کو آج تین برس ہوئے۔ اسکا خط دیکھنے کے لیے مرادلی سے چین ہو گیا۔ میں نے یہاں سے کہا۔

انہی دیر کے بعد اس وقت میں چنانہ۔ تم اور میری ساتھ کھیلتی تھیں۔ وہ تم سے مالوس تھی اور تم اسکا دم بھرتی تھیں۔ باپ کا مکان چاہے۔ کچھ یہ سہارن گری ہو لیکن مینا این بلیش کو غنیمت کا ملازم ہوں کیونکہ حکم عدلیٰ کروں میری مری گئی

مجھے دردِ سر چلی۔ یہ اپنا کام چھوڑ کر لوٹا۔ خدا جاسے اُس نے کیا لکھا ہو۔

یہاں سے چٹائی بیٹے کھینک کر چٹائی میں میری ہی کا سوا دھڑا یا گیا۔ دوستی بھی اسی کے تھے
راستہ دونوں ہمد میری کا سوا دھڑا دیکھتے سے مراد ل اُمنڈ کیا۔ چٹائی کے اور دنیا میں یہاں
لکھا ہے سو دھڑا رشتہ سندر لکھنا کالی ہے اس میں زیادہ تر دنیا کی سفارت کی گئی تھی کہ
مٹی والا مکان کسی آسے والی مایہ بیت سے اچھین عاتق دلا ماہر سے اور جہاں کر رہا ہے۔
ان کی صورت کی کی تمام ہو۔ نہ پائے۔ ایک پناہ کی وجہ سے میرا غم غلط ہو جاتا ہے۔
رجہ راست کی شریک صرف ایک پناہ ہی ہو۔ اس کی ہڈیہ سنجون سے مراد ل بہلتا رہتا ہے
لہذا اس کی جان بر کسی طرح کا صدمہ ہونے پائے یہی میری دعا ہے اور یہی میری آجیٹہ عارش
ہے۔

میری کا خط برہم کر مین عجیب کہن مین پڑ گیا۔ ایک طرف سرکاری حکم کی تعمیل اور
دوسری طرف اس سر کی غم افزا سفارتی تحریر۔ اس کا کیا کروں کیا نہ کروں۔ کوئی بات
جتنی نہیں۔

اتنے مین جہز اور م م صاحب میرے پاس آئے۔ مین نے خط دکھلایا اور اسے ل
ایسی حالت مین کہ کیا جائے۔ کوئی ترکیب بتائیے جس سے ما کا محل بچ جائے۔
اور م صاحب جیسا دیا۔

غیر اتنے گور جہز اس در کیو مکر سرکاری حکم مین پہلو تھی ہو سکتی ہے اُس سے
راہ سے لیجیو وہ فارسی تا رو لایب بھیج کر شاہراہ اس مکان کو پائیں۔ بلش گور مصلحت
کا سارا قصہ مانا صاحب پر ہے نانا کے ہاں ان کے ساتھ سلوک ہونا یا اس کی جائداد
اور ملاک کے ساتھ رعایت کرنا انگریزی حکومت بر دباؤ دانا ہے۔

مین نے کہا
لارڈ کینگسٹون اس مضمون کا تا بھیج دیا چاہیے۔ دیکھیں وہ کیا اجارت دیتے

ہیں۔
جہز اور م۔ آپ یہ کر سکتے ہیں لیکن مانا صاحب کی دفتر کو گرفتار کیے بغیر نہیں
چھوڑ سکتے۔

مین۔ ان دونوں کام مین ایک کام بھی نہیں کر سکتا۔ مین لارڈ کینگسٹون کو تا رو دنگا

وہ جو چاہیں کریں۔

اس کے بعد میں میا سے کل حال کہہ رہا تھا۔ جلا آیا۔ میرے آنے کے بعد جیل اور مہ صاحبے ناس کے محل کا پھر محاصرہ کر لیا۔ اور دروازہ توڑ کر میا کی گرفتاری کے لیے دو سوتلنگون کی روٹی میں اندر گھس پڑے لیکن حیرت کی بات ہے کہ تمام محل ڈھونڈ ڈالا گوشتہ گوشتہ چھان مارا مگر مینا کا پتہ نہ لگا۔

اُسی دن شام کو چار بجے لارڈ کینگ کے پاس سے مفصلہ ذیل تار ملا۔
 ”ولا بیت کی پارلیمنٹ کیٹی لے راے پاس کی ہے کہ اس دنیا کے طبقہ پرستے ماما نام دشنام مٹا دیا جائے۔ میں مجبور ہوں اس رائے کی پابندی سے کیونکر کر سکتا ہوں یس میں کوئی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس کے لیے آپ مجھے معاف کریں گے۔“

”لارڈ کینگ“
 اب کیا تھا جیل اور مہ صاحبے اُسی روز رانا صاحب کے فلک نما محل پر گولہ باری کرنا شروع کر دی اور ایک گھنٹہ میں وہ بمبیل عمارت رکھو کا ڈھیر بن گئی۔
 میں اپنے راہوار پر سوار دوسرے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ترجمہ مضمون

(انرا اخبار ٹائمز مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۴۷ء)

۱۔ آج تک رانا صاحب کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ انیسویں کا مقام ہے کہ انڈیا گورنمنٹ آج تک اس کام میں سرگرمی کی لگاہیں نہ دیکھی ہیں۔ وہ نہ دھوبت نانا کی بہلولیوں پر کل برٹش قوم کو غصہ ہے۔ ہمارے جسم کی رگوں میں خون جوش مار رہا ہے۔ کانپور کا پرماتوب خدر اور فتنہ برد افزوں کی سبے ہنگام شور مچا رہا ہے دلی سے ہوت تک نہ بھولیں گی۔ جب تک ایک ایک باغی گرفتار ہو کے اپنی سزا کو نہ پہنچ جائیگا۔ ہندو ہوس آف لارڈس کی کمیٹی میں سرٹانس ہیگ کی ایک رپورٹ برٹش مینس ہوئی۔ جس نانا نے برٹش قوم کے مرد و عورت بچے۔ ہلاک کیے اور انکی لاشوں پر لاشیں کھوین میں ڈلوادیں۔ اسی نانا کا جب تک خانہ جیات نہ تار یک ہو جائیگا یا اس کی

عمار سے مہدم نہ کر دی جائے گی۔ برٹش قوم کے آئینہ یقین میں ہے۔
 ناما کی لڑکی بینا کی سفارش کی جاتی ہے۔ ایسے مافی کی لڑکی کو جسے اگر میری حکومت
 کو تہ وبال کرنا چاہا اور کھڑے دی ساسکتی ہے!

اس حشر سے جہل اس کے ہاتھوں سے کھڑے ہوئے اور اس کے ہاتھوں نے پھر ہوس اس کا جس
 اور ہوس اس کا اور اس پر میا کی جان کی اپیل کی اور ساتھ ہی حضرت خدا قدر قدرت
 کو لے کر وکٹورہ سے سفارش چاہی کہ اس کی لڑکی کے خون سے دست کش ہو ورنہ اہل رحم
 اور خیرات میں ہے۔

ہم ہمیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ کہنا شک سے بھیج ہے۔ لیکن خزل ہی کے نامہ اعمال پر وہ
 سیاہ دھبہ ہے جو خسر تک جھوٹ نہ سکنا۔ یہاں تک نہیں کہ بینا کی شیریں زبانی سے
 خزل ہی کے دل میں توجہ و تاب پیدا ہو گیا۔ خزل کی طبیعت کی بیٹی بیٹی بائین اس کی کسی کی
 دل تڑپا لے نہ الی جھولی جھولی ادائیں تیلے تیلے اور نازک ہونٹوں سے مسکراتا بات
 بات پر جھل جانا جب یاد آجاتا ہے دل پر بری سی چل جاتی ہے۔ اٹھون سے
 تھیم کر لیا کہ اس میں ہی کی جان نثار اور وفادار دنیا کی جان سنگسار سے ہلاک
 ہونے دوں گا۔ اس کے رویوں میں رہتے بینا کی آواز آ رہی ہے۔ ایسی اولاد کو مالکین
 نیک دعا میں دینے ہیں۔ ہوس ایسی سفارش اور جوش سیر لڑکی کو درندوں کی طرح
 مار کے کھا جائے گا ارادہ کر رہا ہوں۔ یہاں سے ہو گا۔ مانا سرکاری ملازمت ہو کر گورنمنٹ انکسٹرکٹ
 رگس میں ہو رہا ہے مگر بیٹھ کر تو چھوڑے دیکھا نہیں جائیگا میں ایسے فرض سے باز آیا ایسی لڑکی
 کو دور ہی سے سلام ہے۔

سر کے ذلت ہے عورت کے

عیش جھوٹا ہے تو اسے غم ملے

خدا وہ ہوتا کہ دن نہ لائے کہ میں اس دو تیرے کے پیرا ہوں کو خون سے رنگا دیوں میں
 خود ہی گور میں پاؤں رکھا ہے ہوں۔ پھر اس گناہ عظیم کا بار اپنے سر پر کیوں لوں۔
 جہل ہی کے بینا کی بیٹی بیٹی باؤں کے لئے میں سرگارا بنے دیر سے پر آئے۔ سو میں ستر کے
 اخبار سے کارہ میں مہملہ دیں ہوں تو آج کے گندرا

یورپ اور ہندوستان کے جتنے جاسوس ہیں اول میں نے ہر باقر خان کی خدمات لائیں ہیں

اُس نے اپنی بے غرضانہ خدمت کو غرضت کو ایسا جہاں سارا اور عباد اثر ثابت کر دیا۔ وہ روشن سا
 ہے اُسے اسے علم سے محبت عامہ کا تملہ تر کر دیا اُس کی سرگرداں داشتے ملک کی بے حسنی روح
 ہوئی۔ وہ قوم انگریز کے لیے سپہ بن گیا۔ اُسے اسی ماں قطرے میں ڈال کر انگریزوں کی
 جانین بچائی ہیں۔ وہ ہندوستان یون کا ہی خواہ اور سرکاری حال تیار ہے۔ اسے نہ کاسے
 رنگتے نفرت ہی نہ گورے سے زیادہ الفت ہو۔ اُسے تو خدا انسان پیا را ہے اُسے مسلمان
 ہی سے لگاؤ ہے اور نہ ہندو ہی سے۔ نہ عیسائی سے سیر ہی نہ سکھ ہی سے دھرمی اُس کا ہر دور
 دل سے بے درد دکھاتا ہے۔ گزشتہ جنگ سکھ میں اسی کی داشتے رشت حکومت کا کھڑا
 پنجاب میں گڑ گیا۔ ستیڈاے ملک۔ اور ہی خواہ ملکہ شہ انگریز ہی ہوتا ہی میکیریل
 اور نا اصابا سب سراج میں ہر تن مہر و ہر۔ اہی۔ مہن اسید ہے وہ طے ارادے من ضرور
 کامیاب ہوگا۔ خدا اس کی ہمت میں برکت دے۔

آج کمی دل ہوے وہ نہ ہویت مانا کی اکلوتی لڑکی میا کو حزل اور تم نے گزشتہ کر لیا ہے
 وہ اس وقت کا یو ریل میں بند کی کمی ہے۔ یقیناً یہ کورمٹ ہند جلد اسکا بھلے کرے۔
 شہنشاہ کی تیسری ستر کو کوئی مارے ہے تیس کے وقت ما سب نام قہر کے ہاں یہ
 قدم رکھ چکا ہے۔ ساحت کمی پر لڑکی چادر واری قدرت کے سگڑ ہا ہوں سے جھکتی جاتی ہے
 دنیا دار عاب نوزین کے فرسے ہے وہ ہیں اسکا گلہام وہ سیرہ سفید ساری پیسے ہوے
 ناما کے محل کے گرسے ہوے جوئے اور شہ کے ڈھیر پر پھٹی ہوئی رو رہی ہے۔ اس کی دردناک
 آواز سے درخت انگ سکوت کے عالم میں کھڑے ہوے کھ انسو میں مل رہے ہیں۔ سبکی خست
 نصیبی اور ناکامیاں دیکھ کر اس امر سے یاس ہو گئی ہے کہ کبھی اسکا نخل تنہا ہر اہو اور اسل حمر
 ہوے عین میں پھر ہمارا سے حسین مجھت حزان سے عیشہ کے چہ اپہ دیر سے ڈال
 دیے ہیں۔

ناظرین آج کے پچا نا یہ ملک ستانی دلتاں کوں ہے جوئے کسی اور سماں کے عالم
 میں تو وہ خاکسار پھٹی ہوئی اپنی نصیبی ہو آٹھ آٹھ آٹھ آٹھ ہے
 یہ لالہ فام در با نا اصابا کی لڑکی مینا ہے۔ اتنے پیر قدرتی طور سے ہوا کی رفتار
 تیز ہوئی اور اسکا روح افزا اثر سارے دل و دماغ سر پر اودھ گھر انگریز اور پھر و مستردہ
 اسی جگہ پھٹ گئی۔ پیٹھے پیٹھے خون کے آٹھے داس ہولوں نے پھر زمین ہاک شور اٹھایا

اور یہ اس طرح کہنے لگی۔

۸ ہاں اسامیری زندگی سیکار ہے اور ایسے بے مزہ جینے سے فائدہ ہی کیا۔ ہائے میں مٹیں گروتا نیا نے بھی میری خبر نہ لی۔ پتا جی بھگواں حائے زندہ رہے یا مرے۔ صبح ہوئی اور چھپر امت آئی ہائے میرا بس کوئی مٹا دیتی نہیں۔

یہ آخری فقرہ بہت ہی تھکائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔ اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس کی۔ اور جیسے اس کا تپاؤں سے زمین کر دے گی۔

یاس ہی جہل اور ٹرم کا فوجی کیمپ تھا۔ کچھ تلنگے رات کے وقت اُس ریل کی کوروتے دیکھ سبب دریافت کرنے کے لیے وہاں گئے اور حالات پوچھے اے بے نصیب عورت تو کون ہوا دیکھو یوں رو رہی ہو۔ ۹

مینا اٹھنیں دیکھ کر اور روئے لگی اُنکے سوا لون کا جواب نہ دیا۔

ایک تلنگے نے جہل اور ٹرم صاحب کو خبری۔ جہل اور ٹرم نے اُنکے شناخت کی کہ یہی ناناما صاحب کی دختر مینا ہے۔ تعجب ہے کہ مینا نے اپنے چاروں طرف تلنگوں کو نگین تانے ہوئے دیکھ کر بھی کچھ خوف نہ کھایا۔ اور ٹرم نے کہا۔

گو رنٹ ہند کی اجازت سے میں سے تھیں گرفتار کیا ہے ۹
مینا۔ (اور ٹرم کے چہرے پر نظر ڈال کر) مجھے کچھ وقت دیجیو تاکہ کچھ دیر بیٹھ کر عمر بھر کے لیے رو لوں۔

مگر افسوس جہل اور ٹرم نے اُسکی درخواست پر کچھ بھی شنوائی نہ کی۔ اُسی وقت مینا کے دست سپین میں آہنی ہتکڑیاں ڈل دی گئیں۔ اور وہ کانپور قلعے میں لائی گئی۔

قلعے میں حائے وقت اُسے گردن بھر کر اپنے باپ کے محل کو دیکھ لیا حمان بہ وقت صرف اینٹ چوڑے اور روڑوں کے انبار اور اُچرٹے پڑے ٹھنڈے کے سوا ایک کوٹھڑی بھی باقی نہ تھی۔

دوسرے دن علی الصباح ایک بہت ہی درد انگیز واقعہ پیش ہوا۔ وہ بہت سہمٹا ہوا ہلکی جہان نصیبی پر آسمان بھی پھٹ پھوٹ کر رہتا تھا۔ قتل گاہ میں لائی گئی اور دھتکے ہوئے آگ کے شعلوں میں اُسکا یا کڑہ جسم حلا کر خاک کر دیا گیا۔ اور اُسکے لبوں سے

ایک آہ بھی نہ نکلی۔

میںا کے پاس تانتیا کے کئی خطوط برآمد ہوئے مگر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ لکھا تھا سرکار سے شاید میں کو باغیوں کا حامی سمجھ کر ایسی سخت سردی اور اس سے بڑھ کر زیادہ ریاضت اس باب کا کہ اس واقعے کے دس دن منٹ بعد ہی لارڈ ڈلنگ کا تار سرٹاس بھیجے یاس آیا حکامینوں حسب ذیل تھا۔

”میجر باقر خان اور جنرل ہیگ کی سفارتیں یرولا بیتا کی پارلیمنٹ نے مانا کی دھڑکیا کو معاف کیا وہ چھوڑ دی جائے اب جہان جاہے حاصل کی ہے یا

اسے شہید قوم میںا مادر سند کی گود میں بچھالیں فریادیں اور بیٹی نے سرور میں بالی اور بیرام باغیوں کی فہرست میں درج کر لیا گیا تاہم ہندوستان کو بچھالیں اس ظلم کا انہیں ہے۔ گو بیابین نے شمار انقلاب ہونے کے زمانہ بہترے رنگ بدے گا مگر بچھالیں بیگناہ لڑکی کا خون بھی کھونچ رہ دیکھ گے۔

جیت امیر باقر خان کی سفارت محمدت و جاہتسایون پر بھی اوس بڑی گئی وہ کچھ ایسی اطلاعات گذار گئی کہ یہ کیا کمال کوششیں رائیگان گین اور تاج سلطانہ کی پستیال پر بہت تہ کے سینے نامی کا سیاہ دھبہ لگ گیا۔

باب تیسواں

سہل سیاسی کے برونج میں
بھویر میں ناما صاحب کی فوج نے عومورے باندھے تھے انگریزوں کی تہور فوج نے
بزن بلو لہ دیا۔ ناما صاحب کے ہرست سے خان تاراس معرکہ میں کام آئے۔ عرصہ کارزار
تنگ دیکھ کر ناما صاحب کو عسان ہریمیت ہاتھ میں لینی پڑی۔ خان کے خوب سے بگہ
خالی کردی سرکار انگریزی فتح و شادیاے کے ہاتھ بجائی ہوئی نانا کے دلہن میں گھس پڑی
اور آپر قبضہ کر لیا اطراٹ و جواس کے سر آؤردہ لوگوں نے دائیں بائیں طرف سے
کچھ کچھ مناشروع کیا جس سے انگریزوں کو بہت بڑی تقویت ہوئی اور اس امداد غنی سے
انگریزی بہادروں نے قدم جرات آگے رکھا۔ ناما صاحب کے لڑکے کا مانوں ایسا اگھر دلا
کہ چہرہ جم سکا۔ جس طرح ہولست بادل پریشان ہوتے ہیں۔ نانا کی فوج متفرق ہو گئی۔

ہر شے فدا کی مالک فرد ہو گئی۔ بیکر عدل اندر مالالایت ہوئے۔ معلوم نہ ہوا میں کھائی
یا آسمان۔

کئی دن بعد میر باقر خان کے ایک صاحب نے خبر دی کہ میری خدمت کے کسی راہبر نے کئی سو
تلفیگے اور کچھ سو اڑنا ماحد سبکی اعصاب کی۔ اپنے ہاتھوں سے دبا کر دیے ہیں باقر خان سے
دارو عبد اللہ سے کہا۔ تم تدریج سے شہر آؤ اور اس میں سما عیب میں سیکر اور عدل کو بین بین
دارو سے کھانے کے لئے پھر معلوم ہو سکا کہ فرج کر دھرا عیب ہو گئی۔

تاج برطانیہ کو ماحد سبکی۔ عدل اور سیکر سے زیادہ ہر حصہ دستا ہے کہ نگر اختیار میں ہوں
کی اقتدار بر داری سے تمام ملک میں عینی پھیل گئی تھی۔ انھیں تین شخصوں کی بدولت ہزاروں
انگریز۔ میم۔ پچھلے کی جانیں ہلاکت میں ہزیم۔ سرکار کرکری سے اس نوہ ایشیوں کی گرفتار
کے اشتہار دے دیے اور انعام مشہور کیا۔ تمام جاسوس ہندوستانی و انگریزی کی تلاش
میں حاکم ہلستے چھانٹتے عاجز ہو گئے باقر خان کے بھی اسے عمر قیدیات کر دیکھے ہیں مگر
کین سرارہ نہیں ملتا۔

۲۸ مارچ ۱۸۵۷ء۔ آج لاہور کیا گیا ہے ۵۰ روپے ہزار مالالایت دی۔

نا ماحد سبکی۔ سیکر اور ان کی جاسوس کے کو کین کو جو تھیں گرفتار کر لگا ولایت
کی یاریمشہ۔ یہ سکو پچاس ہزار روپیہ انعام دے دیا جائیگا۔

اگر کہا جائے کہ انعام کی طبع اور سلسلہ ۱۸۵۷ء انگریزی کی ہزار خواہ میں ہمارے ناول
کے ہر و میان باقر خان کو جس دامنگیر ہوئی۔ نہیں بلکہ وہ اسی عداوت و دانت اور بد نظمی
دفع کرنے کی سرگرمی۔ یہ عبور تھا۔ وہ سب تاج برطانیہ کا فانی اور حق شناسی کے عرض
میں مبتلا تھا۔ لہذا اُس سے کہہ کر غلا بیٹھا جاتا۔ اُسے سوچا اس پر آشوب زمانہ
میں لاکھوں آدمیوں کا نول ہو گیا ہے۔ نا نا۔ عدل۔ سیکر ہی بانی فساد ہیں۔ لہذا
ان باعیوں سے قصاص لینا ہی ملک کو آرام ہو جائے گا اور دوزخ کے آگہوں کی تری
آج تک ششکس ہوئی تھی اُن کا غلہ میں چہرہ دیکر کہ سبائی کی یاد آجاتی تھی اور اسی وقت ہٹکا
دل سیکر اور عدل سے عوض لینے کے لیے یہ خبر دے کر دیتا تھا۔

اٹھایسویں اگست ۱۸۵۷ء آج وہ پھر عدل لاہور سے مالالایت کرنے کے
لیے وہ گھوڑے پر سوار ہوا ہی تھا کہ ایک شخص نے لیکر اس کے ہاتھ میں خط دیا۔

خط داروں کو اس کے قلم سے لکھا ہوا تھا۔ باقر خاں کے ہتھیار کرے پر طاہر بہادر کا محل وقوع داروغہ پولیس کا پیرا سی ہے۔

باقر خاں جہاں مذکور کر کے گھوڑے سے اتر پڑے۔ دستر بردارے منظر کو دیکھ کر دیل کا مضمون غریب تھا۔

عدل کا سراغ ملا ہے اصل اُسے اپنی برج تبدیل کر رکھی ہے۔ گروالہا بن سائن کر رکھا ہے۔ لمبی لمبی شاوٹ میں ایسے چہرے ٹھہرے کو چھپائے ہوئے ہے جس کا دھن مین جاتا ہے لوگ سیاسی سمجھ کر اُسکی تو تر کرے ہیں۔ دس مارہ چیلے جا پڑی ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔ انکی سسٹین بدلی ہوئی ہیں انکا بھی فقری بانا ہے۔ ہمارے مخزون نے تاک جھانک کی تو معلوم ہوا وہ چیل کے نیلے دوڑا کاسی سے آرہے ہیں۔ کاشی پر باگ ہوتے ہوئے بگماتھ جی کے دستخون کو جا لیں گے۔ آج وہ قافلہ یقیناً کاپور پور پہنچ جائے گا اور پھر وہ جی کے مندر میں فروکش ہوگا۔ آپ آج ہی تمام کو دہن مجھ سے ملیے۔

اُسی وقت چاں دو بند ہو کر۔ ہمارے دوست خان صاحب ہمارے لے عان توہ پھیر وں مندر کی طرف مسطفت کر دی۔

پھیر وں مندر کا پور سے کوئی پانچ میل کی مسافت پر جانبد حکیم کسی خاں رستان مین واقع ہے۔ کہتے ہی ہندو فقہر اسنیاسی۔ سرائی اس مندر مین ہیبتہ رکھا کرتے ہیں۔ جس وقت باقر خاں وہاں پہنچے مندر مین آرتی اور نو بجا ہو رہی تھی۔ بہت سے سیاسی کھڑے ہوئے پھیر وں جی کی استی بڑھ رہے تھے۔

باقر خاں کے دلیمن یہ بات سنٹی ہوئی کھتی نمکس ہے ان سیاسیوں کی جماعت مین پولیس کے داروغہ صاحب بھی نشر نف فرما ہوں۔ اور ایسا ہی ہو ابھی۔ باورفا نے گڑھی ہوئی پولیوں مین اس بات کی چھاں بنان کی نتیجہ یہ ہو اگر پولیس داروغہ ٹھکر خان صاحب کے پاس آیا۔ اور مندر سے کال کولیاں گوشے مین لے گیا اور ٹھکا۔

عدل اور اُسکے چند ساتھی پاس ہی نہر نعل بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج شام تک پھر پور مین صرف دس آدمیوں کی جماعت تھی مگر اسوقت یدو پولیس آدمی اور گھوڑے آگئے ہیں۔ مندر مین بدلی ہوئی پھیر وں سیاسی پھیر وں مین میرے خیال مین توقف کا موقع مین اسی وقت سب کے ریپر اسٹ کر لے جاکر لیا۔

باقی۔ لیکن میرا کچھ اور یہی جہاں ہے۔ میں سمجھتا ہوں ڈوچار دن ان کی سیگت میں رہ کر ان کے اندرون معاملات کی نقادانہ لیتے رہیں۔ معلوم ہو جائے گا انکا رجحان کیا ہو اور کس قدر جماعت ان کے جہاں ہے۔ دوسرے نا نا صاحب اور سیکر کا بھی حال کھل جائے گا۔ کہ وہ کس گنبد میں چھپے ہوئے ہیں۔
داروغہ۔ خیر آپ کی مرضی۔ ہم اس باتوں کا سراغ لیتے ہیں گے۔ آپ یہیں قیام فرمائیں۔

باقی خان داروغہ کی رائے سے وہیں ٹھہر گئے۔ عبدال اور اس کے ساتھی چلے چارہ جہاں ہو رہے تھے اس کے پاس ہی ایک درخت کے نیچے باقر خان نے بھی اپنا بسر جمایا۔ رات بھر نیند تو آئی نہیں مگر کچھ بند کیے انکی کیفیت دیکھتے رہے۔
کوئی بارہ بجے متب کو اس جماعت کے تین سنیا سنی جنگل سے باہر نکلے۔ باقر خان بھی داروغہ پولیس کو وہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کر کے ان کے تعاقب میں چلے۔
یہ تینوں سنیا سنی شہر کے اندر آئے اور راستی میں چوٹیکر ایک بڑی حویلی کے چھانک پر کھڑے ہو کر اشارتاً کتا پتا باقر خان کے لئے۔ اتنے میں کسی نے اندر سے مکان کا پھاٹک کھول دیا۔ اور کئی شخص باہر نکل کر سنیا سیوں کے پاس آئے۔ کیا گفتگو ہوئی باقر خان کی سمجھ کا منہ نہ کر سکی۔ کیونکہ فاصلہ تھا۔

کچھ مشورہ ہو جانے کے بعد سب کے سب مکان میں داخل ہوئے۔ باقر خان زور خیز ہو کر اپنے ہوسے انکے باہر آنے کا راستہ دیکھنے لگے۔
کوئی نصف گھنٹہ کے بعد وہ تینوں سنیا سنی اور بھی کئی شخص بیرون مکان آئے اور شرق دالی سڑک بایتے ہوئے کسی طرف چل دیے۔ مگر اسوقت آسمان پر جھانکے ہوئے بادل اجرام فلکی کی تیز نگاہوں کو اس قابل ہونے نہیں دیتے تھے کہ دنیا والوں کی ہستی دیکھ حال سلکین۔ باقر خان کی نظر میں بھی اس تیرہ و تار عالم میں ان لوگوں کو دیکھنے سے مجبور ہو گئیں۔ صرف پاؤں کی چا پٹے لگے کر انکے دنبال میں بالادولی کرتا ہوا تار گیا۔

باب اکتیسواں

نانا کا گرٹھا ہوا لفظ آدلیٹ

رات کے دو بج گئے تھے باقر خان نے بھی سنیا سیون کے دنال میں لمبی تاں وی
لوق دوق میاں اور صحرائی مری اردوں کی ہوا اکھاتے ایک مستی میں پھوئے۔ گالوں کی اکثر
چو پالوں سے آدمیوں کی آواز بھی سنائی دی۔ حادثہ صاحبے ہاتھ میں لیستول لے لی۔ اور
چو کے ادھر ادھر دیکھتے چلے۔

سنیا سی احتیاط سے قدم رکھتے دمروں میں گانوں کے پار ہو گئے۔ جب ایک کستادہ
دسیع میدان میں گزریا۔ چاروں طرف چھڑیاں اور ڈھاک کا جنگل تھا۔ بیچ میں کچی سڑک
کچی سڑک سے ہوئے ہوئے خدا خانے کدھر غائب ہو گئے۔ باقر خان کی نگاہ اس گھٹا ٹوپ
اندھری میں اپنے حریفوں کا شرع نہ لگا سکی۔ وہ پیچھے چپ سے بائیں رفتی نہ پاسے مائیں
جائیں تو کدھر جائیں۔ ایک گھنٹہ کامل چھڑ چھکا رسے سر مارا کیئے۔ دھتکا کوئی پچائش
پیر ایک چراغ جل اٹھا۔ اور ساتھ ہی بندوق کی فیر بھی سنائی دی باقر خان کا ضمیر لول اٹھا۔
کچھ دال میں کالا ہے۔ اس لیے وہ ایک درخت کی آٹھ لیکر کھڑے ہو رہے۔ اتنے میں اسی
موضع کے کئی دیہاتی بائیں کرستے ہوئے درخت کے قریب سے کل گئے۔ اُن میں اس طرح
بائیں ہو رہی تھیں۔

پہلا۔ کیوں ہیا؟ یہ بندوق کہاں سے چھوٹی؟

دوسرا۔ اسی میدان سے معلوم ہوتی ہے۔

تیسرا۔ اگر وہ نہوے تو سمجھ لو ہم لوگوں کی شامت ہی اگلی۔

دوسرا۔ نہیں جی۔ ہم جانتے ہیں۔ یہ لوگ میکیر کے ساتھی ہیں۔ آج ہی رات کو تو ان کے
آنے کی خبر معلوم ہوئی۔ نانا صاحب نے کھجیا ہے۔

پہلا۔ زور زور سے بولو۔ آہستہ آہستہ بات کرو۔ جانتے نہیں انگریزی بھر گئے ہو
ہیں۔ جاسوس نے طرح پچھا کر رہے ہیں۔

بائیں کرستے کرتے وہ لوگ دور نکل گئے۔ باقر خان درخت کی آٹھ سے کلکری سڑک
پر آئے۔ وہ لوگ خدا جانے کس خیال سے زیر غل کھڑے ہو کر کھیر سوچنے لگے۔

باتفاقاں بہ پاؤں قدم رکھتے انکی لشت برہو پنے اور باتون پر کاں لگا دیے۔

کچھ درعدائیں ہیں سے ایک شخص نے سیٹی مائی کوئی بھی جواب نہ ملا دس امسٹ چُپ سنائے میں گد رگئے۔ یکا یک دور سے ریل کی آوازاں مین آئی باقرخان کا صیر لول اُٹھا ہونہو میکیر کا قافلہ آگیا ہے۔ اُن لوگوں مین کچھ سلسلہ سمن جنباں ہا کٹے کی آواز خالص صاحب تار گئے کہ یہ عبدال ہے۔ لیکن میکیر کی صدا معلوم نہ ہو سکی۔ ؟ ایک لولا۔

کننے عرصے سے ہم سب بھاری راہ دیکھ رہے تھے۔ آخر تم لوگ تھے کہاں ؟

دوسرا۔ (عبدال) نا نا صاحب کا اقرار کر رہا تھا انکی بھی تو اُسے کی خبر تھی۔ کد یا تھا کاش کسی فرد سے میرا اتنا ہوا اپنا آدمی بھیج دوں گا۔ وہ میکیر سے ملاقات کرو گیا۔ اور وہی شخص اُنھیں نوکیر لے جایا گا۔

پہلا۔ آخر ہمارا بھی کچھ انجانا صبح دیا ہے۔ انگریزی جاسوس بے طرح پیچھے پڑے ہیں۔ پہلے بے نیل مرام پھرنے سے ایک نہ ایک دن ہم سب گرفتار ہی ہو جائیں گے۔ کیا ہم لوگوں کی قسمت مین چھانی لکھ دی گئی ہے۔ سکتے دنوں سے میکیر کا راستہ دیکھتے ہیں اور وہ کان مین تیل ڈالے ہیں کچھ بددہی نہیں کرتے اگر کچ اُسے ملاقات نہ ہو تو ہم لوگ جہدھریسیگ سہا لیں گے جلدین گے۔

عبدال۔ ہاں بھئی۔ ٹھیک کہتے ہو۔ ہمارا زمانہ ہی بگڑ گیا۔ کیا سوچا تھا کیا ہوا ؟۔ زیادہ رخصتہ انگریزوں کا بھی پر ہے۔ سیکڑوں روپیہ دیر چر کر رہے ہیں۔ دیکھتے ہو وہ موذی کبھی باقرخان روزمرہ کس طرح جاری گرفتاری کے لیے پیچھا کرتا پھرتا ہے۔ میکیر کی تلاش مین بھی طرح کی ہیئت اختیار کر کے دن رات گشت لگاتا رہتا ہے۔ میری رائے مین آج راستہ دیکھ کر ہم سب بھانسی جلدیں تو جانبری ہو سکی ہے۔ ورنہ انگریزوں کے قہر مین ایکٹ ایکٹ مین النار ہو جائیں گے۔

پہلا۔ بھاری مرضی مقدم ہے۔ جہاں چاہے لے چلو۔ کسی طرح جان تو بچے۔ یہاں تو زندگی دہائی ہو رہی ہے۔ بروقت جان کٹنے مین پھنسی رہتی ہو۔ اچھا آج اگر نا نا صاحب کے پاس سے کوئی خبر آو اسکی شناخت کیونکر ہوگی۔ ؟

عبدال۔ نا نا صاحب کا تحریر کر دیا ہے ہمارے خبر سے ہاں اسارے کا لفظ پوچھ لینا چاہو

ہم نے اور انھوں نے اپنی گڑھی ہوئی زماں میں نہ لیا ہے۔
عبدال۔ وہ لفظ کیا ہے میں بھی تو سوں
 ”آویسٹہ“

عبدال کے اس لفظ سے ماقرآن کو بہت بڑی مسرت ہوئی۔ خدا کی حمایت سے تہمت کا لفظ معلوم ہی ہو گیا۔ ماما صاحب اور ان مودلون کی گرفتاری میں آسانی ہوئی۔ انتشار اللہ آج ہی میکیر گرفتار ہوگا۔
 باقر خان موخیون پرتاؤ دیتے ہوئے کھسکے اور ایک جھاڑی میں ٹھیکر اپنی ریح بدلی در فخری صورت میں عبدال کے پاس پہنچے۔

عبدال خالصا صاحب کو دیکھ کر دوڑا اور مدد و حق چھتیا کے حال صاحب کے سر کا نشانہ ہانڈھکر کرخت آواز میں بولا۔

عبدال۔ لوگوں ہے ؟
خالصا صاحب۔ (جھوٹی سے) ”آویسٹہ“ ماما صاحب کا مسئلہ آیا ہوں۔
عبدال۔ نہیں تو انگریزوں کا عا موس ہے۔

خالصا صاحب۔ (ہنسکر) آپ کیا پاگل ہو گئے ہیں۔ مجھے پہچانتے نہیں۔ نا ا صاحب کا پیرا ناؤ کر ہوں۔ مسٹر میکیر کہاں ہیں۔ نا ا صاحب کے یاد کیا ہے۔ کئی روز سے انکی راہ دیکھ رہے ہیں۔

عبدال۔ اگر تو انکا ملازم ہے تو انتشار کے لفظ متا
خالصا صاحب۔ (جھوٹی ہنسی ہنسکر) ”آویسٹہ“

باب بیست و اول

ماغی میکیر کا دیرہ

خالصا صاحب کے لبوں سے ادھر ”آویسٹہ“ کا لفظ نکلا اور پھر عبدال کے مشقت آمیز زبوروں میں میں کی ہوئی۔ بڑے تپاکت ملا۔ اور ہاتھ تھامے ایک درخت کے نیچے سے گیا۔ رفتہ رفتہ اُسکے ہمار ہی بھی اُسکے اور چاروں طرف سے ہمارے شیر دل جوان کو گھیر کر کھڑے ہو گئے۔
 خالصا صاحب نے متنبہ ہو کر لبوں کو حرکت دی۔

وہ کیسے خدا راضی تھا میری جان تنگ لگی ورنہ آپ لوگ تو میری نکال دیتے رہتے رہتے
 ماننا صاحب نے آویسٹہ اور ویسٹہ رٹا دیا تھا۔ موت کا تم تو گیا۔ اب مجھے جلدی سے میکیر کے پاس
 پہنچاؤ۔ میکیر صاحب ہی کی وجہ سے ہمارے یرمہ مندر کے ہوئے ہیں ورنہ کبے بھاگ گئے ہوتے
 انکار ارادہ ہے حمان حائین گئے میکیر کو ساتھ لے جائیں گے۔ رہدوستان میں رہے سے دوڑنا
 کی خراسان ہیں۔

عبدال۔ پہلے میری طبیعت تم سے منفرد رکھنی تھی لیکن اب ساری بدگمانیاں جاتی رہیں چلو
 تھیں میکیر کے پاس لے چلوں مگر ایک مانتا اور یوچھا چاہتا ہوں۔
خانصاحب۔ وہ کو۔

عبدال۔ کیا میکیر کے علاوہ اور بھی لوگ تمہارے ساتھ جاسکتے ہیں۔
 خانصاحب نے سوچا میکیر کو منائے جا یا باہر معلوم ہوتا ہے۔ اور سب کو یکدم گرفتار کر لیا گیا
 باہر ہوگا۔ اس لیے انھوں نے عبدال سے کہا۔

مانا صاحب کی اجازت تو صرف میکیر ہی کے بیٹے ہے اور کسی کو ساتھ لائے کا حکم تو
 مجھے نہیں دیا ہے۔ اس لیے مجبور ہوں۔

عبدال۔ جیر۔ اگرچہ تمہارے ساتھ چلوں تو کیا کوئی برج ہے۔؟
 خانصاحب کشمکش میں پڑ گئے صرف میکیر ہی کی گرفتاری دستور معلوم ہوتی ہے اگر یہ بلا
 ساتھ رہے گی تو اور قحطت ہو جائے گی۔ یہ پُرانا خراسان گڑگ کہن سال ہے۔ اسکا ساتھ دینا
 کسی طرح مناسب نہیں۔ اور اسکو جواب کیا دیا جائے۔ اگر انکار کرتا ہوں تو سر ہو جائیگا
 اور زبردستی میرے ہمراہ چل کر آہوگا۔ دوسرے دیر ہوئی جاتی ہے ایسا ہونا ناگوار
 تو سننے بنائے کھیل پر بانی پڑ جائے۔

خانصاحب۔ (کچھ عوٹے میں جا کر) مانا صاحب بار! آپ کی خوبیوں کا اعتراف کرتے
 ہیں وہ فرماتے ہیں عبدال بھی میرا دوست یا رُو ہے۔ اسے وہ وہ کام کیے ہیں کہ ٹرسے بڑے
 دلاوردن سے یقین ہو سکے۔ اگر ہندوستان کی حکومت باہر آجائی تو اسکو میں
 اس کے کام کا نعم البدل عطا کرتا یعنی وزارت کے پائے کا مالک بنا دیتا جب اتنی خوبیاں
 آپ میں ہیں اور وہ آپ کو اپنا منتر علیہ تجھتہ میں تو آپ چل سکتے ہیں۔ کاش وہ غصہ کرنا
 تو اسکا جواب آپ دے لیں۔ مجھے آج نہ آنے پائے۔

اں باتوں سے عدل کے دل کی رہی سہی گھٹس گھٹس گئی وہ سمجھا و اسی ماما صاحب کا مجھ سے
مگر ڈراما صاحب کا مزاج قصہ در ہے۔ ایسا سو مرے مائے حائے اس نے ساتھ ملے گا
قصہ مرک کر دیا خانصاحب سے لولا۔

”پھر آپ میکیر کو ہمراہ لے جائیں۔ مین۔ جاؤ گا۔“

اتنے میں ایک شخص عدل کو ہٹا کر کچھ دوسرے گیا۔ اور دعا ہے اس سے کیا کیا
باتیں ہوئیں۔

عدل نے ملٹ کر خانصاحب سے کہا۔

تم پر کسی طرح کے تسلوک نہیں رہے۔ طبعیت صاف ہو گئی۔ لیکن اس پر تاؤ
تھارا نام کہا ہے۔

خانصاحب۔ (ریس ہنس کر) مائیں آپ مجھے بجاتے نہیں۔ میں یہ تصور کو مارا
دیکھا ہے۔ مجھے کو بال راؤ لوتے ہیں۔ ماما صاحب میرے ناموں میں۔ اور وہ مجھ سے
ریادہ تر کام لیا کرتے ہیں۔

عدل۔ (اچھے ہمارا ہیون سے مخاطب ہو کر) تم لوگ بھی میرے ساتھ میکیر کے پاس ملو
میکیر صاحب کی معرفت تمہارے بارے میں سفارش کی جائے گی۔ کاش ماما صاحب ہم سکو
ساتھ لے لیتے تو اچھا تھا۔ یقین ہے کل تک ہماری درخواست کا، اس گومال راؤ صاحب
لا دین۔

یہ کہہ کے عدل آگے بڑھا مادر جان اور اسکے ہمراہی بیچھے بیچھے قدم بردرم رکھتے چل پھڑ
ہوئے۔

حدا حد کر کے ایک گھنڈہ کا مل اچیلنے کے بعد اں لوگوں کا گدرا ایک صحرائے سرخار میں
تین ہرات جاہلی بھی جھاڑیاں نچھائے جب ساکھو کے محل میں ہوئے شہوت عدل
مادر جان سے لولا۔

دراؤ وقف کیجیے۔ یہاں آپکا ساتھ کچھ بے عوامیوں اور بھتیوں کا برائو ہوگا۔ آپ آتے
محاف کرین گے۔

خانصاحب۔ (صبر آلود لہجہ سے) کیوں کیوں۔ کمائیں لے کوئی معاہدہ ہے جس کے
بادا ش میں مورد عتاب ہو گا۔

عبدال - میں صاحب خطا کچھ بھی نہیں۔ ہم اپنے اصول کے مابند ہیں جس کوئی یا شخص ہم سے ملنے آتا ہے ہم اس کی ہر طرح حاجت کر لیتے ہیں۔

خانصاحب - آپ کو اختیار ہے جس قسم کا چاہے برتاؤ کیجیے۔

عبدال - آپ کی آنکھوں پر شبانہ چڑھا دی جائیگی اور آپ میکیر کے پاس بیوی دیا دیے جائیں گے۔ گستاخی تو ضرور ہے مگر میکیر صاحب کا حکم ہی ایسا ہے۔

خانصاحب - مجھے تعمیل حکم میں کب عذر ہے۔ لیکن میں نہ ماننا چاہتا ہوں آپ کو مجھ پر کسی طرح کا تنک تو نہیں ہے۔ کائنات طبعیت میری جانب سے ٹھنکتی ہوئی دین والیس جاسکتا ہوں۔ نا انا صاحب خود ہی آئین یا کسی اور کو بھیج دین۔

عبدال - میرا دل تو صاف ہو گیا ہے۔ اب کسی قسم کا اندیشہ آپ کی طرف سے مافی نہیں رہا۔ الائیگ صاحب کے حکم سے مجبور ہوں۔ اگر خلاف ورزی کروں تو میں ہے میکیر صاحب کے خلاف گذرے۔ اور اس میں سچ ہی کیا ہے۔ میرے خیال میں نا انا صاحب بھی ان باتوں سے ضرور خوش ہو گئے۔ غیر شخص کی حاجت کر لیں سو اماندے کے نقصان کی کوئی بات نہیں ہے۔

خانصاحب عبدال کی ماتین مان لین۔ عبدال نے رومال سے خانصاحب کی آنکھوں پر بڑی چوڑھائی اور قریب قریب میں منٹ اسی حالت میں اٹھیں چلا پڑا۔ اس کے بعد خانصاحب کی آنکھیں کھول دی گئیں۔ انھوں نے دیکھا لکھا ٹوپ جگل میں ایک خام حجرے کے سامنے کھڑا ہوں۔ عبدال نے آہستہ آہستہ حجرے کے دروازے پر دھکا دیا اندر سے آواز آئی کون ہے؟

عبدال - دروازہ کھولیں۔ میں پلٹ آیا ہوں۔

حجرے کا دروازہ کھل گیا۔ خانصاحب عبدال اور اس کے ہمراہی داخل حجرہ ہوئے۔ حجرے کے اندر جو بیٹھا تھا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بواٹنسی ڈاکو میکیر جلوہ در ہے۔

عبدال - (میکیر سے) نا انا صاحب ایسا مخبر بھیجا ہے (خانصاحب کی طرف اشارہ کر کے) یہ صاحب آئے ہیں۔ اپنا نام گوپال راؤ بتاتے ہیں۔ اور رشتہ میں اُنکے عہدے ہیں۔ اور وہ لفظ بھی انھیں یاد ہے جو نا انا صاحب سے ہم کو کون میں شناخت کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

ما صاحب نے کہا ابھی ہے کہ اسی وقت میکیر ہمارے حجر کے ساتھ چلے آئیں۔ دیر ہوئے میں آت دھری ہے۔

عبدل کی باتیں سکر میکیر نے گوبال راؤ سے بھیجے جانے کا اشارہ کیا۔
ادھر کسی شخص نے دوسری طرف سے خالصا صاحب کا گڑھا ہوا اشارہ کیا۔ خالصا صاحب نے
ہمارے دروازے پر معصوب بھی لستریٹ لے آئے ہیں۔ یہ بہت اچھا ہوا۔

باب تیسواں

میکیر اور عبدل کی گرفتاری
خالصا صاحب نے بھی اسی وقت داروغہ کی بات کا جواب اسی اشارے میں دیا۔ حلقہ کام
کرایا جائے۔ موقع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔
میکیر (خالصا صاحب کی طرف ترچھی نگاہ سے گھور کر عبدل سے) عبدل اس آدمی نے
اپنی باتوں سے تمہارا لو اطمینان کر دیا۔ مگر مجھے شک ہو رہا ہے یہ بنا ہوا آدمی ہے۔ اساتوین
دھوکا دیتا ہو۔

عبدل۔ حد رہ کرے دتمن کسی کے پیچھے مڑے ہوں۔ ایسی حالت میں عوامی نخواستی پر ایک
انسان کی طبیعت شک کھاتی ہے۔ یہ نوع عام بات ہے۔

میکیر۔ خدا کرے میرا گماں غلط ہو۔ مگر ایک دفعہ یہاں بھی جا چکے۔
اس وقت خالصا صاحب نے عبدل کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ داروغہ پوس بھی اس وقت باہر تھا۔ بار بار
انکی نگاہیں دروازے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ یا اللہ داروغہ صاحب ہی اندر آجائیں یہ معاش
ضرور مجھ پر چلے کر بیٹھیں گے۔ اور مجھے اسی جاں بیاں ناستوار ہو جائیگی۔
داروغہ کی اس پہلو تھی اور چال و رفت پر اس سے سخت غصہ آیا وہ اپنی بوٹیاں فوج رہا تھا
ادھر قسقلہ عبدل نے ہاتھ بیکار کر رکھی تھی۔

باقر خان۔ (جھلاہٹ کے ساتھ تیز آواز میں) یہ کیا کرتے ہو۔ اگر تم کو کچھ پھر دوسا نہیں
تو پھوڑ دو میرا سلام ہے۔ جاتا ہوں۔

میکیر۔ بغیر امتحان لینے اور اپنا اطمینان کیے کیونکر چھوڑے جاسکتے ہو۔ آواز تو بچاں
ہوئی معکوم ہوتی ہے۔ بیشک تم دھوکہ دینے آئے۔ ٹھہر جا بھی طرح آر مائیس کسی ایلی۔

باقدر خان۔ اس سے بڑھ کر اور کیا آرائش ہو سکتی ہے۔ اسی کو وہ نقطہ بھی بتا دیا جس کو
سوائے آپ کے اور نانا صاحب کے دوسرا جانتا نہیں۔ اسوں ابھی تک آپ کے
مشکوک ہیں۔

میکسیر۔ (عبدال سے) سب سے پہلے اس کی دائی موچھ اور سر کے بال کھینچ کر دیکھ لو یہ نقلی تو نہیں
ہیں۔ تھوڑا گرم پانی سے اس کا چہرہ صاف کرنا معلوم ہو جائیگا کوئی رنگ تو نہیں چڑھا ہوا۔
گرم پانی سے چہرہ صاف کر کے کی بات سکر خاں صاحب سادہ گھر سے گئے۔ کیونکہ
مخدوہ دھوئے سے اصلی صورت ظاہر ہو جائے گی اور وہ گرفتار کر کے حائلین گئے۔ اور دوسری
حاصل وجہ یہ بھی کہ یہ بھی تھی۔ اُس کے ساتھی داروغہ صاحب خدا جالے کمان مر رہے تھے
پیارے ان دونوں گرگوں سے کیے پیٹھے۔

قصہ کوتاہ میکسیر کے حکم سے عبدال نے ہمارے دوست کی دائی اور سر کے بال روٹ
لیجئے۔ لیکن خوش قسمتی سے دائی خوب مضبوط مدھی ہوئی تھی لہذا سبکی عبدال کو دائی
میں کوئی شک نہ رہا۔ ہوقت حال صاحب کا چہرہ حرارت سے سرخ ہو رہا تھا۔ کئی دفعہ ہی میں
آیا کہ سید قتل سے اس مرد کا سراوڑا دونوں مکسیر ساتھی داروغہ کے ایسے خطرناک کام میں
چوٹ دکھلا تا حالانت سمجھ کر خاموش رہا پڑا۔ اور میکسیر کی بے تکی باتیں سننا پڑیں۔

عبدال۔ دائی اور سر کے بال نقلی نہیں معلوم ہوتے۔ اس گرم پانی سے مخدوہ صاف
خالصا صاحب سمجھتا کہ اس کی پیشانی پر لگے سوچے اب دھر لے گئے۔ اب جاں نہیں بچتی
عبدال پانی لے کر آگیا۔ لیکن داروغہ کا پتہ نہیں۔ کیا اسے سانپ سونچ گیا۔ خدا جالے کمان
مر رہا۔ خاں صاحب کی آنکھوں تلے اندھیرا سا چھا گیا۔ اتنے میں ایک ترکیب ذہن میں آئی
آنکھوں سے سوچا داروغہ سے مل کر چکا ہوں جس وقت مصیبت پڑے رفیل دینا۔ رفیل نے
سے شاید وہ آجائے۔ اور ابھی تک ایسا ہی ہوا بھی اُسے سیدنی دی میں پہنچ گیا میری
زفیل سے وہ جان دینے کو مستعد ہو گیا۔ ضرورہ سیدنی کی آواز کا منتظر ہو گا۔

خالصا صاحب نے فوراً جیسے سیدنی نکالی اور زور سے یونک دی۔ سیدنی سننے ہی میکسیر
بڑی پھرتی سے اٹھلا۔ اور سیدنی کے خاں صاحب کی طرف دوڑا۔ عبدال کو ٹاپا دینا چاہتا تھا
چھراٹو خاں صاحب نے چوٹ لگیا۔ خاں صاحب مجھ و تیم اور طاقتور جوان تھے۔ ایک ایسی
لانت جڑی عبدال قتل لکھتا ہوا دور جا کر۔ اور سیدنی و اسوں سے بوٹیاں نوچتا ہوا چھپ پڑا۔

حانصا جس نے اُسے بھی نیچیاں دیں۔ اسب اُسکے غصے کا یارا ایک سوکئی درجے پر پہنچا فوراً ہی بیستول نکال کر خانصا جس کا ستارہ مالدینا۔ انہاں سے گولی کلک کر دیو اس سے کلکرائی۔ خانصا صاحب بیخ گئے۔ میکیر کو ماسب کہاں تھی۔ جھلا کے اٹھا چاہتا تھا پھر خانصا سے کہتے گئے تھا ہو۔ مگر وہ سہما ہاتھا۔ خانصا صاحب طاقتور عیران تھے۔ اگر کھڑے تو بیس ہی اس کے رکھ دیئے۔ دور ہی سے دود بک رہی دور ہی سے غصے ڈبے دکھا رہا تھا۔ ادھر دار و فوج دندناتا ہوا کویٹھری بین داخل ہوا اور آتے ہی عدل کے ہاتھ یا فون کس کر مالدینے ادھر خانصا صاحب میکیر کی خبر لے لی۔ یاس ہو نگر تڑاق سے اسی کے بیستول کی دو ایک ٹھوکرین دین اور ہاتھ یا فون مار دھک سیدھا کیا۔

خانصا صاحب کی آنکھوں میں خاک چھونک کر میکیر کتنی ہی بار بھاگ چکا تھا۔ اب نہ بھاگ سکے اس لحاظ سے انھوں نے رسی سے خوب ہاتھ یا فون کلک دیئے۔ اسکی جیسے ایک تیز زہری تیشی اور ایک رپو الو ر سنا ہوا۔

میکیر آتش معصیت کا سب ہو کر جامہ ہندو سب سے ماہر ہو رہا تھا۔ لگا بے لفظ سامنے او۔ سور۔ پاشی بد معاش تو ہمیری جان کا گاہک کہاں سے آگیا۔ اسوس دہی ہوا حیرت سے سوچا تھا۔

خانصا صاحب۔ کیا پھر بھاگے کا ارادہ ہو۔

میکیر۔ اب بھاگ کر کیا کروں گا۔ اپنے گناہوں کا کفارہ ہونا ہی چاہیے۔ قلب و جگر سے دماغ تک جس جوت سے جھٹکیاں سلگتی رہتی ہیں آخر اسکی گرمی بھی کسی نہ کسی دس ٹھنڈی ہونا لازمی ہے۔ میں نے سرکاری نقصان مت کیے۔ سیکڑوں کی حامیں لمبا کیں سیکڑوں کے گناہوں کے فون سے ہاتھ بھرے آخر انکا خمیارہ سوا سے میرے ادر کون بھلے گا۔

خانصا صاحب۔ اس کے لیے خدا سے دعا مانگو۔

میکیر۔ ایک گناہ ہو تو یہ تو یہ کر لی جائے۔ آسب معصیت سر سے گزر گیا تو خدا بھی معاف نہیں کرتا۔ وہ سہ معاف ہو۔ کبھی ان گناہوں کو درگزر نہ کرے گا۔

ناظرین! ہم اسوقت میکیر کی پرستیاں لکھاں کیا بیان کریں۔ اسوقت مگر بہت سے عالم دین ہر سو نظر ان پر کبھی اپنے گناہوں کی تلافی چاہتا ہے اور کبھی جوت سے دعا آگتا ہے اور کبھی اُسکے گناہوں کے سوا وہ حاکم سین میں پیش ہو جاتے جہاں وغیرہ

سوا سے موت کہہ دی نہیں سکتا وہ سمجھتا ہے حضرت غزالیؒ کی روح دھس کر لینے کے لیے آیا جاتا ہے ہیں۔ لگڑا مرے کے بعد بھی بچا نہ رہیں۔ وہ ان بھی عذاب الیم میں گرفتار ہونا پڑے گا انیسویں آسمان پر جتنے شخص وسوسہ سے بھرے ہیں۔ سب اس طرح ہیں کہ ان میں سے کچھ ہیں۔ اب اس دور جلاوٹ کا بیجا ہوا ہاتھ تیغ اجل کی طرح میری گردن پر پیلے گا۔ سہرا لگے ہو گا دھڑلک کر رہے گا اور کٹی ہوئی رگوں سے خون کے فوارے پھوٹ پھوٹ کر میری کھنٹ لاش پر اٹھ اٹھ آئیں گے۔ انہی عمر آئی کبھی کوئی نسا اب کا کام نہ لیا۔ معاذ اللہ گناہوں کا پستار گردن پر رکھا ہوا ہے کیونکہ پچھلے مفاہمون سے سبکدوش ہو سکا ہوں۔ یا اللہ توبہ عا مجھے اس مفید کتاب سے آگاہی میں نے اچھے ٹیڑھے غیور اور دوست و دشمن میں مطلق امتیاز نہیں کیا اپنی خود پسندی سے جو جاتا تھا کہ نہ تھا۔ غرض کہ آج کا کام میں یہ کیا تھا اور حالت سے خالی نہ تھی۔

باب بیست و نهم

اقرا رکنہ

کایور۔ ستر چل میں ورائس کا دفنہ فنانکس تفریق مسکا نام رابرٹ میکسیر ہے آہنی پیر
و طوق و سلاسل میں جکڑا ہوا پڑا ہے، عبدال اور اس کے ساتھی شہرہ اہستہ بھی اسی چل
کے دو سر کرے میں پڑا ہے کھڑکھڑا ہے، عین۔ ان بار محاسنوں کی گرفتاری نے تمام شہرین
پلی چل مچا رکھی ہے۔ اسی دن بعد دوپہر کے لارڈ کینگ کا مصلحتاً ذیل تاریخہ باقرہ ان کے
نام آنا۔

”آپساک کی کوششوں اور جانستہ بیون کا شکر یہ ادا کیا جاتا ہے۔ آپسکے تاج پر لایکے
ساتھ تودہ رفاقت کی اور وہ خیر خواہی و کھلائی جس کا اعتراف کل رئیس قوم کو ہے۔ اس
فرامیسی ڈاکو بیکر نے ہندوستان کی رعایا کو خدا واسطے اسگریزی حکومت سے بدظن کر دیا
تھا۔ نا ناسی کی ان گزشتہ کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہاکونی بین اسی نے ٹھہر
اس بات کی تحریک
رٹو سون بین ورنی سہتال

اس بات کی تحریک
 رتوں میں جو چھٹی ہفتال
 کی جاتی ہے وہ ایسے ہائوں کی ہے جسے رشور سہارا
 دونوں کے درمیان کے
 مذہبوں میں منوع ہے۔ سرکار کا مقصد یہی ہے کہ دونوں اقوام کے درمیان میں رشتہ ڈالے۔

اسیوں اسی ملحوں کے بھر کا لے سے بوج لے کا رتوس لینے سے انکار کر دیا۔ اور ملک پر آشوب ہو گیا۔ لیکن آسیہ کی ہمت اور درویشی عقل اس شہیدہ ماری دلداری سے غافل تھی اس کی اندر دنی ساز ستون کا ترکہا پر جسے نہ دیا۔ بلکہ اس مردود حلال کو با زری کے حراست میں لے لیا۔ آج میں نے کل کیفیت سے گزشتہ عالمیہ کو اطلاع دیدی ہے۔ تانیا ٹوپی بھی مستحکم آدمی ہے اس کے خوار و عادات کی حالت کرتے رہیں گے۔ یہ بھی اُمید ہے۔ ہمارے لیے ملک میں اگر کوئی کاٹھارہ گیا ہے تو وہ تانیا ٹوپی ہے۔ اس کا ٹے کا بھی نکال ڈالنا عین دانتندی ہے۔ ہم لوگ میکسیر سے روانہ اس سے حائف ہیں۔

ہر چند میرا رائے گری کے اتنا ہی سننے مانگوں کے چھکے چھڑا کر اس کے نظام کے برعکس ہاتھوں سے غریب رعایا کو پیڑ لیا ہوا گراں سلال (نوجی فالو) کے عملہ رائے کی سختی کی کسی کو اطمینان سے پیچھے کی اجازت نہیں دیتیں۔ سرد کی پر آشوب آبر کی چلی ہوئی رعایا بھی ملک و بے عمت کا پٹہ گھروں میں نہیں آئی۔ گروگسا آئے اور اسے گھروں کو لے جاتے ہیں عام سوریٹیں مٹ گئی ہیں اور ممت کچھ اطمینان ہو گیا ہے۔

بوتھان کے پاس پہنچے۔ یہاں کی عقلیں کہ انڈیا کے لیے جو اس کا لے گشت لگا رہے ہیں اور ممت کچھ فوج دے گی راصلوں سے کہ ہنسکر فرام کر لی ہے ایک ممت بڑا ہنگامہ ملک میں پھیرنے والا ہے۔ گروگسا حسب بیہرہ کے کا فیصلہ ہوئے کسب ملنے والے تھے۔ ایک دفعہ ہمیں دو تیرے بارچہ کے کھا چکے ہیں یہ بیہرہ میں آؤنا کر کل گیا ہے۔ خانصاحب آج گا رڈن صاحب سے ملے گئے۔ سنا پاگل حالے کی ہو اکھا رہے تھے مگر مکان و اس کے آگے ہیں۔ اگر افسر کسی قدر کم ہو گیا۔

خانصاحب حسب لے توڑے تیا کسٹا آٹھ کر فلگا پیر ہوئے۔ یاس بٹھالیا۔ خانصاحب سے پوچھا۔

اسب فرما کیے مزاج کیسا ہے؟

گا رڈن۔ اچھا ہوں کسی قدر مضامین کی ہوگی۔

خانصاحب۔ غائب آتے ہی سنا ہو گا یہ کس گروگسا ہو گیا ہے۔

گا رڈن۔ ہاں رورے مجھے کہتا تھا۔

خانصاحب۔ ۱۵۰۰۔ یہ حراک سے جہت نامی غفل ہے۔

گارڈون - ہائیں وہ اسے کہا ہوں - سے سہل ہے - یہ تو شخص کی بات ہے۔
خانقاہ صاحب - ہاں خراب - وہ خدا سے اسے گناہوں کی تلقین چاہتا ہے بلکہ بدعت

مارگاہ مہدیت میں جاکر تارہتا ہے۔
گارڈون - اب اُسکے والد کا مطلق کیلئے - اس کا عقل ٹھکانے ہوئی بھر جاتا ہے اس کے
گناہوں کا نعم اللہی عطا کرے - کیا میں اُس سے مل سکتا ہوں۔
خانقاہ صاحب - ہاں - آج ہی آپ کو میں اُس سے ملا دوں گا۔

یہ کہہ کر خانقاہ صاحب کمرے سے نکل آئے۔ مراد سے اسے اترتے وقت میں روز سے
طلاقات ہوئی اُس نے کہا

وہ خانقاہ صاحب انسان کے لیے کسی کے عہدوں پر خاک ڈالنا اور شیعوں کی کرناعی مثل
صواب ہے۔ خدا سے عفو کو بہت ترار تبہ دیا ہے۔ میری التجا ہے آپ اسے کسی طرح بچا لیتی سے
بچا لیں تو بہت ہی اچھا ہو۔

خانقاہ صاحب - یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔ عدالت کے ہاتھ ہے جو انصاف ہوگا
کوسے گی۔

روزہ میرے جیالمیں، مقدمہ سٹرکٹشن صاحب سس نے لی عدالت میں ہو گا وہی
فیصلہ کریں گے۔ بہت اچھی بات ہے مجھ سے اُس نے شناسائی ہے میں اُسکے پاس جاؤ گی
خوشامد کروں گی کہ خدا کے لیے اس میکس کی جان پر عذاب نہ نازل کیجیے۔ چنانچہ اُس سے
یہ ایسے ایسا ہی ہے تو جلا وطن کر دیجیے۔ روز خیر خدا ایسے شخص کا فیصلہ جو وہی کر دیا گیا
کہ وہ نکلے من ہاتھ بھریں۔

خانقاہ صاحب - سٹرکٹشن بھی تو آج میکس سے ملے داے ہیں۔ تمہاری کیا آرا
ہے بعد وہ میرے اُنھیں بے جاؤ گا۔

روزہ - اُنکی تمنا ضرور پوری کرنا چاہیے۔ سولی میں سناٹا ہے کہی راہ ہے جس وقت اُنکی
جو خواہش پوری کی جائے اس سے بھی مرض دفع ہوگا۔

خانقاہ صاحب - لیکن میرا دل تو خفت کھاتا ہے۔ کہیں میکس کو دیکھ کر غصہ نہ کر لیں
پچھلی باتیں یاد آجائے۔ وہ تو ہی کھوئی حواریت آجائے گی۔ انجرات دماغ پر پڑھ جائیگا
قلندر عقل بین ہی۔ لا ینالہ من عین انما نہ ہوہ البیہ کا۔

اس کے اندر یہ چاروں شخص اس کمرے کی طرف گئے جہاں بیکیمر کھڑے تھے اور اہلکار
یہ کمرہ ان تینوں کے پاس سے پارک سے علیحدہ کسی گوشہ میں تھا۔ وہاں ہر شخص کے اپنے اپنے
روکے تھے

یہ چاروں شخص اس کمرے کے سامنے کھڑے ہو کر اندر کی ایک دھماکا کر رہے تھے
جیسے ایک فٹ سے اونچے میں آئی۔ بیکیمر کی حالت متعجب تھی اس کا وہ میکسٹرین رہا جس نے
اپنی سٹول پر سے ہاتھوں کے پاؤں سے وہ بڑے بڑے کمرے میں سے
سینے اور دیکھے تھے اس کے روئے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جسے کبھی غم نہ ہوئی تھی
کام کیا ہی نہیں آج بیٹھا ہوا اس نے پچھلے گناہوں پر اسے ہمارا ہے۔ اور وہ اسے ملزلی
سے دوسرا رہا ہے۔

دوسرا نفر یہاں سے گئے ایک چاروں شخص چاروں ہاں کھڑے رہے بیکیمر
کی آنکھیں نہ لگانا تھیں نہ کھلیں گویا وہ مراستے میں تھا۔ خدا کا پاک جہاں اس کے ساتھ
پھر رہا تھا۔ اس چاروں شخصوں میں کسی کو برکت نہ تھی کہ اس کا خدا سے الگ ہونے کو سے
بٹھا کر اپنی طرف سے متوجہ کر لے۔

۲۵

باب چہارم

گناہ کا کھارہ

اسی حالت میں کھڑے کھڑے دن منٹ گذر گئے۔ ایک ایک ایک نظر ان شخصوں پر
پہرہ پڑی۔ ان کے دونوں ماؤں ورنی پڑیوں سے کہے ہوئے تھے۔ بدقت تمام اٹھا اور
بڑی ہی عیسوی اور ختمہ حالی کی حالت میں ان لوگوں کو کھڑا کیا۔ ان سے وہاں دھل کر اس کے
دو چاروں پر گر رہے تھے۔ گویا وہ بے بقارت کے نکالنے کی آہ تھی ایک سہیل نکال تھی۔
رہتی اعلیٰ خاندان کے بولے کو اس کی اس حالت نے نہ پا دیا اور سکتے کے عالم میں
کھڑے کھڑے ان کے لوگوں سے کھلا۔

بیکیمر اسٹرگا رٹون۔ مسٹر رور۔ اور بیٹن صاحب تھے جسے آہے ہوئے۔
خاندان صاحب کی باہر سے بیکیمر نے نہ پا دیا نہ کھڑا ہو گیا۔

”آپ لوگ انسان نہیں ہیں۔ بلکہ آپ لوگ خدا کی ہر شے کی روحیں ہیں۔ اگر

آپ صاحب ساری بنائیں مدامس کر دیں گے۔ لوہا بے ناک کے۔ انہی کے مریح
دامسے میں کئی جواہر دکھائیں گی۔ اور وہ مجھے دکھائیں گے۔

گارڈن، یکرا میں سے تھاری لکھی یہاں کل مٹا لیں مدامس کیس۔ مٹا لیں اپنی
رسمت کے سایہ میں۔ اُسکی داس مٹھو را جم ہے جس دیا اُس کے آگے کوئی باب
ہی نہیں

میکیک (روز اور پڑھیں) کہ ان کے مدامس ہو کر) ہاسے میری ذات سے ہم دونوں
یروہ وہ لائن نار لہا ہوئی ہیں جسے ہاں سے اس وقت میرا کمرہ نکال پڑتا ہے۔ مگر وہ روز
تھاری عہد کی قسم کھا چاہیے۔ بھاری مستقل ارادوں میں دراجی درجہ آیا۔ اور تم
اپنی بات سے بہ چرخا اُس سے بہ چرخ۔ میں اپنے اعمال کو پہنچ گیا۔ میرا آخری وقت ہو
ہو گیا بھی مری خطاؤں کو مٹھو کا لاس ہنادو۔

روز اور پڑھیں سے کہا۔

تھاری جتنی خطا میں جھپٹیں ہم سب کے درگزر کر دیں۔ اسب حد سے مستعدی میں کہ

تھارے اوپر اپنے فضل و کرم کا سایہ ڈالے جس میں تھارا اٹھلا ہو۔

میکیک (گارڈن سے) میں نے آپ کا بہت کچھ نقصاں کیا۔ اور بہت ستایا۔ جو کہ
آپ بزرگ یہ اسان اور درشتہ صفت آدمی میں اس بے تاحیات مجھ کو اوسی نظر
دیکھیں جس نظر سے ایک بے صداقی کہتا ہے۔ تھفس و ہم ماطفہ دوست کو دیکھتا
رہتا ہے۔ اور وہ تمام رنجش امیر باقین دل سے مٹا دے۔ بے جنگی وجہ سے ہمارے
اور آپ کے درمیان دل میں گرہیں پڑ گئی ہیں۔ اور بکا خیال نہ مجھے اسوس بھگتا
پڑا ہے اس وقت میری دو ماہین اسکو قبول کرنا پڑیگی۔

اول۔ آپ کے تیس ہزار کا ایک اگر نہ بکارت بھنا لائے کے لیے مجھے عیبت
فرمایا تھا۔ حالانکہ باقر خان نے بہت کچھ کر دیا و ش کی اور بکا نہ بھنے پر
لاکھ زور مارا اگر میں اپنی جالا کی بے بینک سے روپیہ نکال ہی سے آیا۔ ابھی تاس
اُس روپیہ میں ایک پیسہ بھی بیچ نہیں ہوا ہے۔ بھو قدر دیمہ اور باقی نوٹ
رکھے ہوئے ہیں۔ آپ میرا کر کے اُس کرے میں جائیں جہاں میں رو قید
کی گئی تھیں۔ وہاں غریب رویہ دیوار کے گوشے میں آہنی صندوق زمین میں

دن ہے۔ اُسی صندوق میں کل روپیہ آپ کو لپٹا لگا۔ میں نے یہ روپیہ آپ کو خوشی خاطر بطبیب
رغبت بلا اکراہ دادا آنکھ دڈالا۔ اگر آپ روپیہ لیے سے انکار کریں گے تو مجھے مرے
کے بعد بھی صدمہ ہوگا۔ اگر قبر میں روتے پریتاں ہوں گی۔

دوم۔ اوی صندوق میں بکاس ہزار روپیہ کے نوٹ اور بھی رکھے ہیں اُن روپیوں سے
اسی کا پورے تہہ میری یادگار بنیں ایک چمچ کھول دینا اُسی چمچ سے عریب مسکین دنیا
کی بدورتس پہتی رہے اور انوار کے دن یاد دہی صاحب میرے حق میں دعا کے معصرت
کیا کون۔

گارڈن۔ تمھاری آدمی درخواست سر و حتم جیالا لگا۔ لیکن پہلی درخواست میں عذر
ہے وہ ہمیں مان سکتا۔ کیونکہ وہ روپیہ جب میں آنکھ دے چکا تو میرے کس کام کا۔ وہ داپا
نہیں ہو سکتا۔ موبہ نہ پیر کا داپس لے لیا بھی اخلاقی جرم ہے
میکسیر (اُس کو کھر کر) اُسوں بھی سوختہ قسمت اور گنگا رکی انوائس تم نے بھی نہ سبین
میکسیر گارڈن خاموش رہے۔

میکسیر۔ جناب عالی اوہ میرا اندوختہ سرمایہ نہیں ہے وہ دھوکا دیکر بھرا ہے لیا گیا۔ پھر
میرا حق ہی کہہ دو اُک آپ سے اُس سرمایہ کو لیے۔ سے انکار کیا۔ تو میری روح گورن
بھی کھوکھری بن گئی۔ کیا میرے مرے پر بھی تکلیف دینا آپ کو گوارا ہے۔ کیا میرے
دل کی لگی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر بیٹے اُسوں۔

میکسیر کی بائین سکرو زایہ والدہ ماں اُسٹر گارڈن سے بولی۔

”آپ روپیے لے لیجیے۔ اسکی آخری دونوں استدھائیں پوری کرنا بھی ایک قسم کی
ایمانداری ہے۔ ایمان فروش نہیں۔ ہمت ہوگا اُس روپے کو اپنے ذاتی مصروف میں نہ
لائیں گے کسی اچھے کام میں خرچ کر دیں گے۔

روز کی بائین سنگھ، میرا گارڈن صاحب سر سکوت میں غوطہ رن رہے پھر میکسیر
بولے۔

خیر۔ روز کی سہارش سے تمھاری پہلی درخواست بھی قبول کی جاتی ہے۔ خدا ہے رتر
تمھاری روح کو دائمی سرور عطا کرے۔

اس کے بعد گارڈن۔ پیٹیشن۔ اور روٹے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر میکسیر سے

دعائیں مانگین۔ یا کہ حد اقصیٰ مسیح کے ظہور میں اس شخص کو بچہ موت سے بچائے
وہا کے لئے بھونے ایسے مکان کو مراعیت دے مانی۔

باب چہیتسوال

مسافر کا پیام

رات ایک میر سے زیادہ جاہلی ہے۔ وہ گستاخوں کو کہ الاٹاں۔ تار کی ہے یا کسی ترہ
دروں کا دل۔ شب ہی یا سون کی پہلی سہل۔ ہر دو لہر حریب ٹیکنا مل رہا ہے۔ کلید دل ہا
ہے کہ کہیں ٹھوکر نہ کھائیں گرنہ پڑیں ایک تو اندھیرا قیامت ڈھار رہا ہے اور اسیر ہوا کے کلہ توڑ
جھوٹے راہروں کے ماٹوں اکھاڑے دیتے ہیں۔ ہمارے ہیرو مسٹر مارو جاں رسالدار
اس قیامت توڑ اندھیری کا کچھ خیال کر کے سنڈیل جبل سے زیادہ یا ایسے مکان کی طرف مرا
فرما رہے ہیں۔ راستہ بھر عذر کے ہوتے رہا واقعہ اور بیکیہ کے دل ہلائے والی مانوں کا خیال
رہا اور اسیر عذر گناہی اور عذر استے معافی مانگنے سے ان کے رشتہ فیلد کو بالکل معطل کر دیا۔
اوہ جسکی تمام عمر گناہ کر کے گدڑی ہو جسکا دامن سے است سے آؤدہ ہو۔ آج وہ
مسٹر برگ پر لٹنا ہو اس محوری سے تو سر کر رہا ہے۔ اسکا دل کیسا موم ہو گیا۔ وہ بین
جانتا کون ہوں کہاں ہوں۔ وہ اپنی سیدہ کاریوں کا خود ہی معترف ہے۔ وہ اپنے نامہ اعمال کا
خود ہی دھچکان اڑا رہا ہے۔ ساری کسرتی بھول گیا۔ خدا کے کارخانے میں کس کو دخل ہے۔
گھڑی بین کچھ گھڑی بیز آچھ۔ ہم دیکھتے ہیں۔ میکیر سے اسے یا زماںہ حیالات کا اظہار مسٹر
گارڈ سے کر دیا ہے۔ اسکا دل صاف ہو گیا۔ وہ راستی کا سہا برہ ہے۔ قہر جلا کی بیگاری
اسکا کھن بہشتی چوٹک رہی ہے اسے اپنے پچھلے گناہوں پر حسرت ہی ریح د ا صوں ہے۔
اں حیالوں کے آچھیرے ہیں جیسے بوسے ہمارے خانہ صاحب اسے مسکن پرست رہا
فرما ہوئے۔ دروازے کے اندر در کہ ہی تھا کہ بکا یا کسا کوئی سے کہتی نظر آئی۔ بائیں
پہ کیا میر ہے۔ کہ ہوئے حالہ صاحب سے وہ سے اٹھالی۔ در آ کے لنگس بر راہو
ٹیک دینے۔

وہ نور کی طرح چمکلائی ہوئی سے کیا تھی۔ یہ ایک خط تھا خانہ صاحب ہی کے نام سے
کسی شخص سے لکھا تھا۔ وہ کسی کے سب سے جا کر ترہا ذیل کا۔ طریق دیں ہیں۔

دوست مافرحال

کسی خاص ضرورت سے مجھے دلی چھوڑ کر بیان آیا۔ کیا تم مجھ سے مل سکتے ہو آج صبح
سب کرنا صاحب کے محل کے پھیلاؤ سے در تکلیف کرو۔ ڈویژر مانوں میں متورہ لیا ہے خط
تمہارا صادق آتا

ایک سنیا سی

یہ سنیا سی کون ہے؟ مانتیا لٹی تو دلی گئے تھے۔ کیا ہی مجھ سے ملے آئے ہیں۔ یا کونسی
کا گڑھا ہو کوئی حال ہے۔ شاید گرفتار کر لیا جاتا ہو۔

رات کے مارے گئے ابھی تک کوئی رائے نہیں۔ دیر تک انھیں میں پڑے رہے
کے بعد خان صاحب نے داروغہ پولس کو لکھوا دیا۔ اور سوچا در آئے بھی متورہ لے لینا چاہیے۔
دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔

داروغہ پولس سے آکر کہا۔ یہ لوہے قسم کی گڑھت ہے۔ مانتیا لٹی یہاں کہاں۔ وہ روٹو
ہے۔ سرکاری حاسوس اسکی لائن میں خاک چھا رہے ہیں۔ کناٹے معلوم ہیں کہ گرفتار
ہو جاؤنگا وہ ہرگز نہیں آسکتا۔

حالانکہ داروغہ کی باتیں بھلاہے تھیں لیکن خان صاحب کی زندگی تو ہمیشہ خطرے ہی میں
گئی ہے۔ عدو کے پرستوس اور تشویشناک رائے میں لوگوں سے دبا سمٹ کر بیٹھا گیا۔
اور اب محکمہ امن و امان کی کوری پھیری ہوئی ہے۔ انگریزی رعیت و داب کا سکھ بٹھا ہوا ہے
خان صاحب سے کب بچلے بیٹھا جاتا تھا۔ آخری جذبات کے جوش سے اٹھ کھڑے ہوئے حالانکہ
خط پر کام کا نام نہ تھا صرف سنیا سی لکھا ہوا تھا۔ پھر بھی ایک بار دیکھ لینا تو ضروری ہے
داروغہ کو ساتھ لے کر چل کھڑے ہوئے گرجاں کی حفاظت کے لیے ایک ریلو اور
اور ایک قزولی کمرے نکالی۔ جسوقت یہ دونوں شخص نانا صاحب کی چوبلی کے کھنڈر
میں پہنچے ہیں گھڑیاں سے گھنٹہ ایک چو لگائی۔ خان صاحب داروغہ کو کسی چھاری میں بھی کر کے
خود نانا صاحب کے محل کے پھوڑے گئے۔

نانا صاحب کے محلات کے کھنڈر بظور ڈال کر اس محل کے لبوں سے یہ شعر بہت ہی جرات
کے ساتھ نکل گیا ہے

ار نقش و نگار در دیوار است کہ
آمار بہ بدست خدا وید غمسم را

آہ جو محلِ رات دلِ بیلِ بیل کا مکر تھا۔ جہاں وہ سماں تھے کہ ماحد ازلِ بہت
 اقلیم لے بھی خواہیں نہ دیکھے ہو گئے اسوقت اسکی ستاں و شوکت کا ستم طہری طور پر
 اُنٹ اُس انقلاب کے زبردست ہاتھوں نے اسکی ساری حوساں محل کے رکھ دیں۔ ہتھوں
 کی حاسدانہ نگاہوں اور اُنکی لوٹ مار اور عداوتی نے یہاں کی ساری رونق کو مست و داؤد
 ہی کر کے چھوڑا۔ اب اُس ملکِ رعوت محل کے بجائے صرف کنڈر اور جید ٹھہڑیاں باقی
 رہ گئی ہیں۔ سختی حالت زار پر حسرت و یاس کے آکسو ٹپک پڑتے ہیں۔ آہ زمانے کا بھی کیا
 اُنٹ پھر ہے۔ اس کے حصارِ بچوں میں کیسی زبردست طاقت ہے۔ کون اُس سے سر
 ہو سکا ہے۔

خانصاحب سے تام کنڈر کے گرد چکر لگایا۔ آدمی کی بوتاک نہ آئی۔ بالکل اندھیرا گھٹی۔
 سنٹاٹے کا عالم۔ اول رات کا دست اور پھر کالی کالی گھٹاؤں کا اتر دام۔ خانصاحب
 مانوسی کے عالم میں ایک بیٹاں پر بٹھ گئے۔ کبھی کبھی بجلی کی چمک سے دور کی غیر محسوس ہوجاتی
 ہے۔ پھر اندھیرے سے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوچھائی دیتا۔ عین یہی حالت خانصاحب کے
 دل کی ہو رہی ہے کبھی کبھی درسی امید کی جھلک نظر پڑ جاتی ہے۔ پھر مانوسی کی سحت
 مار کی بین دید کہ دل تک کو رہ جاتے ہیں۔ سیار۔ گیدڑ اور فیڈکوں کی آواروں سے
 دل دہلا جاتا ہے ایسا تو نہیں کوئی شکاری درمہ تاکسین میٹھا ہوا درِ عامل باکر ٹوٹ
 پڑے۔

اتنے میں گھڑیالی نے گھٹے پر صرب لگائی۔ بین بھگئے۔ اور کوئی آتما جاتا دکھائی
 نہ دیا۔ المتہ بادل رور رور سے گرتے لگا۔ گڑ گڑا ہٹ میں آمدنی بانی کا شور مل گیا۔
 ٹڑے بڑے چھتارے درخت اکٹڑ اکٹڑ کر زمیں کوں ہوئے۔ لگے پھیر وں کا پھوس
 اکھیروں کی طرح اڑنے لگا۔ ہوا کی کڑک سے زمین کا طبق اُٹھا جاتا ہے۔ خانصاحب کے
 حواس غائب۔ مکان بھی قریب نہیں۔ جا بکس تو کدھر جائیں۔ کیا یہس کی مٹی بھی وہ
 تخریر جدا جانے کس کی بھی۔ دہمن نے اجتماعِ عوص لیا۔ سنیاسی نام جالی بنا ہے
 کے لیے لکھا گیا تھا۔ اس آمدنی پانی میں کمان بیٹھے رہ گئے۔ گھر جگہ آرام کو کسی دھرماز
 نے مجھے ہلکان کر کے لیے دوسطرن گھسیٹا لیں۔

خانصاحب سے وہیں بیٹھے بیٹھے پولس داروہ کو آوار دی بیٹی بجائی۔ اور جو دوسرا بیگ

عالم میں دلی یا مع عدم آ کے ٹھہ گئے۔ اتنے میں میل کے درخت کے نیچے سے کسی شخص کے یا لون کی چاب سٹائی دی۔ خالص صاحب عالم عیال میں بیچ اٹھے۔ کون ہے کیوں جو راچکون کی طرح پھر رہا ہے سر سے پاس کیوں نہیں آتا۔
خالص صاحب مجھے ہو ہو کوئی دشمن ہماری تاک میں لگا ہے راجور دیکھتے ہیں۔ بجلی کے کوہر سے معلوم ہوا ایک شخص آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا اپنی طرف ٹھہرا۔
خالص صاحب نے پھر سیدی دی۔

وہ شخص کھڑا ہو رہا۔ اس اتنا میں بادل پھٹ گئے یا نہ کل آیا۔ خالص صاحب دیکھا ایک شاہواری شخص گیسے رنگ کی کنگی کے پھوٹ لگا لے۔ کڑیں کو بین ڈالے دوغیر داڑھی کا مصایا ریر کل ایسا دہ سے۔
خالص صاحب کے دل میں اسکی سہیت دیکھ کر اور بھی گتھیاں بڑ گئیں۔ یہ ملاکون ہے ایسا تو نہیں تاقتا ٹوٹی تبدیل وضع سے آیا ہو۔ یا دمنوں سے پھانسی کے پے کوئی حال کھڑا کیا ہو۔

خالص صاحب نے کمر سے بیٹول نکالا اور دیکھ کر پوچھا۔
”تم کون ہو؟ دوست یا دشمن؟“

اسکے آس پاس کے پیٹھے سروں میں عباب دیا
کیا تم میرے آس پاس موثر لفظ و عنایت کو قبول گے۔ بہت تم ہوا اندر ہو کر اس وقت پر سے کھڑے ہو۔ میں وہی شخص ہوں جسے تم نے بھار سے سفیدہ عمر کو بھرنا میں غرات ہو کر سے بچا لیا تھا۔ بچا لیا اور کوئی پتہ دور خالص صاحب نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا ایک مہرے کشنی عمر کے آپ ماخذاں گئے تھے اسوقت اسکے لے سے مجھے وہ سرست حاصل ہوئی ہے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کی ذات سارا نئی اور دلی جذبات کو بین چھپاتی اسکا مجھے فر ہے۔

تیاقتیا۔ تم تنہا کون نہیں آئے۔ بولس کے دار و فہ کو کبوں ساکھ سے آئے کی پھر شخص اعتبار نہ تھا۔

خالص صاحب نے۔ جاسپا! اعتبار کیوں نہیں اس دوہاں عذر میں بھی آپ نے جو لگا ہوا، روضہ کی عذراست کی میری وہ ایسی لاتی تھی جتنی تار تاجہ و شاد و پچھید اور

دسیج ہوگی آپ کا طرز عمل واقعی قابل احترام ہے۔ آپ کو یاد ہوگا استاد امین حضور نے گورنمنٹ کی تعداداری سے وابستہ رہے کا سبق مجھ کو دیا تھا۔ اور اسی تعلیم کی بدولت اس وقت میں برٹش قوم کے نزدیک سرحدوں سے دور ہوں۔ یہ ایک فیس ہے اور کیا کہا جائے۔ چونکہ رمانہ فقہ مردار ہے ہر اردو دستا ہر اردو متعن ہوتے ہی ہیں۔ اس لیے تنہا آنا نہ سمجھ کر داروغہ پولیس کو ہمراہ لیتا آیا آپ کسی طرح کا شک نہ کریں۔

تانتیا۔ کیا داروغہ پولیس پر ہمیں زیادہ اعتبار ہے۔ کیا وہ سرکاری ملازم ہو کر تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے گا۔ میرے خیال میں وہ سرکاری جرموں کو بغیر ستراج تمہارے گرفتار کرے گا کسی ڈیوٹی پر ہی ہے۔

خاندان صاحب۔ ہمیں۔ پیر میرے احترام کبھی کسی کام میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ تانتیا۔ تو اس سے کہو۔ گھر لیٹ جائے۔

خاندان صاحب۔ بہت خوب۔ چلا جائیگا۔

یہ کہہ کے داروغہ پولیس کو کواڈزی۔ اور اس سے کہا۔ تم لیٹ جاؤ۔ یہاں کوئی کام نہیں ہے۔

داروغہ پولیس ہاتھ جھلاتا ہوا میلا گیا۔

اب جٹا دھاری تانتیا اطمینان سے نانا صاحب کے ٹوٹے چھوٹے محل کو ٹنگی مار کر دیکھنے لگے۔ کیا جانے کتنے قصورات کا سکہ بیٹھ گیا۔ دل حسرتوں کا زہر بن گیا۔ سوزش قلب کی گرمی نے اگلی عجیبی بندھی ہوئی امیدوں کو خاک کر دیا۔ افسوس اس فلک رفعت محل کی دیواروں کا بھی تیرہ تیرہ وہی خستہ گانہ راسے کی طرح نالود ہو گیا۔ جہاں رات دن ویسپی برستی رہتی تھی وہاں نوم کا آشیہ ہے۔ اسے فلک کینہ پر از زم زمین کیا سے کیا کر دیتا ہے۔

کل رقص کتناں غمے جن سڈیروں پر مور

سے آج دہان پر آشیانہ چیلون کا

کچھ و بڑھ تخیل میں غوطے لگانے کے بعد خاندان صاحب مستقر ہوئے۔

باقر جان! مینا کے اب میں کچھ جانتے ہو۔

مینا بھی ہیلن۔ نانا صاحب بھی نہیں۔ اور نہ نانا صاحب کے محل میں کچھ کایت ہے۔

جواب دین کیا نہ دس۔ خا صاحب کچھ طے نہ کر سکے۔

مینا! مجھے فوجیل کیت سے کام نہ تھا۔ تو تو رحم کی تلی بھتی۔ تو ہندوستانیوں اور انگریزوں کے مابین قائل رشتک معاشرتی اخلاص و یگانگت پیدا کرنے والی ورثہ جو عورت بھتی۔ آہ تو نے اس پر انتہا اور تسلیت ساک سال میں بھی انگریزی میم اور بچوں کو اسی ماں اور بھائی کے برابر سمجھا تیرے دستِ کرم سے کتنی ہی لپیٹ یاں مستفیض ہوئی ہیں۔ کتنی ہی میمون کی ٹوٹے حایوں یاں ہیں۔ تانتیا جتھے کس قدر استخوان و مسویت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ہائے میں اُسے کیونکہ کون مینا کے ساتھ حرم ہوا میدا مر گئی۔ اُف تانتیا صاحب یہ وحشت! آلودہ فرسین گے کیا کہیں گے۔

مینا! تیری دیاہی اور دیادی کی بدولت ہانا صاحب نے سیکڑوں انگریزوں اُنکی میمون اور بچوں کے ساتھ کیسے کچھ سلوک کیے۔ سیکڑوں کے مصارف اپنی حریفوں سے کرتے رہے۔ مگر کیا جانے کونسی رگ پیڑھی ہو گئی کہ انگریزوں کے دستوں بن گئے۔

مینا! تیری وقت ابھی تک میرے دل سے نہیں گئی۔ تو نے اس کے رماے میں بھی میری کیسی امداد و رانی اس روز کی جان تیرے ہی طفیل سے بچی تو نے نجات کر دیا کہ ہندوستانی عورت میں وفاداری کا مادہ کوٹ کوٹ بھرا ہوا ہے۔ تو نے ابی زندگی رطانیہ عظمیٰ کی امداد و اعانت کے لیے نذر کر دی۔ انگریزی قوم خواہ میمون ہو یا ہومو مگر اس رمانے کے لوگ جہاں تک بقید حیات ہیں۔ خدا کے سامنے تیری وفاداری کی قسم کھائے کو مستعد رہیں گے۔

اُسے۔ میں سمجھتا تھا کہ تانتیا نے تیری موت کی خبر ضرور سنی ہوگی لیکن معلوم ہوا کہ اس دلشکن خبر نے ابھی تک تانتیا کے طلب و جگر کے ٹکڑے نہیں کیے انیسویں اُنکے اس سوال کا جواب کیا دن۔

خا صاحب ربودگی کے عالم میں کھڑے کھڑے سوچا کیے۔ کوئی جواب سوچتا نہیں۔ تانتیا نے پھر کیا را۔

خا صاحب! کیا مینا کو انگریزوں سے قید کر لیا۔

خا صاحب۔ نہیں۔ اُسکے پاکیزہ میم پر کوئی ہاتھ نہیں لگا سکا۔

تانتیا - پھر اسکی خردیے میں تو کس کس مات کا - بتاؤ وہ کہاں ہے -
خاندن صاحب - اسکی مافا مل برداشت کیمیت بیاں کرے سے دلی کے ریچے
ہوئے جاتے ہیں کیونکہ بیاں کروں -

تانتیا - ہاں کیا وہ دینا سے رم کر گئی -

خاندن صاحب - ہاں جناب وہ فردوس سرین کی ہوا کھار ہی ہے -
تانتیا دم بخود ہو گئے - آنکھوں سے جوے اشک کی طبعانی ہوئی رقت دور سے
دل یارہ بارہ ہو گیا - موت کا سایہ آنکھوں پر پڑ رہا تھا - دنیا ادھیری ہو گئی -
خاندن صاحب دیکھا تانتیا کے زرد زرد رسا روں پر آنسوؤں کی دودھار بن رہی ہیں -
ایک بار بیوں سے نکلا -

ہائے جس کے لیے کس قدر دکھ اٹھا کے یہاں آیا جب وہی نہیں - تو دنیا میں
رہنا ہی بیکار رہے - (سردار بھر کر) ماتر حان انا نا صاحب کے محل کی یہ حالت کیونکر ہوئی -
خاندن صاحب - جبرل اور ٹرم صاحب کے سرکاری حکم لے کر تو پیٹ اڑا دیا -

تانتیا - حسرت مکان پر گودہ ماری تفریع ہوئی ہے - کیا بیٹا اس میں موجود تھی -
خاندن صاحب - ہاں تھی - اُسے حزل اور ٹرم صاحب سے درخواست کی تھی - مکان کی
کیا خطا ہے بقاے نام کے لیے پڑا رہے - لگاؤ تھوڑے نہیں مانا - آپ بھی حاسے
ہو گئے سرٹامس کی صاحبزادی اور مینا میں بہت ربط و ضبط تھا دونوں محبت کا دم بھرتی
یقین اسی بنیاد پر اُسے سرٹامس سے سفارش کی - سرٹامس نے لارڈ کینگ کے پاس
مکان کو بیچا لے گئے بے تار دیا - جواب آیا کہ ولایت کی پارلیمنٹ کمیٹی دنیا کے طبقے
سے مانا کا نام و نشان شاپا جاتی ہے - بس اسی بنیاد پر مینا بھی آگ میں جھونک دی
گئی اور مکان بھی تو پدم کر دیا گیا

تانتیا - کیا مینا اسی مکان میں تھکی -

خاندن صاحب - نہیں - حزل - اور ٹرم ادسے گردنار کر رہا جاتے تھے - گراؤند
دستیاب نہ ہوئی -

تانتیا - کہاں چلی گئی -

خاندن صاحب - شاید کسی چور رکھنے کی سے کل بھاگی -

تانتیا - پھر کیا ہوا - ۹

خانصاحب - کئی دن بعد ایک روز بارہ بجے تب کو وہ اسی کھڑکھڑین مٹی
رو رہی تھی۔ جبرل اوٹرم کو خبر ملی انھوں نے اگر گرفتار کر لیا۔

تانتیا - کیا وہ بد قسمت اپنی عورتی سے گرفتار ہوئی۔

خانصاحب - ہاں اُسے اپنے تئیں جبرل اوٹرم کے حوالے کر دیا۔

تانتیا - پھر جبرل اوٹرم نے سزا کیا تھوڑی۔

خانصاحب - کیا کوئی جناب! سر اسر ظلم ہوا۔ کیونکر ایسے مجھ سے کون جھوٹ
یاد آتی ہے زولین کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تانتیا - (آستین سے آئینہ چھو کر) باقر خاں میرا دل بھر ہے۔ اُسے کھی کسی قسم کا
مدد نہ نہیں ہوتا۔ تم صاف صاف کو مینا کو کیا سزا دی گئی۔

خانصاحب - وہ بھول پاں سی بھو کر رہی جلتی ہوئی چٹامین تھوٹکی گئی۔

تانتیا - اوہ - جلتی ہوئی چٹامین الیشور کے شانست سے راج مین یہ اتیا چارم نے
نہیں روکا۔

خانصاحب - مین نے لاکھ لاکھ کوست من کی کہ یہ بھولی بھالی لڑکی بے قصور ہے

یہ انگریزوں کی ہوا خواہ ہے۔ جبرل اوٹرم سے کہا۔ سرٹامس ہنگ سے سفارت

کی۔ وہ بھی مجبور رہے۔ کیونکہ پارلیمنٹ نے طے کر لیا تھا کہ نانا کے بال نیٹے تاک

توسا دم کر دیے جائیں۔ دونوں انکو مجبور رہے۔ بعد کو لارڈ کینگ کی معرفت نار آیا۔

کہ مینا سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ وہ چھوڑ دی جائے جہاں ہی جا رہے۔

اگرچہ اسوقت کینگ کا پاس ہی چھٹکا تھا تھا روح! غصہ کی ہوا اکھا رہی تھی۔ کیا

پہن سکتا تھا۔

تانتیا - اسی دن وہ رہا ہوا۔ جس کے ساتھ کینگ کا نور مین میری جاسے قیام

پر بار بار کھینچا ہوتا تھا۔ نام نہیں کے ساتھ میرے ساتھ موجود تھے۔ جب میری

بیماری کے باعث کھینچا ہی رہا۔ مین تھوڑے وقت میں میرے ساتھ رہے۔ بدتر ہے

وہاں کی فرحت بخش ہوا۔ ہمارا کام کر رہے گی۔ اس میں مین نے رہا مینا سے

ہر روز کہ انکے ہر وقت کی کامیابی۔ انکو قریب سے مل گیا۔ اس لیے وہاں آیا تھا۔

کہ یہ بدھ میرا کچھ ٹھہلس دے

خانصاحب - یہاں سے کہہ جا لے کا قصد ہے۔

تانیٹیا - اسوقت تو کاسی چائے کا غم ہے۔ وہاں میرا اور انگریزوں کا بہت بڑا مقابلہ و مجاہدہ ہوگا۔ وہیں ایشیہ رے چاہا تو مینا کے ہوں کا عرصہ لوگنا۔ یقین و اقول ہے اس جنگ میں ہماری فتح ہو۔ ہندوستان کے جنوبی ممالک کے انگریز نکال دی جائیں۔ اور اور ان کی حکومت ختم ہو جائے۔ اس راز کی من مام یوہا ستارہ اور دوسرے ملک کے راس میری مدد پر کمر بستہ ہو چکے ہیں۔ وہ میرا ساتھ دینگے اور یہ پیشتر نہ کرے کہ میں اس جنگ میں شکست کی موت آئی تو مجھ کو نگار مائے کونستور ہی نہیں۔ ابھی ہندوستان طوقِ ملامی سے آزاد ہوگا۔ ہندوستان یوں کے مقسوم میں غم و م کا دست لگنا لگھا ہے

خانصاحب - پھر آپ کریں گے کیا۔

تانیٹیا - اسی جنگ میں شہید میں بھی دیپا سے رحلت کر جاؤں۔

خانصاحب - آپ کے پاس کتنی فوج ہوگی۔

تانیٹیا - سولہ ہزار بیدل اور پانچ ہزار سوار ہیں

خانصاحب - کس کس راجہ نے آپ کی مدد کی ہے۔

تانیٹیا - نام بتانے سے کیا فائدہ۔ وہ ایک نئے قحط سے جو ان بھیدے ہیں جلد ہی ہتھی و ایسی مدد میں ملی۔

خانصاحب - بھالسی سے کس قدر فوج آئی ہے۔

تانیٹیا - ابھی وہاں سے ایک جوان نہیں آیا ہے۔ مگر وعدہ ہو چکا ہے۔ آج ہی میں

وہاں جانا چاہتا تھا لیکن اس نے ہاؤنگا۔ سو جانتا تھا کہ وہاں پہونچا دوں گا۔ میرا کیا بتا سکتے ہو مینا کس جگہ جلانی لگی۔ ایک دفعہ مجھے دکھا دو۔

خانصاحب پاس ہی تو ہے چلیے۔ آپ کو وہاں پہونچا دوں۔

تانیٹیا ٹوٹی اور خانصاحب دونوں کی اسوقت عجیب حالت تھی۔ نیندا بھینکا پڑ گیا

تھا۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹے جاتے تھے۔ آنکھیں مل رہی تھیں۔ اور بار بار کوئی خیال رہی

دل پر بھیس لگا رہا تھا۔ گردنوں سر جھکا گئے چلے جاتے ہیں۔ پھر کچھ دیکھتے جاتے ہیں

وہ آتشکدہ میں ہیں سیر دی کہ سلیم عریب مینا زہر چھو کدی گئی تھی ابھی خانصاحب پاس پہونچے

اُسکے جسم کی ہڈیاں پھینکی ہوئی پڑی تھیں۔ مانتا ہے وہ راکھ اٹھائی آنکھوں سے لگائی اور جہنم کر رکھ دی آگ سرد بھر کر رباں سے دربا۔

”میتنا تجھ سے ملنے کی منہ ہے۔ تیرے لیے دل بقرار ہے۔ میں آیا ہوں کیوں نہیں لوتی۔ سوقت تو ہے کمان۔ جواب کون سین دیتی۔ تیرے نہ ملنے سے کچھ نہیں جیسے کسی سے رہ گیاں جھپو دی ہیں۔“

ان غمگین اور حسرت آلود فقرات کے نکلنے سے معلوم ہوا کہ تانتیا اور بے بہن۔ اے اساتذہ میں کس قدر غم و رداشتہ کر لینے کی طاقت ہے تیرے مازک دل پر سنگ بیدادیوں کی لاکھوں ضرب لگائی جائیں تو ان چوٹوں کو سہ لے گا مگر اس محبت کے درد سے انسان محو رہ جاتا ہے۔ بھول کی زنجیر یا لوں میں بڑھ جاتی ہے دل کی کلی جہنم کی سیکھتی ہی نہیں۔ قلب و دھڑکے پر طے ہوئے ناسور و مندل ہونا مانتا ہی نہیں اس کے پیٹے نہ مرہم ہے نہ دارو۔ نہ کوئی طبیس ہو نہ میسجی۔ کون علاج کرے۔ میتنا کی خاک نئے گرد و عبا رہیں اور گرو یا جواب دیا۔

میں اب نہیں ہوں۔ تمہارے لیے میں بھی اپنا استاں چھوڑ آئی ہوں۔ تانتیا بھی گویا یہ بات سمجھ گئے آنکھوں سے بھی اس طرح جواب دیا۔

اس دنیا میں مجھے دو چیزیں بہت پیاری تھیں۔ ایک مالک و قوم پند اتیار نفسی اور دوسری تو۔ تیری جسمانی حالت کا انجام تو دیکھ رہا ہوں کہ تو کس پرستی کی حالت میں چھونکدی گئی۔ لیکن تیری روحانی طاقت کو کوئی کا عدم نہیں کر سکتا۔ تیری مقدس روح اس وقت بھی سو رگ میں چھٹی ہوئی دنیاوی عیش و راحت کو نفرت سے دیکھ رہی ہوگی۔ تیرے دھرم و کرم کی پابندیان اور طرزِ رانیش کے اصول میرے دل پر نقش ہیں۔ تجھ میں نفس کستی۔ قومی خدمت اور دھرم بھاؤ کی عجیب و غریب قابلیت دیکھنے میں آتی تھی۔ اگر تجھ ایسی دس میں عورتیں ہیں میں پیدا ہو جائیں تو پھر اگلی سی عظمت حاصل ہو جائے۔ پیاری میتنا یہ تیرے جسم کی راکھ میرے سامنے پڑی ہے۔ تجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ جب تک اس دنیا کے طبقے پر رہوں گا یہ راکھ اپنے سرو سینے پر لگاؤنگا۔ یہ کہہ کر تانتیا نے تھوڑی دھچکھوس اپنی جا درمیں مالدھلی پھر اس زمین کا طوطا کیا

اور خاک سے کر پھر ختم وہیں پہنچی۔ اس کے بعد خانصاحب نے کہا۔

اس شخص سے کہیں بیاس کوئی نکلتی ہے

اور بھی آگ لگاتا ہے یہ بالی جھکو

اس اب یہاں سے جاتا دھنڈا کرے گیے۔ یہ بتاؤ بیگم کا کیا ہوا۔؟

خانصاحب۔ اسکی طبیعت بد لگتی وہ اسے گناہوں کا خود ہی قریب ہو اور راستہ دل افندہ کیا کرتا ہے۔

تانتیا۔ کیا اسکا مقدمہ ہو گیا۔

خانصاحب۔ ابھی ہیں۔ مگر جلد مسئلہ ہوئے والا ہے۔

تانتیا۔ اُسے پھا انسی کی سزا ہوگی۔

خانصاحب۔ ہاں وہ اسکا تو ایسا ہی ہے اُسے افندہ جائے۔

تانتیا۔ میری ایک اور بھی عرض ہے جس کا اسکا ہو سکا اُس کے جہان بیابان کی کوشش کرنا۔ کیونکہ اس شخص کے بنیاد سے تو دور کر لی ہے۔ تم کیوں عین میں ہاتھ دھو۔ خدا آپ اُس کے اعمال کی سزا سے لگا۔

خانصاحب۔ بہت خوب اپنے اسکان بھر کر تیش کو بگا۔ پھر مائے

نانا صاحب کہنا ہیں۔ آپ بیان کر سکتے ہیں۔

تانتیا۔ آجکل وہ جگہ تیش پور کے راجہ ام سنگھ کے بھائی کو رینگھ سے ملکر نیپال بھاگتا ہوا ہے گا بد رو بہت کر رہے ہیں۔ اسوقت وہ تیش وضع و تعمیر میں ہے جگہ تیش پور گئے ہوئے ہیں۔

خانصاحب۔ گایور ورث میں ایک شخص نانائے نام سے گرفتار ہوا ہے

انگریزوں کا مقولہ ہے اصلی مانا دھونڈھو پیتا ہوا ہے مگر جھگے یقیں نہیں آتا۔

تانتیا۔ جو گرفتار ہوا ہے وہ نانا صاحب ہی کا ایک ملازم ہے۔ نانا صاحب

کے کئے سے اپنے تین گرفتار کر لیا۔

خانصاحب۔ تو جناب انا صاحب کی اسپین کوئی عرض ہوگی۔

تانتیا۔ عرض یہی ہے۔ چاروں طرف انگریزوں کی جاسوس مانا صاحب کی تلاش میں لگتا ہے۔ یہ ہیں کہانک اگلی نظروں سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں رہیں گے

تو ایک نہ ایک دن گر مٹا رہی ہو جائیں گے اس لیے دربار ہو جائی اُن کے حق میں منکر ہے۔ جو شخص گرفتار کیا گیا ہے اس کی تعینات اور دورانِ مقدمہ میں کچھ دس خرچ ہی ہو سکتا ہے۔ اس مابین میں مانا کو بھاگ جائے مین آساں ہوگی۔

خافصا صاحب۔ یہ کیسے۔ تا نا صاحب کے چال کھیل ہے۔
تانتیا۔ کیا اسپین کوئی شک ہے۔

مانتیا لے پھر ایک بار اس سسٹن بھومی پر نظر ڈالو عساکر ہونا جلالی لگی تھی۔
اُنکی آنکھوں سے دو بار قطرے آنسو کے گریڑے مگر خافصا صاحب کی نظریا کر دیا اور پوچھا
اور کہا۔ باقر خان آج تم سے بھی رخصت ہوتا ہوں۔

خافصا صاحب۔ کیا بعد اقامت جنگ بھی آپ کی زیارت سے آنکھیں شاد نہو گی۔
تانتیا۔ یہ تو میرا تاجا جس نے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

تانتیا رخصت ہوئے۔ پھر ایسے ملاقات ہوئی۔ مانتیا لوٹی کا انجام کیا ہوا۔
یہ تاریخ دان اصحاب سے چھپا نہیں۔ مگر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُنکی کی گروہی
ہوئی تاریخوں میں جس کی ایک اور گند سے الفاظ سے اس مقدس برگ کو یاد کیا گیا جو
وہ ایسے نہ تھے۔ وہ ایک با خدا برگ اور تیداے وطن تھے۔ اس درخشندہ گوہر
ملک و قوم کے ساتھ ہمیشہ نیاز مند نہ دوستا نہ دیا لاس کا اظہار کیا وہ اسانی
ترقی و تہذیب کے حامی اور قوم پرست محب تھے اُنکی ذات سے بنادیت کی آگ نین
بھڑکی۔ وہ ہمیشہ اس کے فرو کر کے مین کوستش کرتے رہے۔ اُنکے اخلاق و
تہذیب اور طرز عمل کا انرکتنا عمیق ہے اس پر غور کر۔ یہ سے یہ لگتا ہے اُن کے
تعلقات ہمیشہ سرکار انگریزی سے شگفتہ رہے۔ اُنکی لباس سے بھی خدا دانی اور
خدا شناسی کے حقائق کا پتہ معلوم ہوتا ہے۔ اُن مین نفسانیت اور خود غرضی کی
بوتک نہ تھی پھر بھی وہ کوئی ملکوتی صفات تو تھے نہیں کہ جس سے یہ کہہ رہا ہے کہ وہ
معصوم تھے۔ آخر وہ بھی انھیں ارادہ مناصر کے بنے ہوئے پہلے تھے اس لیے چھلیدیاں
ایک فرد بشر سے ممکن ہو سکتی ہیں ان سے بھی ظہور مین آتا ہے۔

باب سنن سنن

قسمت کا چکر

مس رور ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی اپنی بقیہ قسمتی پر اٹھ اٹھ آنسو رو رہی تھی اور اسکی ہنسٹکی بھری آواز سے یہ حالے کل رہے تھے۔

میری تقدیر کا جین ہی سے ستادہ گردن میں ہی۔ مجھ سوختہ حال سے اللہ ہی رہ نکلنا
ہوا ہے۔ ہمیشہ بیریشان حالی سے بسر ہوئی۔ کیا حاسے وہ کعبہ مغروس دگر دی کوں
کھتی جس کھڑی مین پیدا ہوئی۔ عورتے ہی گدگئی ہاسے میری ہنس ہیلیا پر دھمکوں
کے ہاتھ ٹوٹے۔ کس سیدہ دی سے ہلاک کی گئی۔ بابا جان حقائق کے مرض میں مبتلا
ہیں۔ مین بد نصیب کتنی دعوہ دھمکوں کے میکردن مین پھنسی۔ بے حیا کھتی بچ گئی۔ کاتنا
مار ڈالی گئی ہوتی تو آج یہ وقت نہ اٹھا پاڑی مین دیکھتی ہوں اس سٹیٹس بھی بے اعصابی سے
پیش آرہے ہیں۔ اُسکے دل پر بھی میری خاصیت عمار آ گیا۔ انکی محبت و اہلعت کا وہ
جو جس وضو دست کم ہو گیا۔ کھکھو کیا جبر کھتی کہ ظالم بھائی حمیس کی طرح میری تقدیر بھی محکوم غدا کی
افسوس میرے چال چلن سے اسٹیٹس مشکوک رہنے ہیں اکھیں جیال ہے میں حمیس پر
معتوق ہوں۔ پیار سے یہ تمھاری بھول ہے۔ میں دعا باز حمیس کو مھو لگانا نہیں چاہتی
مین تمھاری شادی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ہوں۔ حمیس ایسا دھمک مین ہو گیا کہ
مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اچھے رہے۔ اس ظالم کے اسٹیٹس کو یقین دلادیا ہو
کہ روہ کو نہ اب تیری محبت ہی اور نہ تیرا جیال اُسکے دہس میں باقی ہے۔

جنگ کے ہنگامے میں ہم اور وہ کاینور کے طلعے میں لاسے لگے تھے۔ اس وقت وہ دشمن کی گولی سے مضروب ہو کر زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ میں بھیبتہ آنکھی تیار داری میں لگی رہتی تھی۔ ایک دن اس نفس کے کھوٹے جیمس سے فورٹ میں اس کے محو سے ملاقات کی۔ اس ماہین میں اسٹیفن کو کچھ پوچھا گیا۔ انھوں نے جیمس کی باتیں سُن لیں اُسی دن سے اُنکی طبیعت میری طرف سے متحول ہو گئی۔ اس وقت کو مجھے اس بات کا اندازہ ہوا مگر میں یہ سمجھ کر خاموش رہی اُنکا دماغ صحیح نہیں ہے۔ اُسی روز سے اُنکی علالت زور پکڑ گئی۔ بیمار رہنے دیا گیا۔ ڈاکٹر کو

الگ ترند ہوا۔ مین ہمارے پیشاں پہ رات کو بات اور دن کو دن نہ گنتی تھی۔ ہر وقت موجود رہتی تھی۔ اور وہ جدا ہانے بخار کی حدت میں کیا انا پ شساب یکا جاتے تھے مگر تھی مانتی فقیر، سدا کا اتنا میری جاسا ہوا تھا۔ اُنکی علالت و عالت سے مجھے بہت حیران دیر نشان کر دیا لاکھ لاکھ سمجھاتی تھی۔ دل ہلاسنے کی فکون کرتی تھی مگر اُسکے رنج اور غم میں کمی ہوتی تھی۔ جدا جدا کر کے حسب مرض میں باقاعدہ عبات ملی تو ایک دن یکتہ کو مجھ سے پوچھ بیٹھے۔

تم کون ہو؟

میں نے کہا۔ جب جدا دہ دن دکھائے گا آپ عسا صحت کرینگے خود ہی معلوم ہو جائے گا میں کون ہوں۔ اُسے آنکھوں سے کیسا نکا جواب دیا۔
”تمہاری آواز پہچانی ہوئی آواز ہے۔ لیکن آنکھوں سے تمہاری صاف صورت محسوس نہیں ہوتی“

میں بولی۔ آپ زیادہ بات چیت نہ کریں۔ خاموشی سے لیٹے رہیں۔ بلکہ کمرے سے مرض مرنے کرتا ہے۔ ہسٹن چپ ہو رہا۔ حسب شام ہوئی آواز دی۔ رند کہاں ہے۔ تم جاتے ہو۔

میں نے کہا کیا آپ کو اُسے کوئی کام ہے۔

ہسٹن۔ کام یہی ہے۔ اُسے کمد میری آنکھوں سے اوٹا ہوا میں۔ میں آنکھیں دیکھتا نہیں پتا ہے۔

میں پپا ہو رہی ڈاکٹر سے مجھے اشارے سے منع کر دیا دو ایک ہفتہ تک اس بات چیت نہ کرو۔ بلکہ ان کے کمرے میں آنا بند کر دو۔
اُس روز سے آج تک میں اُس کے کمرے میں نہیں گئی۔ اور نہ اُس نگار مرغوب اور دلدار مظلوم کی صورت دیکھنے میں آئی۔

میں روز آنکھیں حیا لاس میں غلطیاں پہچان آج اپنے کمرے سے نکلی اور دل کی کلفت اور قدرتی محبت کی خواہستوں سے بھرا ہو کر سوچ۔ کہ قدم اٹھاتی ہوئی ہسٹن سے ملنے چلی۔ مگر کبھی تو رنج و غم کے ماہ سے چہرہ لند پڑ جاتا ہے اور کبھی طبیعت غصے کا جوشوں میں پہچان بریر کر۔ کہ چہرہ کو بالکل غریب کر دیتا ہے۔ دل کی مستحاضت

اور طبیعت کے بیچ و باست ہشتالی اور غساروں پر پسیمہ نکل آتا ہے جس سے وہ رونا لٹا
یوچھڑاتی ہے غیر مشکل ڈرتے ڈرتے کمرے میں قدم رکھا۔ دیکھا اسٹینس کمرے میں
گشت لگا رہے ہیں۔ رور کو دیکھ کر انھوں نے مطلق رماں کو حمتش ندی۔ بلکہ میر پر
پڑی ہوئی ایک کتاب لٹکا کے مطالعہ کرنے لگے۔

اسٹینس کے جہرے پر عالی دیکھ کر مس روز کو ار حد خوشی ہوئی۔ کیونکہ یہ اسٹینس کو
جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی عشق کیا ٹری شے ہے اسکی حقیقت میں بڑے بڑے
فلاسفوں نے غوطے کھائے۔ کچھ توقف کرے کے بعد رور نے پوچھا۔
خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے آج آپ کو تندرستی کی حالت میں
دیکھ رہی ہوں۔

اسٹینس نے کچھ بھی حواشے دیا۔ اور اسی خاموشی سے کتاب دیکھتے رہے۔
روز کے دلیس پھر بیچ و باست کا مدبزر رکھا۔ پھر اپنے مقصود کی وجہ حوائی میں مصروف
ہوئی۔ پھر شکر غری کی پڑھائی اس کے ننھے سے دل پر ہونے لگی۔ پھر یاس و نا ایدہ
کی سوگوار شکلیں سامنے گھڑی ہو گئیں۔ اب سترم بھی اسے روکنا نہ سکی۔ اس نے
پھر ٹوکا۔

پیارے! اگر مادہ انشتگی میں کوئی خطا مجھ سے سرور ہو گئی ہو تو کیا وہ معاف نہیں
ہو سکتی۔

اس دفعہ اسٹینس نے خشتک لبوں سے جواب دیا۔
معاف کیسے کروں۔ ما فرض تم خطا دار ہی سمجھ لی جاؤ پھر بھی مجھے ٹوکے کا حق نہیں
اور نہ معاف کرنے کا محاز ہی ہوں۔

رور سمجھ گئی کہ اسٹینس کے دلیں میری گنجائش نہیں۔ اسے پھر کہا۔
کیا آپ کی وہ اگلی محبتیں حاتی رہیں۔ کیا وہ خیالات دل سے نکل گئے۔ آپ کو تو
ایک گھڑی بغیر میرے دیکھنے میں ہوتا تھا۔ پیارے وہ باتیں کہان گئیں۔ کیا آپ کو
کسی اور سے تعلق ہو گیا ہے۔ کیا کوئی گرم صورت والی حسین لکھی۔ شاید اس
آپ کی طبیعت مدم کی طرح پھل گئی۔

مذکر اس تقریر سے اسٹینس کے مزاج میں کسی قدر برہمی آئی اور سکا جہرہ

معمول سے زیادہ سُرخ ہو گیا آنکھیں لال لال ہو گئیں۔ مگر روز کی بھولی بھولی صورت پر چھپائی ہوئی سے کسی نے سفارستی بہک کر کسی قدر اُس کے قصے کی ہر طرف کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا اُسے بہت ہی آہستگی کے ساتھ مٹے سُرُون میں جواب دیا۔

ہاں پہلے میں تجھیں پیار کرتا تھا مگر اب نہیں۔

صوقت اسٹیفن نے اس جملے کو حتم کیا اُس وقت روڑ کے چہرے پر ایک برہمی تعمیر پیدا ہو گیا۔ اُداسی چہرے پر چھا گئی۔ ایسی حالت میں اُسکی زبان جسکو کہتے تھیں بتا تھا اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی۔

۲۰ ہائے آپ کو کیا ہو گیا۔ اب میں کیا کرونگی۔ کیا آپ مجھکو دھوکا دے رہے ہیں مجھکو تو یاد نہیں آتا۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی بیوفائی کی ہو۔ افسوس سپار اسٹیفن تم نے میری اس پاکدامنی کی قدر نہ کی۔ اگر یہی مد نظر تھا تو مجھ سے اس قدر محبت کیوں بڑھائی۔ کیا محبت کا ثمرہ یہی ہے جو اب مجھے دبا جا رہا ہے۔

اسٹیفن۔ سیتھک میں نے بہت سزا کیا تم سے نائن محبت بڑھائی۔

اس وقت روز کا سفید چہرہ بتا رہا تھا کہ کوئی اُسے والا اندیشہ اور خوف اسکا حوالے دل کی طرف ہمارے گیا۔ اور اسکا کھراپا ہوا دل اس بات پر مضبور کر رہا تھا کہ اپنے سینے کو جنون کے ناضون سے جاکس کر کے اندر کی چھینچیاں دکھا دے شاید عوام آج۔ اُسے اپنی اس حرص اور کمزور آواز میں جو سو جگہ سے اُٹھ بیٹھ کر سینے سے لبون تک آئی تھی اس طرح کہا۔

روز۔ پیار سے امیرے قدر میں جسکی لوٹری مٹا لکھا تھا بن چکی۔ ہاں اگر خدا نڈ یسوع نے ایک توبہ دار اور رشتہ کے ساتھ دوسرے عقد کوئے کی کسی کو اجازت نہ ہو اور ہونی درجن اُس عورت پر لعنت نہ کر بن لو مٹیا کہ وہ عورت روز مرہ کا اُسکی ہنسائی تھا ہشتات راغب ہون عقد کر سکی ہے۔ لیکن مجھ میں ایسے حکم کے پروا سنت کر کے کی بھی طاقت نہیں اور نہ ایسا مجھ سے ہو سکتا ہے۔ مجھ سے خدا کے لیے ردا شستہ خاطر نہ ہو۔ اپنی طبیعت صاف رکھو روز کو سوداے تمہارے دوسرا آپے پہلو میں بیٹھا نہیں سکتا۔

اسٹیفن۔ بیکار ایک بکس دکھا رکھی ہے بہتر ہے یہاں سے چلی جاؤ۔ میرا دل

تم سے لوٹنے کو نہیں مانتا۔

روز کے اڑے ہوئے عواس اور کھوئی ہوئی عقل کے لیے یہ حملہ بہت ہی مارکتا ہے کسی کے عالم میں ٹپ ٹپ آلسو گریٹے اور وہ اکتوں کو پھینکتی ہوئی لڑتی۔

اگر تم کو میکس اور درد مندوں پر رحم نہیں آتا تو میں جانی ہوں ایک ایک درخواست ہے ماما نادالنگی میں کوئی حرم مجھ گھر گار سے سرد ہو گیا ہے تو کادہ عاب نہیں ہوسکتا۔

اسٹیفن - مجھے معلوم ہے یہ مختاری جالیں ہیں۔ طاہرین کچھ اور باطن میں کچھ اور جو دستہ اپنا داس گناہ سے آلودہ کر لیتا ہے کہیں اسکا دھڑٹانے سے مٹ سکتا تم اسوں میں سے اپنا جوانی نصبت تھا رسے بیچھے رہا دو تارہ کڑی۔

اسٹیفن کے منہ سے نکلے ہوئے فقرے تیر ستم بیکریب روز کی آنکھوں کی راہ سے قلب و جگر پر چلے گئے۔ وہ ہاتھ سے سر گریڑ کر رہ گئی جب اُنھیں زیادہ ٹھہری رہا نہ کیا ہاتھ جوڑ کے کھینے لگی۔

حدادہ کیا کردنگی ۹۔ آہ میرا خیال غلط تھا۔ میں سمجھتی تھی بڑی حوش نصیب ہوں۔ میرے لیے حدادہ در حق سنے نگو پیدا کیا ہے۔ صرف تھا را اسرا لیے بچتی تھی پیار سے مہو سے چمٹتی ہو گئی ہو وہاں کو۔ کنوں مجھے دلیل و رسوا کر رہے ہو۔ کنوں ابی یزالی اُلفت کی درد رسیدیں کرتے۔ کیا اسکا حوش جاتا رہا۔ پیار سے منہ کیوں اعماض کرتے ہو۔ میں تم سے اُن بدگمانیوں کی معافی چاہتی ہوں جسے تھا را دل میری جانب سے کچھ کبیدہ ہو گیا ہے تم سمجھے ہو چہیں سے ما جانہ طور پر ہنستی ہوئی ہوں میں پیارے۔ تھا را خیال غلط ہے چہیں کو سہو لگا تاہنیں چاہتی جس طرح حدادہ یسوع کی گنگار ہو وہ اسی طرح میں تھا را بھی۔

اب اسٹیفن کا پتھر دل کچھ کچھ ہوا کچھ رنج اور اسوں اس کے صبر کو غمگین مانتا ہوا اس کے دل کو بھی چیلین سے ملنے لگا اسنے ایک محبت بھری نظر سے اس کے صبر کو دیکھا اور بڑے متوق کے ساتھ اُس سمیت ولدا کا ہاتھ ہاتھ میں لیکر لولا

روز بروز! خدا! کرے تھا را دل مجھ سے بڑا ہو۔ میں سمجھتا تھا تم میرا نفس محبت

صرف سادگی طرح اپنے صوفیوں سے منادیا ہے۔ مگر ہنس یہ خیال غلط تھا۔ تم مجھ سے بڑی
ریادہ و فادار کلیں تم سے بہت ہی مجھ سے سب ہوں بڑی ہوتی کی مانتا ہی تم کو میرے ساتھ
دلی محبت ہے

ابھی مجھے ستم ہوئے تھے کہ اب سے کسی تنہا کے لیے طیش آلود لمحے میں آواز دی۔
رو رو تو بڑی دلاور ستا ہے۔ ایک غیر مراد کے ساتھ کس سے جہاں سے بھی ہوئی
بائیں کر رہی ہے۔ جس نے مجھ کو ہلاک کر دیا یا کداس اور باغ میں عورت ہے۔ تیرا عجب
فاست ہو گا جوانی کی دہریہ دانی حراسا سے مجھے اندھا کر دیا۔ آج سے تو میرے
کام کی میں رہی۔ اسوس تو سے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا

اب ہم سے لگائے ہوئے محلوں سے سٹیشن کے قریب وہ گھر پر دستریل گئے۔
دو غصہ سے رو رو ایک لاشہ ماری اور بھڑک کر کہا۔

تجھ پر بددلی مار۔ ایک کم بایہ آدمی اپنی عزت و آبرو کا ماس کر رہا ہے اور تو عورت
اور پھر اسے رٹے سے جھپٹا کر مار کر رٹ کی رٹ کی ہو کر اسے اسے اسے ماحول ملو ر
ملے کی تم کرتی ہے۔ چلو ہلا کا بھی ڈر نہیں ہے جسکی نظر۔ کچھ دین چھوہ سکتا۔
مجھے معلوم ہے جس ادارے سے شیطاں بکریاں اس طرح درعلا ہے کہ تو ایسے قانون میں
میں ہے۔ تیری آنکھوں سے میا کا پردہ اٹھ گیا۔ تیری پارسائی دغفست کے دامن
سین حرارتی کا وعدہ آگیا۔ مادور ہم میرے سامنے سے میرا کس جسم بھوسے میں بھی
گناہ ہے۔

اب رو رو مجھ کا سٹے بھی ہے۔ رنگا غرت سے اوڑھ گیا ہے طرح کے
دیال لوٹ لوٹ کر اس کے دامن آستے ہیں اور جاسوں میں استار میا کرتے ہو
کل جانے ہیں خفلیں گم ہے۔ حواس۔ لبت ہیں۔ انتقال کے دم دنگا رہے ہیں
دل نظر ہوا، نا ہے۔ دہشت لگی ہوئی ہے۔ بلا کہان سے آگئی۔ اس سے میری
جبری کی جیاد، پر داس لگا دیا۔ بقراری کے عالم میں آنکھ اٹھائی۔ دیکھا اسٹیشن میں
ہیں۔ مگر ہالانی ہے۔ اور دوار سے بکھڑا ہوا ہے۔ نا ہے۔
یہ دیکھ کر غر جوار کا حرم تھا تو اٹھا۔

باب اٹھویں

امید کی جھلک

اسٹیفن اُسی کمرے کے محل میں دوسرے کمرے کی صحنی میں لستر و چوری پڑی پڑے ہوئے ہیں۔ حد اعلیٰ اموال میں ڈوٹے ہوئے ہیں کہ ایسے معتبر حواس مجتمع کر کے لیے آنکھیں بھی بند کرنی ہیں کوئی بات نہیں کرے پہلی حرارت اگل تشریف لے گئی ہے جسکا دورہ مددستی کی رسالت میں عرصہ ہوتا ہے۔ رطوبت کی نادی اور دماغ ضعیف ہو جائے ہے پھون کی عام مکروری غالب آگئی اسوجھ سے اسدہ کچھ دلوں سے اکثر ہوسے کے خواہشیں ہیں ہتلا رہتے ہیں۔ ضعیف کی ریادی سے اعضا کو ٹوٹا ہوا اور مقابلاً کو بیکریٹا دیا ہے سید کی گئی ابھی طرح سانس لیے ہیں دیتی۔ پھون کے کچھ جانے کی دہ سے جیسا لیڈنا محال ہے۔ اور اس سے پہلے وہ اپنا سر کاؤ کیہ پر رہے ہوئے آگئی اسٹیفن کے رہتے ہیں تنفس کا دور ہے اور ہوا کے آگے جانے والی مالدین میں بلغم کے جمع ہونے سے اسکا سیدہ ارگن باض نگیا ہے جس سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی ہیں ڈاکٹر کی رائے ہے کہ کسی عرصہ سے دل بیچ و تاب کھا گیا ہے مرض کے سابقہ اسباب پھر مجتمع ہوئے۔ علاوہ اس دور کی گئی ہے ڈاکٹر صاحب نے دیکر راہی ہوئے اور قھوڑی دیر کے لیے وہ اس قابل ہو گئے کہ ابھی کلیدی کا اظہار کریں گئی دوستوں کی رائے سے وہ قلعے سے گارڈ کے مکانات میں لائے گئے۔ اس مکان کے بہت سے کمرے دہنوں کی گولیوں سے مدد مہرے گئے ہیں اور ان کی دوا اور این جھینین اور دروازے سے کھینچیں اس لیے گارڈ کا مکان بھی مالدین کا اسباب کے لیے کافی نہ تھا۔

اسٹیفن کی طبیعت دل پر حراس ہوئی جاتی تھی۔ اُنکی حالت دیکھ کر ڈاکٹر کو کو بالوسی بڑھتی جاتی تھی جس دورے اسٹیفن کی تیمارداری میں جاں بڑا دی تھی وہ اسب دکھائی نہیں دیتی۔

مردیش کے مالدین برمانڈ خان رسالدار پیٹھ ہوئے ہیں۔ یہاں آکر ڈاکٹر نے اپنے رفتہ رفتہ اسٹیفن کے اعضا پر اسٹیفن کی قدر کی ہوئی تو وہ سے یہ باتیں نکلیں۔

۱۰ اس بو محکوم اپنی حالت اچھی نہیں معلوم ہوتی خود آتا ہے وہ شایان آتا ہے رور
مرض ترقی پر ہے عوارح کیا جاتا ہے آٹا ہی پیرا ہے۔ کوئی تجھے ولایت یو عیاض
دہاں کی آب و ہوا سے شاید کچھ دس من تخفیف موحا ہے۔

باقی خان۔ حضور کیسی باتیں کرتے ہیں۔ خدا خواستہ ایسا کون عارضہ ہے۔ علم کی
کس کو تنکایت نہیں ہوتی خدا جانتا ہے تو ہمت جلد اچھے ہوئے جائے ہیں۔
اسٹیشن۔ جی ہاں کچھ اتناک اچھے ہوئے اور کچھ اسب اچھے ہو جائیں گے (نامیدی
کے بیچ میں) اچھا ہو معلوم ہے

باقی خان سمجھ گئے ہو ہو اسٹیشن اور رور میں کچھ اس ن ہو گئی ہے۔ اور اسی وجہ سے
مرض ترقی ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب کبھی رور سے گفتگو آئی اور ناجاتی کا سدب پوچھا گیا
تو وہ رد دیتی ہے جواب نہیں دیتی۔ (اسٹیشن سے کہا)

مسٹر گارڈن حدارکھے چلے ہوئے انکا حقائق در ہی ہو گیا۔ ایک مرض میں
بھی رفتہ رفتہ تخفیف ہوتی جائے گی اور تب پوچھیے تو بے پردائی سے اتناک علیٰ بھی
اچھی طرح ہمیں ہوا۔ اسب مقل طور سے علاج شروع ہوا ہے دیکھیں کیسے عارضہ
ہمیں جاتا حدائے ہر مرض کی دوا اور ہر مرض کی شفا پیدائی ہے۔ آب کا علاج
بعد سے لینے ہاتھ دینے لیا ہے۔ چند رور میں مسلسل صحت نہ کر دیا ہوتا ہی
کیئے گا۔

باقی خان کی باتوں سے اسٹیشن کی آنکھوں میں بے اعتیاری کے ساتھ
آنسو ڈھرائے۔ اور دلوں ہاتھ سے دل پکڑ کر رونے لگے۔ حقوڑی دیر میں
جس اسٹیشن کی حالت بدنی طبیعت کو کچھ سکوں ہو تو باقی خان اٹھ کر اس کمرے
میں گیا جس میں ڈاکٹروں کا احلاس گرم تھا۔ سب ایک میز کے عالم میں جیب بیٹھے
ہوئے تھے اور یہ امر غور کر رہے تھے کہ ایک علاج کس طریقے پر ہونا چاہیے
کسی نے قصہ تجویز کی۔ کسی نے مسرہل کی رائے دی۔ مسرہل فصد کی رائے
پاس ہو گئی۔ دوسرے روز کوئی آٹھ بجے صبح ڈاکٹر نے آسکے نصیحت کھولی اور اس
وقت جنون کو کم کیا جو جوش جوانی سے رور کی محبت کی طری رگس رگس میں مودوں
تھا۔ مارا لگم دیا گیا نتیجے بھی ہوئے جس سے خدا حمد اکر کے اس اسٹیشن کی حالت

نہ سمجھتا۔ پہلے کے کسی در در و نصحت پر معصیہ ہوتی تھی ہے اور وہیں صاف کر کے کی مہر پر
عمل میں آ رہی ہیں تمام کے دلت اسٹیفن نے باقر خاں سے پوچھا۔

معلوم ہوتا ہے آپ کو میں نے کہیں دیکھا ہے۔

باقرخاں۔ آپ ہاکی مائیں کیوں کرے ہن۔ میرا نام باقر خاں ہے کیا آپ بھول گئے کسی
روز سے آپ کی حدت میں مسعد ہوں۔

اسٹیفن۔ صاف کچھ گھٹا حوالے اسوقت میرا خیال کہاں تھا۔ یہاں نہ سکا۔
دوسرے ہتاؤ میں کہاں ہوں۔ ۹

باقرخاں۔ مسٹر گارڈ کے مکاں میں۔

اسٹیفن۔ یہاں مجھے کیوں لائے۔ ۹

باقرخاں۔ قلعے میں آپ کو رکھے کی گواہی کہاں تھی۔ جتنے کہ میں سرکاری
حالت میں ہیں ابھی تک صاف ہی ہن۔ کیے گئے۔ مایوں کے گولے گولیوں کا اسار
لگا ہوا ہے۔

اسٹیفن۔ اسپتال میں کیوں نہ پوچھا دیا۔

باقرخاں۔ کیا اسپتال یہاں سے اچھا ہے۔

اسٹیفن۔ ایک گنا نہیں سو گنا اچھا ہے۔

باقرخاں۔ تار گئے اسٹیفن رور کی خدمت میں سرشار رور ہیں مگر کسی اندرونی کید گئے
اکمال سر اور ختم ہو گیا ہے۔ کسی در اندر سے مایاقتی میدا کرادی۔ حواس دیا۔

اچھا در طبیعت ابھی ہوئے دیکھیے۔ دوسری جگہ سے چلیں گے۔

یہ کہہ کر ان صاحب باہر نکل آئے۔ دیکھا ہے باہر برآمدے میں رور سر بیٹھا کیے کھڑی
ہے۔ حد فہ جیش سر تک غم سے لبریز ہیں۔ چاہا جسے اس سے کنارے سے جا کر پوچھا۔

رور این یقین ایسی رائے کی مثال سمجھتا ہوں۔ مجھ سے شرم کرنا منقول ہے۔ سادہ بق
اسٹیفن تم سے برگتہ خاطر کیوں ہیں۔ تمہارا نام بے ٹیپ سے جڑا بیٹے کیوں ہیں۔ اگر ہو سکتا
تو تمہارے اور دوست کے درمیان کو تھپیاں پڑائیں ہیں سچا ہے کی کو تھپیں کرو گا۔

رور کی آنکھوں سے محرم کی طرح اور سر جھکا لیا۔ رر ماسے شور کا دہانہ کھل گیا۔ موج
اتیک آسٹے وہ قائم بین تر ہو گئی جہاں وہ مایوسی و سرسبکی کی حالت میں بیٹھی ہوئی

کبھی آسمان پر جس سے نظر ڈال دیتی تھی۔ اور کبھی آسمان کے کمرے کی طرف اور پھر ٹھنڈی
ساحل سے کمر جھکا لیتی تھی۔

آج کئی دنوں سے آبیہ فک کو افاقہ ہو چلا ہے۔ مگر صدر ٹھنڈی ہے۔ کہا کرتے ہیں یہاں سے
مجھے دوسری جگہ لے چلو حال صاحب نے یہ کل بایش روڑ کے گاں میں ڈال دین اور کدیا کہ میر
اور اسٹیشن کے روڑ دیے سے ابھی تک یہاں ٹپکے ہوئے ہیں

روڑ بسٹنکی بھری آوار سے لولی۔ رسالہ ارمی صاحب کیا کہوں دفعہ کس طرح تقدیر
یلت گئی۔ ہائے پھر تہمت تراشی گئی ہے۔ فقہا باعاش کی حاکماد کے لالچ میں سمجھت ہیں
مے یہ سم ڈھالے بہین۔ ہائے اس طرح ہر نام کی جار ہی ہوں۔ آہ کیسی رسوائی ہوئی۔ جو تہمت
ہوگا کیا گستاخوں کا سب لوگ جھکو کس نظر سے دیکھتے ہو گئے۔ سمجھت ہیں کہ ہمیں کا
نہ رکھا۔ اس میں کسی کو مفد دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ اس سے تو ہر تھا یہ راختہ ہی
کر دیتا۔ اس طرح تہمت لگا کر ملعون خلائق تو نکلیا ہوتا۔ آہ اس سب اٹھنے
بٹھتے جھکوٹھنے دینے۔ اور میں سوچ گئی۔ آہ افسوس کا نون سے کبھی کسی کی بات
سننے کی سادی نہ تھی۔ خان صاحب ادیکھیں مقدر ابھی کیا کیا کرتے
دکھاتا ہے۔

یہ کہہ کہہ کے وہ زار زار اپنے نعیموں پر روئے لگی۔
ماقرعان نے کہا۔ بیٹی اتقدیر پر صبر کرو۔ اشد تھقاری شکیلیں آسمان کرے گا۔ میں
حالتا ہوں سٹیشن سے لوٹا اور تجھار سے درود کی حکایت کہو گا۔ اور بس طرح ہوگا تھا
اور اس کا معاملہ صاحب کرادو گا۔

حال صاحب تہمتی و دلا سادے کو اٹھ کر ٹپکے ہوئے۔ سٹیشن کے پاس پہنچے
روڑ کا دیکھو۔ روڑ میری حیا دار لڑکی ہے۔ مسٹر گارڈن کے ال داسا بکے لالچ میں آسیر
جیس نے تہمت لگائی ہے۔

اسٹیشن پر۔ شاید ایسا ہی ہو مگر خاں صاحب اور کی طرف سے اس کچھ ایسا دل نہ ہو گیا
ہے کہ کسی طرح اس بات کا یقین نہیں آتا۔ اور یہ واقعہ کیسے غلط ہو سکتا ہے۔ جب میں
اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔

خاں صاحب۔ آئیے مجھے میں معلوم ہے۔ جس ایک شرابی اور عیاشی کو چاہے

رور اُس سے ہوا۔ میں بھی باس کرنا نہیں چاہتی۔ جو ست لودہ سری مات ہے۔ جس میں کی
 ہوا بہت ہے کہ کسی طرح در پر فالو ما جائے اور اُسے اپنی سناکت میں سے اُسے نو گاڑوں کی
 حتیٰ جاندا ہے۔ اُسیرا یا تفرقہ کرے۔ اُسے خود کھاوہ اُسکا کرکھا ہوا حال ہے۔ وائی رور
 یاگ و صاف عورت ہے۔ اسکا داس نعمت پر بھی تک معصیت کا دھڑ نہیں پڑا۔
 اسٹیفن۔ ایک ایکا حال ضرور یا کیزہ ہے اور اُسیر کیو کر۔ اعتماد کیا جائے۔ مگر ایک دھڑ میں کی
 دھڑ اسی قسم کے معاملے میں آئیے ہیں اور آپ ورائے ہیں غلط۔ کیا خدا کے مرتبے آسمان سے
 اُسے کر اُسکی تقدیر کر بیٹھے کہ رور وائی اوارہ عورت ہے اور یہ مات بھی میں میں میں
 معلوم ہوتی کہ گاڑوں کے مال و جاندار پر قائلو باسے کیسے جس میں سے یہ حال کیلی ہو کیا رور کی
 آرو مثالی سے اُسکی دماغی ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ اور باکوئی ادے آدمی بھی نہیں کر سکتا۔
 خانہ صاحب۔ آپ جو جیائیں ورائیں۔ مگر میں کو میں کہہ سکتا کہ گاڑوں کی صاحبزادی
 کا حال جلیں حرات ہو گیا۔ اور وہ جس سے موت پائی گئی۔ سارہ پرور دھڑے تو جو شخص ملا
 رور کی سے حرمی کا قائل ہی نظر آیا۔ اور اُس کے حال مراضوں کرے والا ہی ملا۔
 اسٹیفن۔ خدا جائے آپ کیا کہتے ہیں۔ میرا سمجھ میں نہیں آتا۔
 خانہ صاحب۔ آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ میں یہ ضرور کہہ گا کہ میں رور مانگی نے عطا ہے
 اُس بجا ری پر باکاج میں ملے اتمام لگایا ہے۔
 اسٹیفن۔ آپ اس وقت کیا رہتے ہیں کہ کچھ سمجھ لیا جائے وہ دیکھتا ہے۔
 خانہ صاحب۔ تو شظاہری ہے۔ روز کا دل حسب آئینہ ملا ہوا ہے سب موت
 کی ضرورت ہی کیا۔

اسٹیفن۔ رور میں سے ملتے جلتے۔ اسکا شورت کیا ہے۔
 خانہ صاحب۔ اس سے تو سادہ دیکھا ایکسا د نہیں۔ اور اُسک میں سے آپ
 کبھی کوئی مات جو شظاہری میں کہی اس میں اسے شظاہری مات کا اعتبار نہیں کرتے۔
 اسٹیفن۔ اہ ہا ہر ضرور کرتا ہوں اور اُسے کہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ خانہ صاحب
 کیا کر دن ۹ بجے واقعہات۔ یہ ایسا شکتا آگیا کہ کہہ دیں گائے میں گھلا
 خانہ صاحب۔ حیرت انگیز ہے یا نہ کہے اُس سے تو کت میں غشائ کی لگائی
 تو سنو رہا ہے۔ میں آپ کو روز کا سچا ہبستہ کر۔ والا حاکم تھا۔ اسی لیے آپ سے

اس معاملے پر زور دیا گیا۔

اسٹیٹمنٹ - لوگ اس سب کو آج کے کہے بقیہ میں لے آیا جائے۔ مجھے دیکھا تو نہیں دیتے
روور کی غصمت میں کوئی فرت تو نہیں آیا۔ آپ کو میرے سر کی قسم سچ کہیے گا۔

خانصاحب - اس میں کیوں کڑوا کر اس کے قدم مبارک کی قسم چھوٹ میں کہتا
بیجاری روور بالکل لے چکا ہے۔ اور اسکا ہوتا میں آپ کو کسی نہ کسی دن دیدوں گا
مادر جان کے اس کہنے سے اسٹیٹمنٹ کے خیالات میں کچھ بغیر ہو چلا اور وہ کچھ کہنا
چاہتے تھے کہ اسے اس حاسنا مان لے اگر خانصاحب کے ہاتھ میں داروہ پوس کا حطو دیا۔
حسین لکھا تھا۔ عدل اور میکیر مدیل وضع اور تبدیل سہل ہے کایور میں آگئے ہیں یہ
ضرر بڑھ کر خانصاحب کے اسٹیٹمنٹ سے کہیں سیکر کی گرفتاری کے لیے حاتا ہوں۔ میری خواہش
ہے جب تک یٹ نہ آؤں تو وقت کب آپ یہیں پیام رکھیں۔
اسٹیٹمنٹ لے جو اس دیا۔ حیر آپ کا حکم میں لانا چاہیگا۔ اسی مکان میں بیٹھے پڑے
آپ کا انتظار کروں گا۔

خانصاحب نے روور کے ماس جا کر ساری داستان کہ سنائی۔ روور کو خانصاحب کی باتوں
سے بہت تسلی ہو گئی۔ اسکا دکھ سب مٹ گیا۔ اُنکی تعلق اور حیر سے پر بحالی دیکھ کر
خانصاحب اسی روز شام کو میکیر کی گرفتاری کے لیے جیل کھڑے ہوئے۔ اس کا ذکر
ادیر ہو چکا ہے۔

باب انتالیسوان

بدگیا یون کا انداز

تا تیس سے راجست ہو کر خانصاحب بہادر سید یہ اپنے مسکن پر تشریف لائے
صبح ہو چکی تھی آفتاب نکل آیا تھا۔ آئی میکیر کے دفتر سے کی پہلی پیشی تھی۔
خانصاحب پولس کی پوسٹاگ اسٹاکر پہلے اسٹیٹمنٹ سے لے گئے۔ میکیر کے گرفتاری
کے بعد پھر اسے ملاقات کی نو بہت نہیں آئی تھی۔ ہر آدمی سے من قدم رکھتے ہی اس روور
ٹوکا۔

کیا آج میکیر سے ملنے کی توقع ہے۔

خانصاحب - ہاں اسٹیفن کہاں ہیں۔ ڈوئس ہفتوں سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ اب کیا صورت ہے طبیعت درست ہو یا۔
 روز - وہ سب شکایتیں تو جاتی رہی ہیں۔ طبیعت بھی کچھ کچھ نرم ہو چکی ہے مگر میری بابا سے ابھی اسی طرح کی بدگمانیاں ہیں۔
 خانصاحب - تم سے کچھ باتیں بھی ہوئی تھیں۔
 روز - ہاں کچھ معمولی سی۔

روز کو ساتھ لے کر میرا قرقان اسٹیفن کے پاس پہنچے انھوں نے بڑے تپاک کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ روز کو بھی کشادہ پیشانی سے پیچھے مائے کے لیے کہا۔ خانصاحب کی نظر تارگئی کہ ان دونوں کے چہروں پر شادمانی کی تبسم برس رہی ہو۔ دونوں شاشا ہیں۔ اب وہ کچھل شکایتیں ایکس بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ اسٹیفن نے خاں صاحب سے دعا کی کہ وہ کب بچھا۔

آپ کا مزاج تو اچھا ہے۔ بہت دنوں بعد ملاقات ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی کریم نفسی اور وسعت اخلاق کی ثنا و صفت نے پورے قوم کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جس کا اعتراف انکی آئندہ سلون تک کو ہوگا۔ میکیر کی گرفتاری سے وہ تمام شورشیوں کا گلاں اور وہ بھڑکی ہوئی آگ و ستمٹ کر بیٹھ گئی۔ جس کے شعلوں سے تمام ہندوستان دہ و بالا ہوئے والا تھا۔

باقر خان - میکیر کے ساتھ ہیلنا کا قاتل عدل بھی یکڑ لیا گیا۔ اس سے بھی انتقام لینا لازمی تھا۔

اسٹیفن - آپ کی عنایت و مراعہ کا کمال شکریہ ادا کیا جائے۔ اُس سے اگے نے تو ستر گاڑن کا نام ہی شادینا پانچا۔

باقر خان - آج تافخ پیتی ہے۔ کیا آپ مقدمہ دیکھنے چلیں گے۔

اسٹیفن - اگر روز عانا پسند کریں تو بندہ بھی حاضر ہے۔

باقر خان - (روز سے) کیوں نہ کیا وعدہ ہے۔ چلو گی نا۔

روز - کیا آج ہی ہم لوگوں کو سناوت دینا ہوگی۔

باقر خان - نہیں۔ آج صبح میکیر کا بیان ملہند ہوگا۔

روز۔ (اسٹیفن کی جانب نظر اٹھا کر) اگر انکو چلنے میں تکلیف نہ تو مجھے بھی عذر نہیں جلی چلون گی۔

خانصاحب نے دیکھا ان دونوں گل و بلبل کے دل مسرت ہیں۔ دونوں کے سینے کو دروازے سے پاک ہو گئے ہیں ظاہر کوئی شکایت نہیں معلوم ہوتی۔ اپنی نعمت وصول ہو گئی۔ دونوں کو دیکھ کر رائیٹن کرے کا استیقا۔ شرمائی ہوئی آنکھوں کو بے ساختہ اوپر اٹھا دیتا ہے۔ اس بے بیان سے کھسک جاتا ہے۔ دونوں کو آپس میں لطف و میلان کا موقع ملنا چاہیے۔ باقر خان یہ کہہ کر باہر نکل آئے۔

”اچھا آپ دونوں صاحب دس بجتے بجتے قلعہ میں آجائیں۔ میں جاتا ہوں“ باقر خان نے کمرے سے باہر نکلا دیکھا جمیس گاڑی کے مکان کی مغربی دیوار سے چپکا کھڑا ہے۔ خانصاحب نے قریب جا کر آواز دی۔

”کون جمیس ایسا کیوں کھڑے ہو؟“

اسنے (طنخ سے) جواب دیا

واہ آپ گلی کو چون میں ٹوک دیا کرتے ہیں بھلا یہ بھی کوئی انسانیت ہے۔

خانصاحب۔ کچھ کام ہے۔ ۹۔

جمیس۔ کیا کام ہے ۹۔

خانصاحب۔ تم اسٹیفن سے رشک کیوں کرتے ہو۔

جمیس۔ آپ سے مطلب۔

خانصاحب۔ روز کی شادی میں درانداز ہو۔

جمیس۔ استغفر اللہ۔ آپ نے کس سے سنا۔

خانصاحب۔ خود اسٹیفن سے ۹۔

جمیس۔ ان باتوں سے واسطہ کیا ہے۔

خانصاحب۔ میری اس میں خاص عرصہ ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اسٹیفن نے

مجھے دھوکا تو نہیں دیا۔ اگر وہ جو مجھے بھلے تو ان سے اس دروغ بیانی کا انتقام لوں گا۔

جمیس۔ (ہنس کر) آپ مجھے دھوکا دیتے ہیں۔

خانصاحب۔ ایک سچا مسلمان بھلا کبھی جھوٹ بولتا ہے اسکی طرح میں جھوٹ بولتا

بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا اور رسول دونوں ناخوش ہوتے ہیں۔

جیمس۔ اُسے آپ کو بوجھ دھوکا دیا۔

خانقاہ صاحب۔ ایک کام کر دینے پر اُس نے مجھے دو ہزار روپیہ نقد دینے کا وعدہ کیا تھا

جب کام انجام پا گیا اندیشے رو بہ طلب کیے تو لگا بچلیں جھانکے۔ مجھے دھتھکائی۔

جیمس۔ آپ اُس سے کس قسم کا عوض لیا جاتے ہیں

خانقاہ صاحب۔ پہلے تم بتاؤ کس طرح بدلاؤ گے کیونکہ وہ تمہارا بھی تو حریف ہی۔

جیمس۔ مین چاہتا ہوں اُسے ہلاک کر کے دیا سے اُسکا نام ہی مشادوں۔

خانقاہ صاحب۔ اس قدر بڑھنا اچھا نہیں۔ کیونکہ اس میں تمہاری جان کا بھی خطرہ ہے

سرکار تعین بھی پھانسی پر لٹکا دے گی۔

جیمس۔ آپ فرمائیے۔ کیا ارادہ ہے کیونکہ اس ملعون سے عوض لین گے۔

خانقاہ صاحب۔ کوئی ایسی ترکیب کانا چاہتے جس سے وہ روڑے کے ساتھ شادی

نہ کر سکے۔

جیمس۔ یہی تو میرا مطلب ہے۔

خانقاہ صاحب۔ اچھا یہ بتاؤ۔ روز تعین چاہتی ہے۔ اُس سے تم سے بھی ہے۔

کیا اُس سے تمہارا کوئی رشتہ ہے۔

جیمس۔ روز میرے چچا کی لڑکی ہے۔ اس لیے وہ میری بہن بھڑی۔ مگر میں اُسے

اپنے عقید میں لانا چاہتا ہوں۔ افسوس وہ اکٹھا تھا کبھی نہیں دیکھی۔ سنیش کا دم بھرتی ہے۔

خانقاہ صاحب۔ تم نے کبھی اس سے کہا تھا۔ میرے ساتھ شادی کرلو۔

جیمس۔ ایک دفعہ کیا۔ سیکڑوں دفعہ عرض کیا۔ مگر اُس کسخت نے کبھی میری طرف سے ہی

نہیں کیا۔

خانقاہ صاحب۔ اور یہاں اس وقت کس لیے آئے۔

جیمس۔ روز سے ملے کے لیے۔ صبح دشام دونوں وقت یہاں کی گشت لگا جاتا ہوں۔

خانقاہ صاحب۔ اسکا پتہ کیا ہے؟

جیمس۔ اندر کچھ نہیں اسٹیشن بدگمان ہو جائیگا۔ چھوڑے اور روز سے لگا وٹنا بہت

ہو جائے گی۔

خانصاحب - لیکن میرے خیال میں تم کا میاں نہ ہو سکے۔
 جمیس - ضرور کا میاں ہو گا۔ ایٹھن کا دل کسی قدر متلاک ہو گیا ہے۔
 خانصاحب - اگر میں تمہارا کام کروں تو مجھے کچھ دلو اور گے
 جمیس - اسٹیفن نے تمہیں دو ہزار روپیہ دیے کا وعدہ کیا ہے۔ میں ہزار دو ہزار دو گاہے
 ایک ہزار ابھی لے لو۔

خانصاحب - بہتر منظور ہے۔ ایسا کام بناؤ کیا کرنا ہو گا۔ ۶۔
 جمیس - روز کے نام ایک خط لکھ دو گا آئیے آست اس کا پتہ پوچھا دینگے۔

خانصاحب - خط کا مضمون کیا ہو گا۔ ۷۔
 جمیس - خط میری طرف سے ہو گا بلکہ رور کی سہلی ہریٹ ایٹھن کے نام سے ہو گا۔

خانصاحب - ایٹھن کوں ہے۔ ۸۔
 جمیس - ہارج ملٹن کی لڑکی۔
 خانصاحب - غیر یہ کام ہو جائیگا مگر تمہیں بھی ایک سات کا نتیجہ کرنا ہے گا۔
 جمیس - کیسا نتیجہ۔ ۹۔

خانصاحب - حسب نام مجھ ثالث مقرر کرے ہو تو اس بات کا عند کو کہ غیر میرے
 استراخ یا صلاح دستور کے کسی کام میں ہاتھ نہ ڈالنا ورنہ دھوکا کھانا دے گا۔
 جمیس - آئیے سر کی قسم غیر صلاح دستور کے کوئی کام نہ کروں گا۔
 خانصاحب - اچھا شام کو خط دیدینا میں یہو بیا دوں گا۔

جمیس جلد یا خانصاحب سے بھی ایسے مکان پر رو دو رہا یا جمیس کی باتوں سے معلوم ہو گیا
 کہ رور بالکل بے خطا ہے۔ دوسرا کام یہ ہوا کہ اسٹیفن کو خانصاحب سے بتوٹ بھی لجا لگا۔
 آج نمبر بیٹ صانع کے اجلاس میں میکیر کا مقدمہ پیش ہوئے والا تھا۔ چونکہ میکیر ناٹو
 کا سرعہ تھا۔ مقدمہ سکیں تھا اس لیے مجسٹریٹ صانع کے عدالت سے یہ کورٹ آف مارشل کے
 اجلاس میں منتقل کر دیا گیا۔ خانصاحب نے زور دینے پر مسٹر اسٹیفن میں رو کو یہ
 ہوئے قلعہ میں واپس ہوئے آج دونوں کے چہروں پر شائستہ بریں رہی ہیں دونوں
 کے دل کسی اندرونی مسرت سے تھلے تھلے ہیں۔ خانصاحب بھی مطمئن ہو گئے تھوکی کا
 کپڑا نکلیا۔ اسی دن ہر شام ایکس ہر آریو کی تھیلی سے ہوسے جمیس خانصاحب کے

دیر سے پر آیا۔ حال حاضر کے بہانہ کر کے روپیہ واپس کر دیے اور کہا ابھی دو ایک روز تو بک کر آج کے چوتھے روز تھا کار کام کر دینگا۔

چالیسواں باب

میکیر کا بیان

آج کورٹ آف مارشل میں میکیر کے مقدمہ کی ہستی ہے۔ خارج ہلٹس تھمسن بیج مقدمہ سماعت دیرائے دے ہیں۔ عدالتی کردہ آدمیوں سے کیا کچھ پوچھا گیا ہے۔ روزہ کاروں سے کچھ سب ہی موجود تھے۔

بارہ بجے میکیر کا اظہارِ قلب بدھ گئے گا۔ اسے تم کھا کر دیا
میرا نام رابرٹ میکیر ہے جس کا شمار ۱۹۱۴ء کو میری ولادت ہوئی ملک دارانس کا مشہور شہر کینی حائے پیدايش ہے۔ باپ کا نام ہنری فاولر میکیر تھا وہ عورت دار اور نوکر آدمی اس وقت نیڈلن ٹونا پارٹ کا فلوٹی ٹول رہا تھا میرے باپ اس بہمداری کا سابقہ دیکھ کے شاہ نیولین نے فوج میں بھرتی کر لیا اور رفتہ رفتہ وہ میجر ہو گئے۔ ان کا لڑا یون میں ہمیشہ یہ رویہ رہا کہ وہ صبح کا عقول انتظام کرتے اور خود کو کھوں ستہ الگ رہتے۔

چونکہ میری تعلیم و پرورش کا اھیں بہت خیال تھا۔ حسب میں کسی قدر بڑا ہوا تو مجھے بلوا کر پیرس کے کالج میں بھرتی کر دیا۔ سولہ برس کی عمر میں منوری علم سے فارغ التحصیل ہوا اور پھر پانچ سال بعد میں نے پاریس زبانوں میں امتحان دے کر پیرس یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی اور وہاں سے محکمہ سوسائٹ کا ایک مقررہ عہدہ پاتا ہوا میرے باپ پیرس تھے اور میں روٹن کیتھولک کالج میں تھا۔ میرا کرکٹ کھیل میں بہت اچھا تھا میرا دل بالی ہوا اور نیکس کا مون کی طرف راعب تھا۔ ایسے معبود کی پرستش بعد میں دل کرتا روزانہ چرچ جاتا اور کٹھنوں پاک خدا سے دعا کرتا۔

حسن اتفاق سے ایک روز پیرس کے چرچ میں تھل ڈی ڈیٹرانی سے ملاقات ہو گئی۔ اپنی خوبصورتی میں خوبصورت حسینوں میں جمیں اور وہ جمیوں میں مہر ملاقت تھی۔ اس کا سا خط و خال چہرہ دہر ملک وراثت پھر میں شکل سے ملے گا تھا۔ اس کا چرچ بدن۔ خوبی میں میری کھوار پنے کا کھولان پھر ایسا دلکش تھا کہ کسی کی نگاہ اس کے سراپا

میں لقمہ نہیں پیدا کر سکتی تھی۔ غرض کہ اپنی اور محمد علی اسی دن سے محبت کے پنگ بڑھنا لگا۔
ہوئے وہ مجھ پر جان دینے لگی اور میں اُسے پیار کرنے لگا۔ اُسی دن ایک نوجوان انگریز سے
بھی مجھ سے تیار ہوا۔ دھم دھم ہم دونوں میں اس قدر رعب و ضبط تھا کہ دونوں ایک ساتھ کھاتے
اور ایک ساتھ کھڑے اور ایک ہی مکان پر رہتے تھے۔ اس نوجوان کا نام میں یہاں ظاہر
نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ میں عہد کر چکا ہوں۔

شاہزادہ مین جنگ وائرل کے بعد مارشل نے نور ہوں کے تاجدار پر فوج کشی کی۔ وہ ایک
ناجس موب نے منگل مارشل کا مقابلہ کیا۔ چار مہینے لڑائیاں ہونے کے بعد ایک دن تیس
گولے سے مارشل نے کالباس حیات قطع ہو گیا۔ اور انھوں نے ملک بھاگی راہی بہریت
نوردہ فوج منتشر ہو گئی۔ اُسی رات سے کاؤنٹ لالی بارٹھ نے مارشل نے کی دونوں صاحبزادوں
کی پرورش و پرورش کا مارا اپنے دھم کیا۔ بارٹھ مارشل نے کئی کوئی قریبی رشتہ دار تھے۔ اس
ایک لڑکے کا بھی تھا۔ اس کا نام تھا جوسف۔ جوسف عورتوں سے بڑا تھا۔ اُس کے باپ
کی خواہش تھی کہ اسی کو اُس کے عہد میں دیر سے۔ مگر اپنی راضی نہ ہوئی۔ بلکہ صاف جواب
دیدیا۔ مجھے جوسف کے ساتھ شادی منظور نہیں ہے۔

کوشش نے مجھ دونوں کے لیے شادی ملتوی کر دی۔ لیکن اس کی خواہش یہی تھی کہ اپنی کو
بہلا کر شادی کر لیں۔ اس کے ازدواج میں دیر سے۔ اور جوسف بھی یہی چاہتا تھا۔ اس سے
زیادہ تر اپنی کے ساتھ کھومنا۔ پھر نا اٹھنا بیٹھا اختیار کر لیا۔

میں نے اسے منہ بولے بھائی اسی نوجوان انگریز سے اپنی کی ملاقات کرائی اس کا بیچہ
یہ تھا کہ ان دونوں کے دنوں میں محبت کے کئے چھوٹا نکلا۔ دونوں ایک دوسرے
کے حسن صورت و حسن سیرت پر خدائی نظر آنے لگے۔ ان دونوں کے دیر سے
دیکھ دیکھ کر میرے دل میں رقابت کا خون جو بہت مارنے لگا۔ غصہ کے سبب میں
نوجوان انگریز سے ملنا ترک کر دیا۔ اور لگا اُس کی تالیاں اس غرض سے پھرنے کہ
اس کا نئے کو نکال کر ہینک دیکھ میں بھلائی ہے۔ اسے ہوتے اپنی پر کھی قانون پا
سکو لگا۔

جوسف بھی سمجھ گیا کہ اس انگریز کی بدولت میری دال گل نہ سکے گی۔ اور ادھر سے
خیال میں تبدیل ہوئی کہ اپنی جوسف کو منہ لگا نا پسند نہیں کرتا اس لیے اُس سے کبھی

تواہی نہ کرے گی مگر میرے حق میں جو سفت اور انگریز وہ لوں بس کی گانٹھ ہیں۔ جس سے وہ خون قتل کر دے مائیں تو معاملہ صاف ہو جائیگا اور میں اپنی کے عقد سے اپنا دل جس کر سکوں گا۔

میرے دلمین کیوں تہذیبی ہوئی اسکا سلب میں خود نہ سمجھ سکا۔

جوسف نے اپنے باپ کے ذریعہ سے اپنی کے پاس ہم لوگوں کی آمد و رفت بند کرادی اس لیے میرے رقیب بنا دوست انگریز کو بہت شاق ہوا۔ مگر تھے وہ کرم انفس اور متحلی شخص جو سفت کی رفیقہ و انجون کی مطلق پروانگی اور ایک دس مونس پاکر میرے دوست نے جو سفت کو تہہ کے وقت چھوڑیوں سے ہلاک کر ڈالا۔ میں بھی اُس واقعہ کے وقت موجود تھا میرے سامنے انگریز نے جو سفت کے گلے میں چھوڑاں بھونکی تھیں میں چاہتا تھا اپنے رقیب و دوست کو اُسی وقت پولس میں دیدیتا۔ تاہم سون بھج گیا کچھ نہ ہلا۔ اور سوچ لیا کہ اس حریف کو اپنے ہی ہاتھ سے دے کر دنگا۔ جو سفت کے خون سے ترانسی ہیں سخت بے چہنی ہوئی۔ دید کیوں پولس کتھر مسٹر فریجی اس مقدمہ کی تحقیق کرے گلے میرا دوست انگریز پولس کی تحقیقات سن سکے سمجھا جاتا تھا۔ ایسی ہی وہاں سے لوریا بٹھا سمیٹ کر فرار ہوا چاہتی تھی۔ اور ادھر میں اپنے حریف و دوست کی تاک میں کہہ رہا ہوں پاؤں تو مار کر کلیجہ ٹھنڈا کروں ورنہ حریف اپنی کو ساتھ لیکر کسی طرف چلے گیا اور مجھے منہ تاک کر رہ جا یا بیٹیکا۔

میکیر ابھی بہا تنگ کہے پا یا تھا کہ گارڈن نے اشارے سے میکیر کو اپنے پاس بلا کر کان میں کہا۔

اسوقت میرے بدن میں سنسنی سی ہو رہی ہے بیٹھا جاتا نہیں اگر کوئی من گھر چلا جاؤں۔

میکیر نے گارڈن کے چہرے پر نگاہ ڈالی اسوقت اُسے جیسا ہی تعجب ہوا اتنا فرانکی حالت کیوں بگڑی جاتی ہے۔ چہرے پر ہوا لیاں کیوں چھوٹ رہی ہیں۔ انکی وجہ میکیر کی سمجھ میں خاک نہ آئی۔

میکیر نے مجھ سے جواب دیا۔

آپ کتھرین نے جہاں آج آپ کی سر دست ہر درت بھی ہمیں ہر۔

انٹیفن بھی کارٹوں کے ہمراہ چل کر رہے ہوئے۔ صرف خانصاحب اور روز بیلا
سینے کے لیے ٹھہر رہے تھے۔

پھر رابرٹ جیکبسن نے زبان کھولی اور اپنا بیان قلمبند کرانے لگا۔

میں نے تئیر کر لیا کہ اس بات کی مرتبہ اپنے حریف کو جہان پاؤنگا مارڈ لونگا۔ اسی وقت
گولی بھراستہ دل اپنے ساتھ رکھنے لگا۔ میرے حریف کا فائدہ ہمارے زمرہ تمام کو اپنی سے
چھپ کر ملاقات کر کے اور میں بھی باغ کی چار دیواری کے اندر کھڑا ہوا اعلیٰ تاک لیا کرتا
تھا مگر قابو نہ چلتا تھا کہ ایسی کمرے میں کھس جاؤں۔

ایک دن اتفاق سے ایک شخص سیارہ یوتھاک ڈانٹے ایسی کمرے میں داخل
ہوا۔ میں نے سمجھا ہونو میرا حریف انگریز دوست ہے۔ میں نے فوراً نشانہ باندھ کر
اپنے حریف پر گولی چلائی۔

وہ شخص چیخ مار کر زمین پر پڑنے لگا۔ اور میں نوکروں سے بھاگا۔ باغ کی دیوار
نالکھ کر شاہراہ سرکس پر کودا۔ سائے دیڑ کٹھن پوس کسٹنر مسٹر فوجی حارسے تھے۔
مجھے راستے کے وقت سے قحطتا دوڑتے دیکھ کر ان کے دل کو شک ہوا وہ راستہ روک
کھڑے ہو رہے۔ بولے۔

یہ کہا معاملہ ہے۔ صدر راستہ چھوڑ کر دیوار سے پھانڈنا کیا معنی۔ کہاں جانے کا
ارادہ ہے۔ ٹھہرا نام کیا ہے۔؟

میں سر اسکی ویریشانی کے عالم میں تھا ہی انٹیفن دیکھ کر میرے اور اوسان خطا
ہو گئے۔ کیا جواب دہاں کہا نہ دون عقل کچھ کام نہ کر سکی۔ پوس کسٹنر کو یقین ہو گیا
کہ میں نے قانوناً خلافت ورری کی ہے۔ کوئی جرم ایسا کیا ہے جس کے اعفار رکھنے
کی کوشش کر رہا ہوں۔

فوجی سمیت کلامی سے پیش آئے۔ جھڑکیاں دین ڈانڈ بتائی۔ اور پوچھا سچ بتا
کیا ہے۔ حراسا کیوں نہیں دیتا۔ ضرور تجھ سے کسی نہ کسی جرم کا ارتکاب عظیم
ہوا ہے۔

میں نے کہا۔ آپ اسٹیک نائٹس روکتے ہیں۔ مرخص کی حالت قابل طینان نہیں
ہو لیتا جبار باہر۔

بولیں کس نے لے۔ تیری مات مالِ یقین کو نہیں رہو جتنی۔ نہ مکان کو نہ مار تھا کاہی
تو میرے ساتھ چل۔ میں اُس مریوں کو ملاحظہ کرنا چاہتا ہوں۔

اس بحث و مباحثہ کے درمیان ہی کو نہت مارا کا مکان متور و متنبوں اور ہا
واہلا کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ میں سمجھ گیا۔ اپنی جتن رہی ہے۔ میرے حریف کی
روح نفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ آدہ دکان میں ٹھہر رہا ہے
اپنے حریف کے مرجانے سے میرے کچھ کو گونہ ٹھنڈک ہو چکی مگر فوجی کی ماون سے زمین
پلٹنے لگ گئے۔ سمجھ گیا یہ فوجی مجھے چھوڑے گا نہیں۔

بھاگنے کے سوا جان بچانے کی کوئی اور سبیل نہ تھی میں جا رہا تھا وہاں سے ہوا
ہو جاؤں۔ مسٹر فوجی کب چوکنے والے تھے۔ چھٹ کر میرا ہاتھ مقام لیا۔ ادھر میں نے
پستول سے انکی پٹیاں کاڑھا۔ ماز دھا۔ وہ خوف سے دوڑ پٹ کر کھڑے ہو گئے۔ میں
نے تھ شا بھاگا۔ دوسرے دن سنا کہ سٹ بار تھا کسی کی گولی سے ہلاک ہو گئے۔ یہ خبر
سن کر مجھے سخت افسوس ہوا مفت میں جس بندہ خدا کی جان گئی حیف حریف اس تاک
زندہ ہے اسکا رویاں بھی سیلا نوں کا رطبت و غصہ کی حرارت۔ سے سرا کلیہ ٹھیکے لگا
ایک ہنگامہ پر ہاتھ چلا بیٹھا۔ اسکا اصرار جانے مجھے کیا لے

چالاک فوجی نے میرے ہی سر الزام عطا کیا۔ میری گرفتاری کے لیے حاسوس معینات ہو
چلے کچھ دنوں تک میں اپنے ہا کے مکان میں چھپا بیٹھا رہا حسبِ چٹھے چٹھے دم گھر گیا ایک
دن مکان سے کلک شہر کی گشت کو نکلا۔ اور دو ہفتہ کے بعد نہر چھوڑ کر دوسرے شہر میں ہوا
لیکن میری ہی طرح میرے دوست انگریز کے تعاقب میں بھی جا سوسس بالادوسی
کر رہے تھے۔ یہ جبر بھی میں نے سہی۔ بکرے کی مان کسب تک فیضیاتی ایک مہینہ بعد
میں بیچ فورٹ میں گرفتاری ہو گیا اور دوسرے ہی دن میرس میں لایا گیا جسوقت
میرے ہا سب حالات میں چھوٹے لیے آئے میں نے وہ کل مانتین بیان کر دیں اور درخواست
کی۔ کسی طرح مجھے پھانسی سے بچا لیتے۔

پیرس میں آن کر بھی سنا کہ میرا حریف اپنی کو لیکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اسوقت پھر میں
تہیہ کر لیا کہ کسی طرح اس کے مرتبہ خلاصی یا جاؤں تو پھر کو بھاگنا نہ چھوڑوں۔ اُس نے ایمان
ضرور عرصہ لوٹکا۔ اور اپنی کو بھی ملکِ عہد کی راہ تازہ دن گائے

الغرض رحیم باپ کی تنگ دود اور بلخ کو ستمش سے بین جہانسی سے بچ گیا لیکن
 بیس سال کے لیے حلا وطن ہونا پڑا۔ عدالت نے اپنی تجویز میں لکھ دیا کہ ایسی سے
 تادی ہو جانے کے لیے لڑنے کو نڈا بار تھا کہ خون سے ہاتھ دھوے میرے باپ
 عدالت کا حکم سکر میرے غم میں بیمار پڑ گئے اور کچھ دنوں بعد رحمت ہستی سمیت کر ملک
 عدم کی راہ نائی۔ ادھر قتل حلا وطن ہونے کے بین بھی جیل سے نکل بھاگا۔

پولس میری تلاش میں پھر سرگرم ہوئی۔ مگر میری ہوا تنگ نہ پاسکی۔ چونکہ شکم مری کی
 سر دست کوئی سبیل نہ تھی۔ اس لیے سیابان جنگل میں بیٹھ کر اسے دیکھنے کی خبر لینے لگا۔
 اور آخر ملک فرانس میں رہو دست فراق مشہور ہو گیا۔ رفتہ رفتہ میری جماعت میں
 ترقی ہوئی۔ دو ہزار قوی سیکل توانا ڈاکو ہر وقت سر یکا رہتے تھے۔ میرے کارا سے
 اور آئے دن کی لوٹ مار سے گورنمنٹ حراس بھی لرزے لگی۔ میری گرفتاری کے لیے انعام
 مستہر ہوئے۔ فوج بھرتی ہوئی۔ حاسوس تعذبات ہوئے۔ لیکن کسی کو جرأت نہوئی کہ
 تعاقب کر کے پتھ گرتا کر لیا۔

میری تلاش و جستجو میں اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ میری شہامت جلاوت اور
 سرعت کے کام دیکھ کر لوگوں کے ہی چھوٹے ہوئے تھے۔ ملک کے صوبے میری
 طاقت سے ربا ہو گئے۔

خوری شہر کے بین یہی شہر کہنے کا ڈاکنا۔ لوٹا۔ کتنے ہی رویے اور لوٹوں کے
 ساتھ متعدد چھپیان میرے ہاتھ آئیں۔ میں نے جنگل کی کسی جھبڑی میں پھیل کر
 تمام چھپیان پڑھیں۔ ایک خط میں میری نظر سے گذرا کہ میرے رقیب دوست سے
 ہندوستان سے میرس میں اپنی بہن کے نام خط لکھا ہے۔ مجھے اس خط سے بہت بڑی
 خوشی ہوئی کہ رقیب ابھی صحیح سلامت ہے اس سے فضا میں ہر لوگ لگا۔

بیکسر کا قلعہ کام کر کے سرکاری سرسٹر مسٹر اناسٹ سے بیچ ہلٹن سے کہا۔
 لڑم و فلول باتوں میں وقت رائیگان کر رہا ہے۔ ہم دوگ اسکی لافٹ سننے نہیں
 آئے ہیں۔ لکھ ہم ملک میں بقاوت اٹھ کھڑی ہوئے کے وجہ شہامت کرنا چاہتے
 ہیں کہ لڑم سے کہیں کن کا رودا ہوں سے ملک میں فساد برپا کر دیا۔ اگر لڑم اپنی جالا کیوں
 اور ریشہ دوا بیون کا ایسا سب کرے تو خیر ورنہ ہم شہادت سے ثابت کر دیں گے کہ ملک میں

شورش اور غوغا مچا سنے والا اور لوگوں میں گورمنٹ کی طرف سے ہڈی بھرنے والا ہی لڑنم ہے۔
 میکیر لولا۔

بندہ نواز اگستاخی معاف احباب میں خود ہی ایسے جرائم کا اقبال کر رہا ہوں تب شہادت لینے اور مرید بنوں بہم ہونے کی کیا ضرورت ہی۔ نام عزمین سے گناہ کیے ہیں اُن کے بوجھ اتارے گا بھی تو موقع دیجئے۔ سر سے دل کا بھی عبا ر ہلکا ہو جائے گا۔ ایک بات اور بھی ہے۔ آج من ملک فرانس میں نہیں ہوں۔ وہاں جو کام اور جو بد فعلیاں مجھ سے بند ہوئی ہیں وہ بھی عدالت قلمبند کرے اور مجھے گورنمنٹ فرانس کے پاس بھیج دے۔
 جج ملٹن نے کہا۔

مسٹر اناسٹا اسباب لارنم کے بیان میں رکاوٹ نہ پیدا کریں۔ عدالت اُس کے دیرینہ حالات سننے کی مستحق ہے۔ اگلے پچھلے حالات اُن کے عدالت فیصلہ کرے گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت تک جو باتیں اسامی نے بیان کی ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ جب اسامی کو ایسے جرم کا خود ہی اقبال ہے تو دوسری شہادت لینا بھی ضروری ہے۔
 ٹیلن نے جج کے ہتھے۔ عدالت اٹھ کھڑی ہوئی۔ میکیر اور عبدل ہیکٹری ٹیری سے ٹکڑے جیل میں بھیج دیے گئے۔

خانصاحب بھی اپنے مکان پر واپس ہوئے راستے میں اسٹیفن سے ملاقات ہوئی تھی۔ اُن کے چہرے پر اُدا اسی چھائی ہوئی تھی۔ خانصاحب کا دل کھٹک گیا بات کیا ہے مھو کیوں کھلا یا ہوا ہے۔ اسٹیفن نے خانصاحب کو مخاطب کر کے کہا۔
 "کسی ضرورت سے آپ کے مکان پر جانے والا تھا۔ خوب ہوا لگے"

خانصاحب۔ فرمائیے کیا کام ہے۔
 اسٹیفن۔ آپ کی باتوں میں اگر وہ رہا اعتماد کرے نہ لگا۔
 خانصاحب۔ (مقرعہ سن ہو کر) آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ باکاز میں ہے اسکی جھڑپ کی قسم کھانا چاہیے کیا چہر کوئی سا گل کھلا۔ وہ بڑی بار ساعورت ہے۔ آپ کے فرائض میں اپنی جان دیدیگی مگر کسی غیر کا منہ نہ دیکھے گی۔

اسٹیفن - جی ہین - وہ مرد رستاکوٹ عورت ہی۔ اُسکے وہی اطوار ہیں۔ وہ محبت کے
 قابل نہیں۔ خالصا حب کیا کہوں۔ دل ہینڈ مانتا۔ دلون کی اُلفت بھلا ایک دم ہین
 کہیں جاسکتی ہے۔ مگر جس طرح ہوگا مسکرنا ہوگا۔ اگر دل نہ مانے گا تو یہی ناہت تکلیف
 ہوگی۔ مرنے والے ہوگا۔ اچھا ہے مرنے والے۔ مگر لو لگا نہیں۔ آپسے کہا تھا اسکی باکیہ نفسی کا ثبوت
 دو لگا ساری آئینہ جیسے کی اٹھائی ہوئی ہیں۔ آپسے بھی اُسکی عصمت برقرار رہے گا کوئی
 ثبوت نہیں دیا۔ ثبوت کیا دیتے۔ ہر جانیوں کے ثبوت ہی کیا۔

خالصا حب - ہاں جناب ہین نے کہا تھا اور اب بھی اپنے مقولے پر قائم ہوں۔
 اسٹیفن - آپ ثبوت کیا خاک دینگے۔

خالصا حب - میں جیسے کے منہ سے سنوا دوں گا کہ روز عصمت و عفت کی ٹکڑی
 وہ بھی خلاصا راہ قدم ہینڈ دھرتی۔ اے کیا خیال ہیں خراب ہینڈ ہی۔ اور حب جیسے
 خود ہی اسکی بے جرمی کا قائل ہوگا سنا تو آپ باہر گئے۔

اسٹیفن - استغفر اللہ۔ بھلا جیسے کے منہ سے ایسی باتیں نکل سکتی ہیں۔

خالصا حب - اب تا شاد بچھین میں سب کچھ کر دوں گا۔ واقعی روز بے خطا ہے۔
 ساری آگ جیسے کی لگائی ہے۔ اہن ذرا بھی ٹنک نہیں۔

اسٹیفن - کیا آپسے اور جیسے سے باتیں ہوتی ہیں۔

خالصا حب - کہاں۔

اسٹیفن - نگاروں کے مکان کے سامنے۔

خالصا حب - اوہ۔ اس وقت اُن باتوں کو سن کے آپ کیا کریں گے۔ دو دن بعد
 کل باتیں خود ہی معلوم ہو جائیں گی۔

اسٹیفن کے نگار کا نگار اب کسی قدر کم ہو گیا۔ منہ لٹکائے مکان پر واپس آئے
 آہ جسکا سینہ بدگما نیوں کے نشتر دن سے مشابہ ہو رہا ہو۔ بھلا اُس میں خوشی
 اور استقلال کا آب زلال کہیں ٹھہر سکتا ہے۔

اکتالیسواں باب

دو شری پیشی
آج بھی کورٹ آف مارشل مین جم غفر لگا ہوا ہے عدالت کی کرسی پر سڑ بھلس شمش چ
روٹی افروز مین تام غلام اپنے اپنے کام میں مشغول ہے۔ بارہ بجنے کے بعد سمیت کا اظہار
شروع ہوا۔ مجرم سر سے پائون ہک زنجیرون مین جکڑے پکڑے ہیں۔
میکس نے کہا شروع کیا۔

کئی ماہ بعد مع گروہ کے چند آدمیوں کے ساتھ پھر بڑا گیا۔ جن لوگوں نے مجھے گرفتار
کرا یا تھا وہ چالا کئی کے جاسوس تھے۔ وہ لوگ کتنے ہی دنوں سے میرے فراق میں رہیں
ماہیت رہے اور تلاش کرتے رہے۔ اور پھر میرے گروہ مین شامل ہو کر میرے ساتھ کام بھی
کرتے رہے۔ افسوس مین اُسے ہمیشہ لگتا تھا۔ پھر دھوکا کھا گیا۔ غیر مجھے اس بات
کا مطلق رنج نہوا۔ اور قبل فیصلہ میری جماعت واسے چالاکی کھیل کر مجھے جیل سے کال لگا
ایک ہفتہ کے بعد مین نے فرانس کو طر باد کما اور دھار پر سوار ہو کر ہندوستان چلا آیا۔ نو ایں
مین مینے دوسو پچتر انسانوں کو ہلاک کیا اور انکا مال و متاع لوٹ لیا۔ اس مین پچانچ
عورتیں۔ بیستیس بچے اور پچیس لوکیان ہیں۔ اور باقی مرد ہیں۔ انکے نام۔ تاج رسالی
اور کن کن مقاموں پر انکی جائین ہلاک کی گئیں ایک فہرست بنا کر عدالت مین داخل
کروں گا۔

اس کے بعد میکس نے اپنے لکھے ہوئے کاغذ پر دستخط کیا اور عدالت کے ہاتھ مین دیدیا
اور پھر کہنے لگا۔

ہندوستان مین اگر مجھ سے اور میرے اسی دوست اگر مرے ملاقات ہوئی یا نہیں
یہ بات لکھا یا نہیں چاہتا۔ اس مین مسٹر گاڈن اور دھونڈھو ہنسٹانا صاحب سے غلط
برٹھانے کے حالات قلمبند کرانا چاہتا ہوں۔

سینے۔ ہندوستان کے بائسی سپاہیوں کا سر گروہ میں ہی ہوں۔ مین ہی نے کئے ہنڈا
راجاؤن کو انگریزوں کی مخالفت پر کھڑا کیا۔ میری خاص غرض تھی کہ کسی طرح سے
انگریزی حکومت کو ترو بالا کر کے فرانسیسیوں کا دور قائم کروں۔ فرانسیسی حکومت

یہ دلخوش اور سوزناکلم پیدا کرے والی آواز اسی تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ بھلا اس گناہ کا کوئی کھارہ ہے۔

اتنے میں میرا سی نے ہستس ج کی خدمت میں ایک تاریخیں کیا۔ مجلس صبا نے خافصاحب کو یاس بلا کر کہا۔
 ”لارڈ کننگ نے جبر بھیجی ہے۔“

یہ کہہ کر انھوں نے تاریخاں کے ہاتھ میں دیدیا۔ اُس میں لکھا تھا۔
 فرانس گورنمنٹ مطلع کر رہی ہے۔ جسبہ عملدرآمد متعلق صلح فی مابین سیکر ہمارے حوالے کیا جائے۔ کیونکہ وہ ملک فرانس کا باشندہ ہے۔ اور فرانس میں اسے بہت خون کیے ہیں اس لیے وہ ہمارا جرم ہے اگر بری گورنمنٹ اُسے بہت حلزہ پر آ چندر نگہ میں بھیج دے۔ (چندر نگہ میں فرانسیسیوں کی حکومت ہے) لہذا مسٹر مجلس فوراً میجر باقر جاں کی نگرانی میں فراق بیگیہ کو روانہ کر دیں۔ وہیں اُسکا فیصلہ ہوگا مسٹر گارڈن کی صاحبزادی سہلیا کے قتل میں جو جو استخاص شریک ہوں اُسکا فیصلہ ہستس جج کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد میکیر کا بیان ہین لیا گیا۔ اُسی رات کو قیدی کو حراست میں لے ہمارے خافصاحب ہمارے چندر نگہ چلے۔ میکیر کے بیٹے کے عدل کا بیان ہو نوالا تھا۔ وقت زیادہ آجائے سے عدالت اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ حالات میں بند کر دیا گیا۔

باب بیالیسواں

محب کا احام

آہ۔ خونستہ تقدیر ہے وہی ہوتا ہے۔ انسان کی کم سمجھ قدرت کے بھیدوں کو کیا جان سکتی

ہے۔

ہمارے ناول کی ہیروین سرور مسٹر گارڈن کے عالی شان محل کی ایک صحنی میں چپ بیٹھی ہوئی کسی دلسو خیال میں غور ہو رہی ہے۔ آس یاس کوئی نہیں ہے صرف ایک افسردہ تنہا اسکی حالت دیکھ دیکھ کر آسو گوار رہی ہے اور سہ نال ویر ہوا نے بڑے افسوس کے ساتھ ایٹا سر نہ ہین بر دے دے مارے ہیں۔ اسوقت اسکا گوار گوارا زمانے کے انقلاب سے بھرہ کچھ ایسا اتر ا ہوا ہے کہ تا ماسا معلوم ہوتا ہے۔ اُسکی وہ سرخی اور ملائمت جیسے وردق کی جی

خار کھانا تھا مادہ۔ یہ مخالف کے آہستہ آہستہ اڑا کر کسی طرح زرد پڑ گیا ہے۔ طرح درختوں کے
برسے برسے تے بادخزان کے لمبا پٹے کھا کر زرد پڑ جاتے ہیں مال کسی اندر کی کوفت سے سبیل کی
طرح پریشانی ہو کر وبال دوش سے ہوسے ہیں۔ اور لمبی سالنوں کے ساتھ یہ جلے مچھ سے کل رہے
ہیں۔

میری قسمت میں کاتب تقدیر نے راحت لکھی ہی نہیں، خدا کو منہ طور ہی نہیں ہے میری زندگی
کوئی گڑھی تو خوشی سے کتنی مجھ میں اتنی مجال کہاں کہ پتھر کرسی سے دو گھڑی نہیں لوں۔
اوہ مقسوم تو نے کس قدر اذیتیں دیں کس قدر سختیاں اٹھائیں۔ اسے بھی میری بُرائی چھوٹا لین
چھوڑتی کاش مر گئی ہوتی تو اس خدا سے غات تو یا حاتی

مجر باقر خان چند رنر جاتے وقت کہہ گئے تھے کہ ہمیں کا ارادہ سیٹھن کے قتل کر دینے کا ہے
مجھ سے کہہ گئے تھے کہ اپنے پیار سے کو اطلاق دے دینا وہ بچا رہے تو مجھ پر ہمیشہ مہربانی کرے آئے
اپنے ماتحت دار و عہد کو تاکید کرے گئے ہیں کہ انہیں کی حوس نکھڑا ستہ کرنا چھوٹیں اس
آسمان کیا گل کھلاتا ہے۔ کیا حاسے میری تقدیر میں کیا لکھا ہے ۹ سیٹھن کے دل کا غبار
ابھی تک نہیں مٹا۔ رانوں سے یا یا حاتا ہے اکا دل کدورتوں سے صاف نہیں ہوا۔ انکی بڑیا
خدا حاسے کیونکر دے ہو گی۔ اسی علم میں میری نیند حرام ہو گئی۔ غور و غور کر کے ہو گیا۔ دن رات
اسی فکر میں گھٹی جاتی ہوں۔ ہاسے کس طرح ہیں اسے قلب مضطرب سا کیسے چھپیاں دکھاؤں۔
کاش دل کی کیفیت دکھانے کی قابل ہوتی تو شاید راہ راست پر آجاتے۔ اور وہ سمجھ جاتے
واقعی رورسے جرم ہے اسکی کوئی خطا نہیں۔ لیکن قسمت کو کیا کروں خدا کے تعالے سے زبانی
پر لکھا ہی ہیں۔

مس رور اٹھیں خیالات میں ڈوبی ہوئی ڈرتی کاہتی مسٹر سیٹھن کے پاس پہنچی۔
اسیٹھن ایک گوسفٹہ بین کرسی ڈالے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خدا جاسے کیا سوچ رہے تھے
مس روز کا آنا تک انہیں معلوم نہوا۔ رور نے دیکھا اُنکے ہاتھ میں کوئی تصویر ہے۔ وہ
کس کی تصویر تھی۔ اُسی حسرت نصیب مس رور کی تصویر تھی جسکی زلف گرہ گیر میں ابھی تک
انکا دل اٹھا ہوا تھا۔

آہ عجیب وقت تھا اور مس روز شکوہ و شکایت کا دفتر ہے ہاس ٹیپ کھڑی
ہوئی ہے زبان سے کچھ نہیں کہتی اور ادھر اسٹیشن کے اسکے آگے کی جہر ہیں۔ پیوندی سے

[illegible][illegible]

”آپ کا کہنا سچا ہے۔“

۱. مقدمه - در این کتاب به بررسی و تحلیل...

روزنامه

اینکه در این کتاب

130

اور دستخوش کی حالت میں رہا ہے

وہی ہے جو کہ اس کے لئے ہے۔

اسماء بنت ابی بکر

وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو کہ

ابھی پھیاری بڑھ چکی نہ تھی کہ اس کی کمر بند

مکتبہ اسلامیہ کراچی

مکان کے ساتھ ساتھ

بانیان - قلمبر

کبریا میں گر بارغ میں جانے کے لیے مائل تھی۔

راستے میں اسٹیشن سے ملاقات ہوئی۔ وہ گھر پلٹ رہے تھے۔ مس رور حسرت
یا این مارغ میں بیوی ہے آفسا غروب ہو چکا تھا۔ سانس درخون کے نیچے عاے
مس ہلٹن کے ایک شخص کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ یہ جیس تھا۔ اسے دیکھتے ہی مس
کے بدن میں آگ لگ گئی وہ سمجھ گئی یہ خط اسی جلسہ کا بھیجا ہوا ہے۔ اسی نے پہلے
سے مجھے یہاں بلا بھیجا۔ مس رور اس سے کچھ نہ بولی۔ چاہا مکان یرو ایس حالے میں
لیکا اور راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ روز مسافت کی نگاہ ڈال کر بولی۔
کیسے۔ لے جایا۔ راستہ چھوڑ۔

جیس۔ (روز کی باتوں پر دھیان بدلتے ہوئے) جاں میں امیری ایک مات سنو
تھمارے جس کا خدائی ہوں۔ تھمارے لیے کیا جانے کیا کیا پاپر پیلنا پڑے ہیں۔ پیاز کی ایک تھم
تو پچھو۔ اس قلم کا کیا حال ہے۔ بتاؤ تم مجھے پیار کر لو گی یا نہیں۔
روز۔ اس زندگی میں تو مجھے سمجھ لگا نہیں سکتی سچا بی راہ لگ۔
جیس۔ نہیں رور اس قدرے مروتی تھیں مایاوی نہیں۔ خدا اپنے تیغ ہر رو کے
گستہ یترس کھاؤ۔ اور مجھے اس جانگی کے عا استے نجات دلو اور جس کو میں جھیلے تھیلے
اس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔

روز نے پھر اس کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا دوسری راہ سے کٹر کر گھر پلٹ آئی۔ ادھر
جیس حسرت کے لیے میں بیوی پر دھا کر لولا۔

”اچھا عا۔۔۔ ملا کہ کسی کا ستانا اچھا نہیں۔ میں سمجھ گیا اسٹیشن کے جلسے میرا کوئی اور
رقیب پیدا ہو گیا ہے وہ بھی ہیرے سانس کے پیہ بہت ہاتھ یالون پھیلا رہا ہے۔ اس نووی
کو جب تک جسم کی ہوانہ کھلاؤنگا تو نہ مائے گی۔ یاد رکھو میرا ستا نا میرے حق میں اچھا ہوگا۔
روز کچھ جی مانگے بیڑی تھی کہ ایک درخت کے نیچے۔ تھکا مسرہ اسٹیشن سانسے
اگے آئے تھیں بھی پیش و عقبہ تھیں تھیں کاسپ رہا تھا۔

آہ۔ جب زمانے کی ناسارکاری سمیت ناسعد فلک کچھ دتا۔ کی طرح دھن ہر کسی کے
نیچے پڑ جاتی ہے ہر طرف سے ہولناک ہی صورتیں سامنے آتی ہیں۔ مگر گتہ قسبت
روز کبھی یہی حال ہے۔ وہ بیماری اس وقت حد درجہ کھڑا تھا کہ دیکھیں یہ نہ لانی ہی لالی

نظر آتی ہے۔ اس عیاری کو ایک ٹھری بھی ایسی نصیب نہیں ہوئی کہ یہ اپنے ناز و نیاز کے لیے ہوئے دل کو اپنے ہلوین سے راجوت عورت "ٹھری" جس کی باتیں اسٹیفن نے مرد سنی ہو گئی۔ پیری جانست اور منگوک ہو گئے ہو گئے۔ ہائے میں کس طرح کہوں کہ جس میں مجھ پر اتنا لگا رہا ہے وہ جھوٹا ہے۔ مجھے مد نام کرایا جاتا ہے۔ جس سے میں آگئی آنکھیں سسک رہا ہوں۔

اسٹیفن نے رور کو آتے دیکھ کر قتل کے ساتھ بچھا۔
کہاں آئی تھیں۔ کیا اپنے آستانے سے ملے گئی تھیں۔ ۹۔

ان وحشت ٹرہائے واسے جلوں سے رور پر سنا سا جھا گیا۔ دل پر بھاری عورت لگی۔ گویا کسی نے پھر مار دیا۔ استعمال طبع سے گوئی قدر رہی آئی۔ طلبہ نے مدد کی احتیاری۔ قاتل سے دماغ تک اٹھے واسے بجا رات غیرت کے واسے پائی ہوئی آنکھوں سے آنسوؤں کی طرح ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ اسٹیفن نے رور کی اس حالت پر بھی دھیما نہ دیا اور فریسی حواس کے پائے وہاں سے لیے بے دگ رکھتا ہوا چلا۔ رور بھی گھرائی ہوئی اسے نکال کر واپس آئی۔

ادرا آج سے پھر اسٹیفن کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی۔ کیونکہ چند دن بعد روانے اخبار میں پڑھا کہ رگ پڑ سرجن اسٹیفن بہادر تان کا کام چھوڑ کر انگلینڈ روانہ ہو گئے۔

خاتمہ

خندنگر کی فرانسسیسی عدالت میں مستور قزاق رابرٹ میکیر کے مقدمہ کی بحث ہوئی فیصلے کے دن اُسے خود اپنی رماں سے اپنے قصور و ن کا اعتراف کیا۔ گارڈوں اور دھڑے زور دینے اور غصوں میں مجرم قزاقان کی انتہائی کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ رابرٹ میکیر کو عا سے بھانسی کے حلا وطنی کی سزا ہوئی۔ اور وہ قید کی حالت میں امریکہ میں منیتھاپٹینا جیلر سے کو چھوڑ دیا گیا۔

وہاں میکیر تیس سال تک حیات رہا۔ وہاں بھی اُس کے ہاتھ سے دھار و قہر آئے۔ ایسے پیش آئے کہ جس کے عوض میں اُسے دو دویس تین سال کی قید صحت برداشت کرنا پڑی۔ وہاں اسکا نام میکیر کے بجائے فادر اینڈ منڈ پڑا۔ ان سزاؤں کے دھککنے کے بعد

اُسے درگاہ بادی میں قہ کی اور وہ سچا راستہ تیار ماسخی ہر ہنگامہ خرابی وقت سے جیسے ہیسیا کے گرجے کا یاد ہی نکودہ لگائی ماروہ پکتی کی سادہ بنا ایسے سر کر لی اس اُسے جسے یہاں کے ماترہ سے پتھر نفس کے اور جو اس سے تھکے لگے۔ اس کی ہمدست است اس تک ٹری ٹری کشائیں ہر ماہ سے دوق دوستوں سے پڑھیں مائی ہمیں۔ رڑی ٹری لائٹر بیرون میں آج تک وہ چار کھانسی دیکھنے سے آسمانی ہر۔

کا پور میں عبداللہ کا وہ اور اعدا سے اُسے پہن انسی کی سزا ہوئی ملا وہ اس کے اور ہمدست سے مائی فساد اور دوسے کی اپنی انسی سر اسرا حال کو یہ بخائے رگہ لہو ہون کو ان میں چھائی دی گئی اور بعض کے محسوس و ام کی سر انھوں نے ہوئی۔ جبیس بھی باقی کھائیں کی گرفتاری سے کہ بے سر کا وہ دہمہ کو کہہ کا وہ اس کی لکڑی سکا کہیں یہ نہ لگا۔

کارڈوں اسے کاروبار کا اسطرح اس وقت ملازمت کے ہاں ہونے سے سیر کر کے لڑن چلے گئے۔ دور دورہ دلا اس امر ایسے کہی مڑھوں کی تاواری اور ماں شہ کی رہا ہر وقت کردی۔ سہیلیں سے اور اس سے ملا وہاں پہن کی یا نہر۔ اس کی خبر نہ ہون۔

کہتے ہی مانا پکڑ پکڑ کر پھاڑا قیام کیا گئے کہ بے لیاں اعلیٰ دھو دھو سے مانتا اور حکم کشی پور کہ راہ کھوڑے کہ اور آخر کچھ دھوڑے۔ یہ سال را کہ اسے اور اسے بچائیں۔ تاتیا ٹوٹی کے ماترہ سے ہر را کی کو وہ ہر اسے اسے کہ را کی کی اور اسے کہ بے آہستہ ہیں حیرت پر گھٹا کچھ فورم سر کوئی کے سچا۔ اسے اور انہوں نے شکست دیکر جگہوں میں کھکا دیا۔ اس کے ہر ہر ہر کہال کے اور کیا تر ہوا

پھر باقر خان رسالہ دار کو اس کے بڑی سرکار سے وفاداری کے عوض میں کئی ایک جاگیر عطا ہوئیں۔ خطا سب اور جسے عطا ہوتا ہوئے۔ دار و درویش سب سب کو خوشی مانتی ہیں ہاں سوسے کا کام کر سہے لگے اور رخنہ رخنہ وہاں سوسے اس کے ہر گور رخنہ کے وفادار اور ہاں ہر کالاسے لگے۔ اور سر کو وہی انہوں نے فیر و عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

انھیں دن دن میں ولایتی اخبار مارا کہنا سب کی رشتہ داری جیسا کہ مائی ظاہر کی جا رہی تھی۔ ولایتی و انان لوہام کا۔ یہ کہہ کر ان کے ہر ہر اور کو

فرمان ملکہ معظمہ قیسر ہند



درین برویکی لسمج سارک لواسب معظہ القاب لھست گورنر بہادر بنگال بنیان
رسیدہ کہ بعض اشخاص از راہ تعصب و نادانی محض برائے حیرانی و پریشانی جمہور غلامان
چند سہناں سبب اصل و نالائق متعلق بندہ بہب و ملت و رسم و طریقت ہندو و مسلمانان
مشہور و اعلان کردہ اندکہ ماستماع خطرات ہر خط و رول مردمان حاکمہ جناب نواب
لھست گورنر بہادر را بسیار حیرت و حسرت است کہ سکنہ این ملک حقیقت حال را
در یافت نہ کردہ صرف ناساد مہسداں حیرا خود را زیر مار نشوینش میکن لاجرم ہر ریعہ اشتہار عام
حقیقت لھست را لاری انقراعات کہ گوش حقیقت بیوش نواب قسطنٹیم الیہ درآمدہ مستتر کردہ
می ہست تا کادہ انام ہر حقیقت حال دارند و بریقین معلوم نمایند کہ سرکار بہادر را نویستہ در
ملت و مذہب و طریق و رسم و راہ رعایا مداخلت و مزاحمت نیست و آئندہ را نیز نخواہد بود
بلکہ حفاظت جان و مال و عرت حرمت ایناں بیش نہادوست و مسامح جمیلہ درین باب
بکار سے آید و ادنی ہست۔

اولیٰ نیکہ بعضی یادربان کلکتہ بطریق طریقہ و ذلیفہ معمولی خود افراد سوال در بارہ مذہب
بطریق متناظر و مباحثہ جاب کردہ تلفوت لفا فہموا پیش ہندوستان فرستادہ و آنہا
از غلط فہمی خود افکاشتند کہ ایجاں مصاص ہستارہ سرکار را بد پانڈا اظہور رسیدہ حالانکہ
سرکار بہادر را انان ہیچگونہ اطلاع نہ آگاہی ہست و نیز ہرگز و ہر آئینہ ستان سرکار عالی
اقتدار چنان بودہ کہ ترعوب و تحریف کسی از رعایا لہوسہ ملت و دین خود فرماید و چنانکہ
کہ رعایا سہ این ملک ہر قسم مودم اد و ملت و مذہب و کمیت و انیس جداگانہ میدارند و مذہب
ایشان بخت رقبہ اقتدار سرکار والا اہد است و نظر قطع و گرم بر حال آنہا مساوی ہو کیا
است با وجود امتداد دست سلطنت سرکار را بد یا کدرا ہیچ وقت نہ مزاحمت و تعرض کیش

ملت کدیمی اہل اسلام و دیگر مذہب باطل نیامده و یادری صاحبان این قسم امور از طرف خود اجرائی کنند و انصاف گو یاوار مرعادت معمولی شان است چنانکه سلطان اوسودان و رسا عبد و محابد و غلط و فساد می کنند و انظار ابرار امور است سرری و رعیت طاعت و احتساب را لواحی می سازند و اگر تامل کرده شود صاف واضح شود که این معنی سے لود امر سے حد بد نیست بلکه طریق مایطه و مباحثه در میان علمای مختلفه انجمواره جاری است در اینجا امور است سرکار بهادر را بیچ حلقه نیست۔

دوم اینکه در بعض اخبار اخبار کرده و در عوام نیز شهرت یافته است که مالهعل از طرف سرکار آیینال قوانین جاری شدنی است که اراکین رسم تحریر داری و ماحتم و پیر و نشینی زنان شرافت و غیره احکامات شرع و شاستر برافند و دیگر موقوفات کو در حالانکه اینهم غلط است و افزاست محض سرکار بهادر را در راه و رسم و کیش و مذہب کدیمی است و اندازی منظور نیست بلکه این معنی بر خلاف طریق و رعیت یادری که سحیمه رفیعہ سرکار است است بوده است۔

سوم اینکه مباحث سیر شدنی جلیانہ یعنی اصلاط و اطوار و واقفیت سرکار والا اقتدار حکم سیدہ گرفتار ظروفت اکل و شرب از میدان عیال و تقویت قوت و انبیا در مصائب قید و راحت خانه صادر کرده لود یکسر سرکار بهادر را معلوم گردد کہ این امر نقصانے است و در مذہب آنان و از لای علی مہتمم جلیانہ انجان حکم صادر دیدہ علی الفور بیلڈاک سرتی حکم موقوفی آن صادر گشت۔

چهارم اینکه بسیم معدلت مجتمع در آمد کہ سکہ این مملکت نائے اسکول و اساس علوم و تحقیق فنون و ترویج زبان انگریزی را اساس تبدیل ملت و تحریک نائے دین مذہب پندار و از اینجا است کہ بیچہ مردمین در تحصیل علم و تکمیل فنون تحمل و تبادول می کنند و بعض اشخاص بفرستادن اطفال در اسکول مہالکہ می دارند تا بطلان نائے آن جز نا فہمی و بدانشی نیست والا اصل این است کہ ہر گاہ بظہور سرکار والا اقتدار متحقق

گردید کہ رعایا سے این مملکت بہ مذہب سبب علمی و بے ہنری از طریقہ کسب معاش چنان سبب خبر اند کہ اندام قاست گذاری خود با مراحات و آسائیش معذور را در لاجرم حکم والا سے جناب ملکہ انگلستان کہ انرا ہ تفصیلات خسروانہ معذور یا مت راستہ تعلیم

مجاہدین پیرس

قصہ حرمین کی پوشیدہ جالیں۔ پیرس کا روس کا حصہ اہل ملک
ادارہ دعوت ملکی اور قومی محنت کی جھلک۔ عظیم مصوٰریں کے حال

حلقے حگ یورپ کے ایچی حالات۔ جدید آلات حگ کا استعمال۔ پیرس کی ریادی تاریخ
کی تاریخ قہہ کا قہہ۔ ایک حسین محوہ کا حدہ مٹل پستی اور اسکے تاج است ہی ل اور پیرس کی

عربی پیرس
ہرجی زنداں اوٹیر الملل مصر کے ایک دل کا ترجمہ سید طو احمد دی سے
علم سے بہت دیکھیں۔ زماں میں دلکشی ادارہ بیان حیرت انگر۔

تاریخی واقعات کا انکشاف۔ مصر وغیرہ مقامات کے عیسائیوں اور مسلمانوں کی صد ہا سہین
اہل مصر کا طریق تمدن بھر کی حالت عیسائیوں اور مسلمانوں کا ربط وسطیہ ایک صبح اول ہے

چشمہ پیرس
اتر ہو تاکہ اس کا نام حیرت انگریز اول ہو تا کیونکہ اسکے واقعات
در اصل عیث عرب ہیں ایک نظر ڈال کر دیکھیں کہ اس میں کیا ہے۔

راں اردو نے ملی کا بے نظیر محوہ ہے۔ اصلاح معیت اور اصلاح معاشرت میں ان
کتابت قابل قدر دے گی۔ لکھائی چھپائی پیرس قیمت ۶

سیرات پیرس
عشق پرستی کے تاج۔ ایک بوہاں کی تباہی۔ اخبار کے طر
معاشرت کی تقلید اور اس کا اختیار۔ موجودہ تعلیم اور تجارت کا قد

کل حلال کی فصیلت قصہ مختصر کہ اس میں است سے قیمتی مشورے درج ہیں قیمت ۶
کر ملا کے دلہ زواقعات ناول کے پیرا پین ہرجی ریڈیاں کے ایک ایچی ماول سے تر

حس کو۔ سید طو احمد صاحب می ٹری عرق ریزی سے کیا ہو تقریباً ۲۰ صفحہ کی کتاب
نولہ ۱۱ کے ایک حواہ ۱۱ ناول کا ترجمہ اور تھکانی کے قلم است

نولہ ۱۱

مجاہدین پیرس

